سلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان نمبر ۲۸۴

جنوبی یورپ پر عربوں کے حملے

از

علامہ امیر شکیب ارسلان

مترجمہ نجم الدین احمد شکیب ایم اے

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو (پاکستان)

اردو روڈ۔ کراچی ۱

۱۹۵۷ء

مطبوعات انجمن ترقی اُردو پاکستان

کہانی رانی کیتکی اور کنور اودے بھان کی

مصنفہ میر انشاءؑ اللہ خاں دہلوی ۔ اس کہانی میں عربی اور فارسی کا ایک لفظ بھی نہیں ہے یہ کہانی کہیں ملتی نہ تھی ۔ آخر ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کی پرانی جلدوں میں اس کا پتہ لگا ۔ مسٹر کانٹ پرنسپل لامارٹن کالج لکھنؤ کو ایک نسخہ ملا تھا جسے انھوں نے سوسائٹی کے رسالے میں طبع کروا دیا تھا مگر اس میں بہت غلطیاں تھیں ۔ مولوی عبدالحق صاحب نے اس کی تصحیح کی ۔ یہ بہت پر لطف اور عجیب کہانی ہے ۔ صفحات ٦٥ ۔ قیمت ۱ روپیہ ۸ آنے ہے ۔

تذکرہ اہل دہلی

یہ تذکرہ سرسید احمد خاں کی شہرہ آفاق کتاب ”آثارالصنا دید،، کا چوتھا باب ہے جس میں انہوں نے اپنے ہم عصر مشاہیر دہلی کے ایسے حالات قلمبند کئے ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتے ۔ اس کتاب کو قاضی احمد میاں اختر مرحوم جونا گڑھی نے بڑی محنت اور کاوش سے مرتب کیا ۔
صفحات ۲۰۴ ۔ قیمت ۰-۱۲-۳ روپے ۔

غزل اور مطالعہ غزل

اس کتاب کو بڑی محنت اور جانفشانی سے ڈاکٹر عبادت یار خاں بریلوی ، پروفیسر اردو ، پنجاب یونیورسٹی ، نے تالیف کیا ہے ۔
صفحات ٦٦٤ ۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ، رنگین گرد پوش ۔ قیمت مجلد ۱۰ روپے ۔

کابل و یاغستان

مصنفہ مولوی محمد علی قصوری مرحوم ایم ۔ اے (کینٹب) ۔ موصوف نے کابل و یاغستان کے دلچسپ مشاہدات کو قلمبند کیا ہے اور ان مجاہدانہ کوششوں کا ذکر کیا ہے جو انھوں نے یاغستان میں انجام دیں ۔ صفحات ۱٦۸ ۔ قیمت ۲ روپے ۴ آنے ۔

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اردو پاکستان اُردو روڈ ۔ کراچی

فہرست مضامین

علامہ امیر شکیب ارسلان

امیر شکیب ارسلان بہت بڑے فاضل اور عالم متبحر ہیں۔ عربی تو خیر آن کی زبان ہے، وہ اس کے علاوہ یورپ کی متعدد زبانوں میں پوری دستگاہ رکھتے ہیں افریقہ و یورپ کے تمام ممالک اور روس کی سیاحت کی۔ کچھ مدت جلا وطن بھی رہے مشرق و مغرب کے اخبارات و رسائل میں ان کے بلند پایہ مضامین اکثر چھپتے رہے ہیں۔ خاص کر ان کا فاضلانہ مقالہ "اسباب زوال امت" جو انھوں نے علامہ سید محمد رشید رضا اڈیٹر المنار کی درخواست پر لکھا تھا بہت مقبول ہوا اور کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔

ان کی معلومات بہت وسیع اور نظر محققانہ ہے۔ اس کتاب (جنوبی یورپ پر عربوں کے حملے) کی تالیف میں فاضل مولف نے عربی مورخین کے علاوہ یورپ کے مورخین سے بھی استفادہ کیا ہے اور یورپ کی متعدد زبانوں سے اس کے لئے سامان جمع کیا ہے اور واقعات کی ترتیب و تحقیق میں بڑی محنت کی ہے جو کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ یہ تالیف تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے بہت اعلا پایہ کی ہے۔ اور اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب اب تک نہیں لکھی گئی اس کتاب کے مطالعہ سے عربوں کی فتوحات اور جولانیوں، ان کی تہذیب و علوم کے اثرات کی حیرت انگیز کیفیت معلوم ہوگی خصوصاً یہ پڑھ کر بڑی حیرت ہوگی کہ وہ جنوبی یورپ میں کہاں کہاں پہنچے ہیں اور کیسے کیسے دشوار گزار مراحل طے کر کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا ہے۔ یہ کتاب معلومات سے لبریز ہے اور مسلمانوں کی تاریخ کا وہ حصہ جس کا علم عام طور پر بہت کم ہے، روشنی میں آگیا ہے۔ یہ درحقیقت عربوں کے عزم و استقلال اور تہذیب کی قابل مطالعہ داستان ہے۔

تمہید

مجھے اسپین اور اس کے مضافات کے عربی آثار سے غیر معمولی دلچسپی ہے یہ میرے جیسے آدمی کے لئے کوئی عجیب بات بھی نہیں میرے نزدیک ہر سچے عرب کا فرض ہے کہ وہ اپنی قوم کے آثار اپنے بزرگوں کی عظمتوں اور ان کی عالی ہمتی کے نمونوں کو تلاش کرے اور اپنے بھائیوں میں ان کا چرچا کرے تاکہ آنے والوں کیلئے ایک زندہ رہنے والی یادگار باقی رہجائے۔

اسپین میں عربوں نے جو چیزیں یادگار چھوڑی ہیں تاریخ میں عظمت و جلال کے لحاظ سے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، میں تو بلاخوف تردید یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اسپین کے آثار صرف عربوں ہی کا نشان نہیں ہیں۔ بلکہ روئے زمین پر انسانی عظمتوں کی یادگار ہیں۔ پھر کوئی تعجب نہیں اگر عرب ان آثار پر فخر کریں۔ ان کے گن گائیں۔ اور ان کی زیارت کے لئے ان مقامات کا سفر کریں۔

یہ نشانیاں ہماری گذشتہ عظمتوں ہی کی گواہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان سے

ہماری آزادی کی زندہ صلاحیتوں کا پتہ بھی چلتا ہے اور یہ سمجھنا دشوار نہیں ہو جاتا کہ ہم آزاد ہو کر اپنی حکومت بڑی خوبی سے قائم کر سکتے ہیں اور اگر اغیار ہمارا پیچھا چھوڑ دیں تو ہم سب کچھ کر سکتے ہیں جو ہمارے اسلاف اپنے زمانوں میں کر چکے ہیں۔

میں ابتدائی شباب ہی سے عربی تہذیب اور اس کے آثار کی تاریخ سے غیر معمولی دلچسپی رکھتا تھا۔ چونتیس سال ہوئے میں نے مشہور اہل قلم شاتوبریان کی کتاب کا فرانسیسی سے عربی میں "آخر بنی سراج" کے نام سے ترجمہ کیا تھا اور اس کے حاشیے پر اندلس کی تاریخ جسے میں نے عربی اور یورپی کتابوں سے اخذ کیا تھا درج کی تھی۔ اس میں زیادہ تر حکومت غرناطہ کے زوال اور اس جزیرے سے عربوں کی جلاوطنی سے بحث کی تھی۔ ہمارے زمانے میں تاریخ کے یہ ابواب تقریباً بھول چکے ہیں۔

یہ کتاب اس وقت شائع ہوئی تھی جب عربی دنیا میں آزادی کی تحریکیں زور پکڑ رہی تھیں اور تمام عرب ملکوں میں اپنے آبا و اجداد کے حالات کی تحقیق کا شوق پیدا ہو چلا تھا۔ لوگ یہ واقعات بار بار پڑھتے تھے؛ لیکن سیری نہ ہوتی تھی۔ آزادی کی تحریک جتنی بڑھتی گئی یہ شوق بھی تیز ہوتا گیا اور اندلس کا چرچا بچہ بچہ کی زبان پر رہنے لگا۔

چند سال کے بعد "آخر بنی سراج" حاشیے کے ساتھ دوبارہ شائع ہوئی میں نے اس اشاعت میں سقوط غرناطہ کی ایک قدیم تاریخ "زمانہ کے حالات بنی نصر کے زوال کے وقت" بھی شامل کر دی تھی۔ یہ کتاب بویریا کے دارالحکومت میونخ میں میری نظر سے گذری تھی۔ اس کتاب میں مؤلف کا نام نہیں ہے، لیکن طرز نگارش سے معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے نے یا تو یہ تمام واقعات اپنی آنکھوں سے

دیکھی ہیں یا کسی دیکھنے والے سے سنے ہیں میرا خیال ہے کہ نفح الطیب لکھتے وقت یہ کتاب بھی مقری کے سامنے تھی۔ اس میں مجھے بہت سے ایسے جملے ملے جو لفظ بہ لفظ نفح الطیب میں موجود ہیں۔

میں نے اپنی کتاب اس کتاب کے ساتھ جو مجھے میونخ میں ملی تھی دوبارہ شائع کی اور اس میں سلطان ابوالحسن علی بن الاحمر کی چار مہریں بھی شامل کیں۔ یہ بادشاہ اندلس کے آخری عرب تاجدار ابو عبداللہ (جس نے اسپین کی حکومت شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازبلا کے سپرد کی تھی) کا باپ تھا۔

اتنی تحقیق کے باوجود مجھے ابھی تک تسکین نہ ہوئی تھی اور آثار اندلس کی نقاب کشائی کا شوق بڑھتا ہی جاتا تھا۔ قلمی تحقیق تو ہو چکی تھی۔ اب ان مقامات کی زیارت کا شوق دامنگیر تھا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں پہونچ کر جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ باتیں معلوم کی جائیں میں دل ہی دل میں اس سرزمین کی باتیں کیا کرتا تھا جہاں ہمارے بزرگوں نے جمیل ترین یادگاریں چھوڑی ہیں، لیکن ابھی اس خواب کی تعبیر کا وقت نہیں آیا تھا۔

کچھ ایسے حالات پیش آتے رہے کہ سفر کا ارادہ پورا نہ ہو سکا اور دل میں اندیشہ آنے لگا کہ شاید یہ آرزو کبھی پوری نہ ہو گی، لیکن تین سال ہوئے قدرت نے یہ منزل آسان کر دی اور ۱۹۳۰ء (۱۳۴۸ھ) میں میں نے سفر کی تیاری شروع کر دی، لیکن کچھ ضروری باتیں پیش آگئیں۔ اور مجھے جمعیت اقوام سے رجوع کرنا پڑا ان حالات میں گھرا ہوا کچھ دن اور جنیوا میں ٹھیرا رہا۔

بعض دوستوں نے مشورہ دیا کہ سفر موسم سرما یا ایام بہار تک ملتوی رکھا جائے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اسپین کا سفر گرمیوں کے موسم میں مناسب نہیں ہوتا۔ خاص کر وہ حصے جہاں میں جانا چاہتا تھا اور بھی ناقابل برداشت ہو جاتے

ہیں، لیکن انتظار بھی میرے لئے آسان نہ رہا تھا۔ میں تیس سال سے اس سرزمین کی زیارت کا مشتاق تھا، لیکن ابھی تک میری یہ دیرینہ آرزو پوری نہ ہوئی تھی۔

میں تمام یوروپی ملک دیکھ چکا تھا۔ کوئی ایسا شہر باقی نہ رہا تھا جہاں میں کم سے کم ایک بار ہو نہ آیا ہوں۔ بعض بعض جگہیں تو میں نے کئی بار دیکھی تھیں شمالی یورپ میں اسکنڈی نیویا Scandinavia اور جنوب میں اسپین دو ایسے ملک تھے جن کی سیاحت سے میں محروم تھا۔ اسکنڈی نیویا کی سیر میرے لئے ضروری نہ تھی، لیکن اندلس کی زیارت ایک عرصے سے میری تمناؤں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس لئے میں نے اس فرصت کو غنیمت خیال کیا اور فرانس کے راستہ سے اسپین روانہ ہوا۔

اس سفر سے آثار عرب کی تحقیق مقصود تھی یہ دریافت کرنا تھا کہ عرب یہاں کیسے پہنچے اور یہاں سے مغربی ملکوں میں کہاں کہاں گئے۔ چونکہ فرانس میں عربوں کے قدم پہنچ چکے تھے اور جنوبی فرانس میں ان کی پرشوکت حکومت بھی قائم رہ چکی تھی۔ بلاد قوط (Goth)، جلالقہ (Gaut)، اور باشکنس[1] کے علاوہ یورپی ممالک کے بعض دوسرے حصے بھی عرب شہسواروں کی جولانگاہ رہ چکے تھے۔ اس لئے سب سے پہلے فرانس کی سیاحت ضروری معلوم ہوئی

میں ۱۹۳۰ء میں ۱۸ جون کی دوپہر کو لوزان سے روانہ ہوا اور رات کو پیرس پہنچا۔ میرے آنے کی خبر سن کر دو نوجوان ادیب سید احمد بلافریج اور سید محمد فاسی

---

[1] بشکنس یا بسکے۔ عربوں نے جس وقت اندلس کو فتح کیا ہے تو جبل البرانس کے مغربی سلسلے سے جو ملک ملے ہوئے تھے ان کے رہنے والوں کو جلالقہ یا بشکنس کہتے تھے اور اس طرف کے علاقے بھی بشکنس کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔

(تعلیقات اخبار مجموعہ)

اسٹیشن آگئے تھے۔ میں انھیں کے ساتھ شارع بولیورڈ برون (Boulevard Brune) میں اور لیان پالاس کے ہوٹل گیا۔ ان لوگوں سے سفر کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ یہ تعطیل میں اسپین جانے والے تھے۔ ہمارے درمیان طے ہوا کہ وہ ہمیں میڈرڈ میں مل جائیں گے اور سفر کے بعض حصوں میں میرے ساتھ رہیں گے۔

کچھ دنوں کے بعد جب میں دارالحکومت اسپین کے روم ہوٹل میں مقیم تھا یہ لوگ بھی آگئے۔ پیرس پہنچنے کے بعد دوسرے دن کچھ شامی طلبا ملنے آئے میں نے ان میں سے بعض کے ساتھ مطعم عربی (عرب ہوٹل) جو جامع مسجد کے پاس ہے کھانا کھایا۔ اس کے بعد سید محمد فاسی اور احمد بلافریج کے ساتھ مکتبہ غوتنر گیا یہ مکتبہ مشرقی کتابوں کے لئے خاص ہے میں نے یہاں کچھ کتابیں خریدیں جن میں سے اکثر اسپین کے متعلق تھیں۔

اور لیان پالاس کے قیام کے زمانے میں اتفاقاً حسین رؤف بے سے ملاقات ہوگئی۔ ان سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ۱۹۲۴ء میں میری اور ان کی آخری ملاقات آستانہ میں ہوئی تھی۔ رحمی بک بھی۔ جو انجمن اتحاد و ترقی ترکی کے رکن رہ چکے تھے مجھ سے ملنے آگئے۔ یہ میرے اور میرے عزیز بھائی امین مصطفےٰ ارسلان کے بڑے عزیز دوست ہیں۔ ان دونوں دوستوں کی ملاقات سے مجھے بے انداز مسرت ہوئی ہم نے عرب دارالطعام میں عربی کھانوں کی فرمائش کی اور وہیں رات بھر عربی بالخصوص اندلسی نغموں سے دل بہلاتے رہے۔

پیرس میں پانچ روز ٹھہرنے کے بعد طولوزہ (Toulouse) کے لئے روانہ ہوا۔ پیرس کے عرب نوجوان مجھے رخصت کرنے اسٹیشن تک آئے اور بڑی دیر تک "عرب زندہ باد" کے نعرے لگاتے رہے۔

ریل کے آٹھ گھنٹے کے سفر کے بعد طولوزہ پہنچا۔ اسٹیشن[1] کے پاس ہی ایک ہوٹل میں ٹھہر گیا۔ دوسرے دن قرقشونہ (carcassonne) گیا یہاں بہت سی مشہور یادگاریں ہیں۔ میں شہر، قلعے اور شہر پناہ وغیرہ کو دو گھنٹے تک دیکھتا رہا۔ شام کو طولوزہ لوٹ آیا طلوزہ اور قرقشونہ کے درمیان میں صرف دو گھنٹے کی مسافت ہے۔

طلوزہ وقرقشونہ

میں نے عربی اسپین سے پہلے عرب فرانس کا تذکرہ شروع کیا۔ میرا سفر فرانس کے راستے سے شروع ہوا اس لئے مناسب بھی یہی تھا۔ براعظم یورپ میں عرب جہاں گئے وہاں ان کے حالات اور آثار کی تحقیق میرے سفر کا مقصد تھی۔ اس لئے جہاں تک ہو سکا میں منزل مقصود سے دور نہیں گیا۔ اگر میں نے سیاحت کے سلسلہ میں اندلس کی زیارت کے لئے جنوبی راستہ اختیار کیا ہوتا جو عربوں نے اختیار کیا تھا تو سب سے پہلے جبل الطارق (جبرالٹر) کا تذکرہ کرتا اور پھر ترتیب سے جزیرۂ خضراء، شریش، اشبیلیہ، قرطبہ اور طلیطلہ وغیرہ کی باری آتی اور ناربون (narbonne) قرقشونہ (carcassonne) نیم (nime) اور الپس کے کوہستان کی جانب اٹلی، فرانس اور سوئٹزر لینڈ کے درمیانی علاقوں کے تذکرے پر میرا بیان ختم ہوتا لیکن یہ اس وقت ہوتا جب میں ان دنوں میں اپنے وطن شام میں قیام کر سکتا۔ اور اندلس اُسی مغربی راستے سے جاتا جس سے ہمارے آباؤ اجداد ان ملکوں کو فتح کرنے گئے تھے لیکن مغربی قوموں نے جہاد آزادی کے جرم میں ہم کو یورپ کے قیام پر مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے جہاں عرب فاتحوں

---

[1] اسٹیشن کا نام ٹرمینس (Terminus) ہے

کا سفر ختم ہو گیا تھا۔ وہاں سے میری سیاحت کا آغاز ہوا۔

اس سفر سے اپنے آباء واجداد کے حالات اور آثار کی تحقیق مقصود تھی اسلئے ان مقامات کے ساتھ جو میری نظر سے گذرے ان جگہوں کا تذکرہ بھی جنھیں نے نہیں دیکھیں لیکن وہاں عرب فاتحوں کے قدم پہنچے تھے بہت ضروری تھا۔ اسی خیال کی بناء پر طلوزہ، قرقشونہ، ناربون، نیم، اے وگنان اور لیون کا ذکر ناگزیر تھا صرف یہی مقامات نہیں بلکہ جنوبی فرانس، شمالی اٹلی، فرانس، اٹلی اور بحیرہ کانسٹینس[1] کے کوہستانی علاقوں کا ذکر بھی جہاں عرب گئے اور ٹھہرے نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھا۔

یہ کتاب میرے "سفر نامۂ اندلس" کا جزو ہے لیکن اس کا نام "فرانس سوئٹزرلینڈ اور جزائر بحر متوسط پر عربوں کے حملے" رکھا گیا ہے۔ عربوں نے انھیں مقاموں سے دوسرے ملکوں پر چڑھائیاں کیں اور یہیں ان کی حکومت و اقبال کی آخری سانسیں پوری ہو گئیں اس لئے موضوع کے لحاظ سے اس کتاب کا یہی نام موزوں معلوم ہوا۔

کتاب پر نظر ڈالتے ہی آپ کہیں گے کہ میں نے کتاب کی ترتیب الٹ دی ہے اور عربوں کے حملوں کا تذکرہ اُس طرف سے شروع کیا ہے جہاں پہنچ کر ان کی فتوحات کا سیلاب رک گیا تھا کوئی شبہ نہیں فتوحات کے لحاظ سے ترتیب وہی ہونی چاہیئے تھی لیکن میری سیاحت شمال سے شروع ہوئی اس لئے میری نظر میں پہلے وہی مقامات آئے جن کا نام عربی فتوحات کے سلسلہ میں بعد کو آتا ہے

بہرکیف "فرانس، شمالی اٹلی اور سوئٹزرلینڈ میں عربوں کے حالات" کو اس

---

[1] cantance

کتاب کا موضوع قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہو

طلوزہ (TOULOUSE)

پرانے زمانے میں طلوزہ کی جگہ پر چند چھوٹی آبادیاں پھیلی ہوئی تھیں رومیوں کے زمانے میں ان آبادیوں نے شہر کی شکل اختیار کی ٹکٹازاجین [1] (Tectasages) کے عہد حکومت میں اس کا شمار بڑے شہروں میں رہا اور علمی و صنعتی حیثیت سے اس کی مرکزیت بھی قائم رہی۔ پوپ سیرینہ کے ذریعہ سے یہاں عیسائیت کے قدم پہنچے سلطنت روم کے زوال کے بعد طلوزہ ۴۱۹ء سے ۵۰۸ء تک قوطی (goth) بادشاہوں کا مرکز رہا۔ یہ اس زمانے میں ایکیوٹین (aquitine) کے علاقوں کا جو اسپین میں شامل تھے صدر مقام تھا۔ ۷۸۱ء میں یہ علاقہ آزاد ہو گیا اور ۱۲۷۲ء تک فرانس میں شامل نہ ہو سکا۔ اس زمانے کے امیروں میں ریمانڈ چہارم نے بہت شہرت پائی۔ پانچویں صدی میں شاہان قوطہ (gotho) کا پایہ تخت رہا اور ساتویں آٹھویں صدیوں میں ڈیوک ایکیوٹین کا صدر مقام بنا۔ گیارھویں بارھویں صدی میں اس علاقے کے بڑے شہروں میں شمار ہوا۔

عربوں نے اپنی فتوحات کے زمانے میں اس کا بھی ارادہ کیا تھا لیکن یہاں وہ کامیابی نہیں ہو سکی جو ناربون اور قرقشونہ میں حاصل ہوئی یہاں عربوں

---

[1] یہ خاندان گال (gaul) قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ ممکن ہے یہ وہی لوگ ہوں، جن کا ذکر نفح الطیب میں آیا ہے۔ اور صاحب نفح الطیب جن کو بستولقات کہتا ہے۔ صبح الاعشیٰ میں شبونقات آیا ہے۔ بعض جگہوں پر تشتولقات بھی کہا گیا ہے۔ انھوں نے اندلس اور فرانس پر ایک ہی زمانے میں حکومت کی تھی۔ قوطیوں (gotho) نے انھیں سے حکومت حاصل کی تھی۔

نے سمح بن مالک خولانی کے زمانے میں حملہ کیا تھا۔ اس وقت اسپین میں ان کے قدم جمے ہوئے گیارہ سال ہو چکے تھے۔ ہم "فرانس پر عربوں کے حملے" کے باب میں ان واقعات کی تفصیل بیان کریں گے۔

قرقشونہ (CARCASSONNE)

قرقشونہ دریائے اود (aude) کے کنارے جنوب میں واقع ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں قلعہ ہے۔ یہ حصہ دوسرے کے مقابلے میں نسبتہً اونچی زمین پر واقع ہے۔ دوسرے حصہ میں چند گھر، کچھ تنگ گلیاں اور سینٹ نازیر (st. nazire) کا گرجا ہے۔ یہ گرجا گیارھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوا تھا۔

پہلے حصے کی تمام عمارتیں قرون وسطی کی طرح ابھی تک ویسی ہی کھڑی ہیں مرورِ ایام کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس خصوصیت کی وجہ سے پورے جنوبی فرانس میں ان یادگاروں کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ہر حصہ کے سیاح ان عمارتوں کو دیکھنے آتے ہیں۔

دوسرا حصہ دریا کے کنارے آباد ہے اور جدید قرقشونہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ حصہ پہلے حصے کی نسبت سے جدید کہا جا سکتا ہے۔ ورنہ دراصل یہ بھی شاہ فرانس لوئس نہم کے زمانے میں تیرھویں صدی عیسوی میں آباد ہوا تھا۔

عربوں نے اس کو ۷۱۳ء میں فتح کیا اور ۷۵۹ء تک قابض رہے۔ ان واقعات کی تفصیل "جنوبی فرانس پر عربوں کے حملے" کے باب میں بیان ہوئی۔

فرانس پر عربی حملوں کی ابتدا

اور

میری معلومات کے ماخذ

اس موضوع پر گذشتہ صدی کے مشہور فرانسیسی مستشرق رینو (Reinalld[1]) کی کتاب مسیحی اور اسلامی روایات کے بموجب آٹھویں نویں اور دسویں صدی عیسوی میں فرانس، سیولائے، پیمونٹ اور سوئٹزرلینڈ پر عربوں کے حملے[1] بہت اہم ہے۔

یورپ کے تمام مورخین فرانس پر عربوں کے حملے اسپین کے قبضے کے بعد بتاتے ہیں. اس بیان پر سب متفق ہیں کہ چارلس مارٹل نے جسے عرب قارلہ کہتے ہیں پلئے ٹیرس (Poitiers) کے مشہور معرکے میں یورپ کو عربی تسلط سے نجات دلائی۔ اگر اس معرکے میں عربوں کو شکست نہ ہوتی تو پورے یورپ پر ان کا

---

[1] Invasion Des sarrazins en France et De France en savoie, en Piemont et dans he suisse Pendant les huitame, neuvieme et dixieme siceles de notre ere.

Dapres hes auteurs chretiens et mohom-etans Por M. Runaud,

قبضہ ہو جاتا اور آج پورے یورپ پر اسلامی جھنڈا لہراتا ہوتا۔

فرانسیسی، جرمن، انگریز اور اطالوی مورخین نے اس بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ وہ مذکورہ بالا بیان پر متفق ہیں اور عربی تاریخوں سے ان کے اس خیال کی تائید بھی ہوتی ہے۔

وسط یورپ میں عربوں کو جو فتوحات حاصل ہوئیں ان کا تذکرہ میری اس کتاب کا مقصد ہے۔ مجھے اس موضوع پر رینو کی کتاب سے زیادہ پر مغز تصنیف نہیں ملی۔ اس مشہور مورخ نے عربوں کے حملوں کو اپنی کتاب کا موضوع بنایا۔ یہ عربی کا اچھا ادیب تھا۔ اس لئے اس کو عربی اور لاطینی روایتوں کے مقابلے تحقیق کے مواقع بھی حاصل تھے۔

رینو کتاب کے حاشئے پر روایتوں کے ماخذوں کا ذکر کرتا ہے کتاب اور مولف کے نام کے ساتھ جز اور صفحہ کا بھی حوالہ دیتا ہے اور اکثر اسی کتب خانہ کا نام بھی بتاتا ہے جہاں وہ کتاب موجود ہے جو کتابیں عربی فتوحات کے زمانے میں لکھی گئیں ان کی عبارتوں کی نقل خاص طور پر پیش کرتا ہے۔

رینو نے جس طرح یوروپی کتابوں کی ورق گردانی کی ہے، اُسی طرح اور اسی باریک بینی سے عربی ماخذوں سے بھی معلومات حاصل کی ہیں۔ یہی وجہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) رینو مسلمانوں کے لئے سارا سین کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ غالباً گندم گوں ہونے کی وجہ سے عربوں کو یہ نام دیا گیا۔ بعض لوگوں کے نزدیک سارا سین "سراکنو" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ رومی زبان میں مسلمانوں کو سراکنو کہتے تھے۔ سراکنو، بنا ہے۔ اس کے معنی مشرقی یا شرقیوں کے ہوتے ہیں۔ ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ شاہ قسطنطنیہ نے اس سے پوچھا تھا کہ "کیا تم سراکنو (یعنی مسلمان) ہو؟"

ہیں جن کی بنا پر میں نے اُس کی تصنیف کو اُسی طرح اہم خیال کیا جس طرح سوئٹزرلینڈ کے اہل قلم فرڈینڈ کلر Ferdinand Kellar کی تاریخ کو اہم سمجھتا ہوں۔ رینو کی کتاب کے خلاصے کے بعد آخر میں کلر کی تحقیق کا خلاصہ بھی پیش کیا جائے گا۔ اور عربی کی مشہور تاریخی کتابوں سے انکی روایتوں کا مقابلہ بھی کیا جائے گا۔

رینو نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا:۔

فرانس پر ان اجنبی حملہ آوروں نے چڑھائیاں شروع کیں جو نئے مذہب، نئی زبان اور نئے انداز و اطوار کی وجہ سے اجنبی سمجھے جاتے تھے۔ یہ لوگ اسپین اور آس پاس کے ملکوں پر قابض ہو چکے تھے۔ ان کے دم خم دیکھ کر فرانس اور ان ملکوں کے باشندوں نے جو ابھی تک ان کے قبضے میں نہیں آئے تھے سوچنا شروع کیا کہ کیا ان حملہ آوروں کے مقابلے میں اپنے ملک اور مذہب کی حفاظت آسان ہوگی۔؟

وہ ان اسباب کی جستجو میں تھے جو ہمارے ملک پر ان اجنبیوں کے حملوں کا باعث ہوئے۔ یہ حملہ آور کون تھے؟ کہاں سے آئے تھے؟ وہ سب

Der einfall der sarazenen in der Schaweiz um die mitte desx. yahrhenderts von Dr Ferdinand Keller meth eilungen der antiquarischen gesellschaft in Zurich

دسویں صدی عیسوی کے آخر میں سوئٹزرلینڈ پر عربوں کے حملے مصنفہ ڈاکٹر فرڈینینڈ کلر

(مطبوعہ جمعیت آثار قدیمہ زوریخ)

عرب تھے۔ یا مختلف قوموں کا کوئی ملا جلا گروہ تھا؟ ان حملوں کے کیا نتائج نکلے؟ کیا ان ملکوں میں ان کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔؟

یہ بحثیں بار بار چھیڑی گئیں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے کسی نے اس موضوع پر ایسی مستند کتاب نہیں لکھی جو تمام اور نتیجہ خیز واقعات پر مشتمل ہوتی[1] کوئی شبہ نہیں اس قسم کی تصنیف کے لئے مسیحی اور اسلامی نقطہ ہائے نظر کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ فاتح اور مفتوح دونوں کے بیانات سے صحیح نتائج اخذ کئے جا سکیں۔

ایک عرصہ سے یورپ کا اہل نظر طبقہ محسوس کر رہا تھا کہ مسیحی روایتیں ان واقعات کی نقاب کشائی کے لئے کافی نہیں ہیں۔ جس زمانے میں یہ حادثات پیش آئے اور عربوں کے حملے شروع ہوئے وہ زمانہ ان ملکوں کے لئے بہت صبر آزما اور تاریک تھا۔ ۷۱۲ء میں جب فرانس پر عربوں کے حملوں کی ابتدا ہوئی فرانسیسی ممالک حسب ذیل حصوں میں بٹے ہوئے تھے:۔

شمال کی یوروپی قومیں نوسٹریا (Neustrie) اوسترازیا

---

[1] رینو نے یہاں دو مورخوں کا نام لیا ہے۔ جنہوں نے اس سے پہلے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان کتابوں میں ایک کا نام "خلاصہ تاریخیہ لحروب المسلمین فی بلاد الغال" ہے اور دوسری کا "التاریخ العام للقرون الوسطیٰ" رینو نے کہا ہے۔

Nous devons cependant faire mentin du (Precis historique des sarrazins dans les gaules) per M.B N.C.F Paris 1810, et de "l" histoire generale du moyen age" Par M. Des michels Paris 1831 T II,

(Austrasie) اور بورغونیا (Bourgogne) پر قابض تھیں۔ جنوبی قومیں ایکیوٹین (Aquitaine) کے ان علاقوں پر قابض تھیں جو دریائے لوار سے کوہ پری نیز تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے پاس لینگیوڈاک (Languedoc) اور پراونس (Provence) کے وہ باقی ماندہ علاقے بھی تھے جو مغربی قوط[1] (Visigoths) کی یادگار تھے۔

اُس زمانے میں یہ تمام ممالک طوائف الملوکی کا شکار تھے۔ اس لیے سوا ان کے متعلق کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔ چارلس مارٹل (charlis martel) کے بیٹے پیپن (Pepin) اور شارلیمان (charlenagne) کے زمانے سے حالات کا کچھ پتہ چلنے لگا ہے۔ لیکن اس وقت مسلمانوں کا زوال شروع ہو چکا تھا۔

لوئس حلیم (le Debonnaire) کے زمانے میں فرانسیسیوں نے پھر قدم جمائے اور جب نارمن اور مجار (megger) نے مختلف اطراف سے بڑھنا شروع کیا عربوں نے اپنے حملے پھر شروع کئے۔

ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان واقعات کے متعلق عربوں کی تاریخی کتابوں میں قابل اعتماد روایتیں ملتی ہیں۔ جن لوگوں نے یہ کتابیں لکھی ہیں۔ وہ اس زمانے میں جب یہ معرکے پیش آ رہے تھے موجود نہ تھے۔ اگر کچھ اہل قلم موجود بھی تھے تو انھوں نے کوئی ایسی تحریر نہیں چھوڑی جو ہمارے ہاتھ آ سکتی۔ عربوں کا بیان ہے کہ موسیٰ بن نصیر کے کسی عزیز نے ان واقعات کے متعلق ایک کتاب لکھی تھی۔ کسی شاعر کے ایک قصیدے کا بھی پتہ چلتا ہے جو طارق بن زیاد کی

---

[1] (Visigoths) (مغربی قوط) نے ۴۱۲ء میں بلادگال پر قبضہ کیا اور ۴۱۹ء میں طلوزہ کو صدر مقام بنایا۔

شان میں دو سو برس بعد نظم کیا گیا تھا۔ لیکن یہ کتابیں بھی جو ان معرکوں کے ایک عرصے کے بعد لکھی گئیں تحقیقی نقطۂ نظر سے قابل اطمینان نہیں۔

اکثر اوقات تاریخیں لکھنے والے راویوں کی زبانی باتوں پر اطمینان کر لیتے تھے[۶۱] اور یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ یہ عربوں کی فتوحات کا زمانہ تھا۔ ان کے دل شجاعت بہادری اور فخر و ناز کے جذبات سے معمور تھے۔ ان کو اپنے مذہب کی ترقی اور برتری کے سوا کوئی دوسری فکر نہ تھی اور انکی شاعرانہ بلند پروازیاں دنیائے خیال میں کسی قید کی پابند نہ تھیں۔

عربوں کے پاس بہت سے ایسے ذرائع تھے جن سے کام لیکر وہ فرانس کے اندرونی اور بیرونی حالات کا پتہ اچھی طرح لگا سکتے تھے۔ فرانس کے ایک حصہ پر عرصے تک قابض رہنے کے علاوہ اہل فرانس سے ان کے تعلقات بھی تھے۔ دونوں سلطنتوں کے سفیر آتے جاتے رہتے تھے مسعودی نے ذکر کیا ہے کہ خلیفہ عبدالرحمن الناصر کے زمانے میں کٹالونیہ (catalonia) کا پادری گوڈمار (god mar) قرطبہ آیا تھا۔ اس نے ولی عہد حکم کے لئے جو اپنے علمی ذوق کی وجہ سے بہت مشہور تھا ممالک فرانس کی تاریخ لکھی تھی[۶۲]

---

[۶۱] رینو نے حاشیے میں لکھا ہے:-

ہم نے ابو قاسم بن طریف بن طارق کی کتاب "فتح العرب لاسبانیہ و تیمن" سے کوئی روایت نہیں اخذ کی حالانکہ یہ شخص ان ہنگاموں میں موجود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تاریخ شاہ فلپ ثانی کے ترجمان میکال ڈولوناد (سولھویں صدی عیسوی) میں گڑھی۔

[۶۲] رینو نے حاشیے میں لکھا ہے۔

مسعودی کی کتاب مروج الذہب جو شاہی کتب خانے (پیرس) میں موجود ہے۔ گوڈمار اور تیردن اور اسی بحث کے دوسرے نام بدل کر کچھ سے کچھ ہو گئے ہیں (بقیہ آئندہ صفحے کے حاشیے پر)

یہ تاریخ کلووس (clovis) کے زمانہ سے شروع کی گئی تھی۔ شارلمان کے زمانے میں کٹالونیہ فرانس میں شامل تھا۔ چنانچہ پادری گودمار

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) ہم نے اس کتاب کے سلسلے میں موسیو شوفز کے نسخہ سے مدد لی ہے۔

مسعودی کی کتاب مروج الذھب کے اس نسخے میں جو ١٣٠٢ھ میں ازہر میں چھپا ہے یہ روایت اس طرح بیان ہوئی ہے:۔

میں نے ٣٣٦ھ میں مصر میں ایک کتاب پائی جسے شہر زہرہ کے اسقف غومار نے ٣٢٨ھ میں حکم بن عبدالرحمٰن کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے۔ "اے امیر المومنین! فرانس کا پہلا بادشاہ قلو ورزیہ مجوسی تھا۔ وہ اور اس کا بیٹا لذریق اور پوتا دفنشرت عیسائی ہو گئے اسکے بعد اس کا بیٹا لذریق تخت پر بیٹھا۔ لذریق کے بعد قرکمان بن دفنشرت تخت کا مالک ہوا اس کے بعد اس کا بیٹا تنین بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد نازلہ بن تنین نے چھتیس ٣٦ سال تک حکومت کی یہ شاہ اندلس حکم کے زمانے میں موجود تھا اس کے لڑکوں میں جھگڑا شروع ہوا۔ اور لذریق بن نازلہ حکومت کا مالک ہو گیا۔ اس نے اٹھائیس سال چھ مہینے تک فرمانروائی کی۔ اس نے طرطوشہ کا محاصرہ بھی کیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا نازلہ تخت کا مالک ہوا۔ اس نے محمد بن عبدالرحمٰن بن حکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان سے بدیوں کا تبادلہ کیا تھا۔ اس نے انتالیس سال چھ مہینے حکمرانی کی اس کے بعد اس کے بیٹے لذریق نے چھ سال حکومت کی اس کے اوپر فرانسیسی سپہ سالار تبر (شادلر) شاہ فرانس نے چڑھائی کی اور اس کے ملک میں آٹھ سال رہے۔ اس نے مجوسیوں سے چھ سو رطل سونے اور چھ سو رطل چاندی پر معاہدہ کیا۔ اس کے بعد نازلہ بن نوبرت نے چار سال حکومت کی پھر اس کے بعد اس کا بھائی نازلہ ملک ہوا اور اس نے اکتیس سال تین مہینے حکومت کی۔ اس کے بعد لذریق بن نازلہ بادشاہ ہوا جو اس وقت ٣٣٦ھ میں حکمراں ہے اور اس کو حکومت کرتے (باقی آئندہ صفحے کے حاشیہ پر

(god mar) لویس دو ٹر میر (Louis outre) کی ماتحتی کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ غالباً مسعودی نے مصر میں تاریخ فرانس کا یہی نسخہ دیکھا تھا لیکن افسوس ہے اس تاریخ کے متعلق ان معلومات کے سوا جو مسعودی سے معلوم ہوتیں اور کچھ پتہ نہ چل سکا۔

عربوں کو ان عجمی الفاظ کی کثرت بہت کھلتی تھی۔ جو وہاں کے اشخاص اور مقامات کے نام تھے۔ عرب کاتب اکثر یہ الفاظ لکھتے وقت نقطوں اور حرکتوں میں بڑی غلطیاں کرتے تھے اور الفاظ کچھ سے کچھ بن جاتے تھے[۱]

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوئے دس سال ہو چکے ہیں۔"

کوئی شبہ نہیں ناموں میں بہت تحریف ہوئی ہے۔ قلوزیہ کلوویں (clovis) کی خرابی ہے اس کے کسی بیٹے کا نام لذریق (Rodrigue) نہ تھا۔ غالباً یہ کلوویں کے بیٹے گولڈ میر کے نام کی خرابی ہے۔ عرب گولڈ میر (gold mir) کو غالباً قلذمیر کہا کرتے تھے۔ کاتبوں نے اسے بدل کر لذریق کر دیا۔ دفشرت بن کلوویں میں بھی بلاشبہ تحریف ہوئی ہے۔ دفشرت شیلڈ برٹ (childebert) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ شیلڈ برٹ کلوویں کے ایک لڑکے کا نام تھا۔ تینن بھی ٹیبری (thierry) کی خرابی ہے۔ یہ بھی کلوس کا لڑکا تھا۔ اس کے چار لڑکے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام کلوٹیر (clotaire) تھا۔ نازلہ بھی کاتبوں کا بگاڑا ہوا نام ہے۔ غالباً کلوترہ یا کلاترہ سے بگڑ کر نازلہ ہو گیا۔ مسعودی کی روایت ہے کہ اس کتاب کا مصنف زہرہ کا مطران غومار ہے۔ میں نے پتہ لگایا ہے۔ غومار کا اصلی نام گوڈ مار (god mar) تھا۔ وہ سیرٹ (ceret) کا اسقف تھا۔ زہرہ سیریہ (seret) یا سرہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ "مصنف"

[۱] کوئی شبہ نہیں عربوں نے فرنگی ناموں میں غیر معمولی تحریف کی لیکن فرنگی قومیں بھی تحریف میں عربوں سے پیچھے نہ رہیں۔ عربوں کا شیلڈ برٹ کو دفشرت بنا لیا۔ اتنا تعجب خیز نہیں جتنا

اس قسم کی تحقیق کے لئے فاتحوں کے سکّے بہت مفید ہوتے ہیں لیکن عربوں نے فرانس اور اسپین میں دسویں صدی تک قرطبہ کے سکّوں کے سوا اور کچھ نہ جانا اس سے پہلے کے سکوں میں صرف قرآن کی آیتیں لکھی ہیں۔ امیر یا بادشاہ کا نام نہیں لکھا ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر عربوں کے اسپینی تسلط کے متعلق صحیح معلومات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے اور ان کے فرانسیسی مقبوضات کی تحقیق اور بھی دشوار ہے۔

اس موضوع پر "اسپین پر عربوں کا تسلط" اچھی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کا نام گونڈ gonde ہے گونڈ کو مکتبۂ اسکوریال اور دوسرے کتب خانوں میں عربوں کی بہت سی کتابیں ملیں کوئی شبہ نہیں اس نے ان قیمتی ذریعوں سے بہت مفید معلومات حاصل کیں۔ لیکن گونڈ کو اس قسم کے مضامین کی تحقیق کا اچھا ملکہ نہیں تھا اس لئے وہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر روشنی نہیں ڈال سکا۔ ایک اور کتاب جس کا پتہ گونڈ کو چلا تھا فوستینو بوربون کے چند مفید مضامین پر مشتمل ہے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) فرنگیوں کا ابن رشد کو افردیس کہنا حیرت انگیز ہے۔

لہ کتاب کا نام Historia de la dominacion de las Arabes en espana ہے۔ رینو نے اس کتاب کے دو ترجموں کا ذکر کیا ہے۔ ایک ترجمہ موسیو اوڈیفر (Audippret) نے کیا ہے۔ اور دوسرا موسیو ڈی مارلس (De martes) نے۔ ہمارے پاس ڈومارلیس کا ترجمہ موجود ہے۔ ہم بعض موقعوں پر اس کے اقتباسات پیش کریں گے۔ لیکن گونڈ جسے اسپینی گونڈ کہتے ہیں اپنی غلط بیانی میں بہت بدنام ہے۔ ڈوزی نے جو تاریخ اسپین کے ماہروں میں سب سے افضل سمجھا جاتا ہے گونڈ کی بہت سی غلطیاں نکالی ہیں۔ اسپینی مستشرق کوڈیرا جو عربی النسل بتایا جاتا ہے گونڈ کی کتاب کو اسپین کی تاریخوں میں سب سے زیادہ ناقابل اعتبار ٹھہراتا ہے۔

جو اس نے تاریخ اسپین کے متعلق لکھے تھے۔ اس مصنف کو اسکوریال میں کچھ عربی مخطوطات بھی ملے تھے۔ اس کا بڑا کارنامہ ماسدو (masdeu) کی کتاب تاریخ ہسپانیہ کی ترتیب ہے۔

نوستینو بوربوں کی کتاب میں بہت سے محرف عربی اقوال ملتے ہیں لیکن یہ مصنف بہت باریک بین معلوم ہوتا ہے ہمیں اس کی کتاب میں عرب فاتحین کے لشکروں اور ان کے ان اصولی اختلافات کے متعلق جو خانہ جنگی کا باعث ہوئے بہت قیمتی باتیں ملتی ہیں جو گونڈ کی نظر میں نہ آئی تھیں۔

ہم ان مشکلات سے بے خبر نہ تھے جو اس راہ میں پیش آنے والی تھیں لیکن پھر بھی جہاں تک ہو سکا ہم نے اس موضوع پر کافی معلومات پیش کی ہیں۔ عربوں کے حملوں کے متعلق بھی (جن کی تحقیق کا یوروپی کتابوں کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں، ہم موراٹوری (mura Tori) اور ڈون بوکر (Don Bonquet) سے زیادہ مواد پیش کر سکے ہیں۔

ہم نے ان واقعات کی تحقیق کے سلسلہ میں ان لوگوں کی شہادتوں پر اعتبار کیا ہے جو اس زمانے میں موجود تھے یا ان کا زمانہ اس عہد سے قریب تر تھا۔ یہ کہا جاتا ہے اس زمانے کے عیسائیوں کے بیانات قابل اعتبار نہیں لیکن ہم نے ان کی انھیں روایتوں کو صحیح خیال ہے جن کی تصدیق عربوں کے بیانات سے بھی ہوئی۔

ایسی صورتوں میں جب عربوں اور عیسائیوں کی روایتوں میں اختلاف ہوا، ہم نے دونوں کے اقوال نقل کر کے اپنی ترجیحی رائے ظاہر کی ہے۔ ہم نے ان ذرائع معلومات کا بھی تذکرہ کر دیا ہے جن کا ہمیں پتہ تو چلا لیکن ہم ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ ان میں سے بعض باتیں گونڈ نے عربی کتابوں

کے حوالے سے بیان کی ہیں۔ اچھا تو یہ تھا کہ ہم یہ عبارتیں نقل کر دیتے لیکن افسوس ہے کہ یہ ممکن نہ ہو سکا۔

ہم نے آخر کتاب میں ان قبیلوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو عربوں سے آملے تھے اور قریب تھا کہ یہ اتحاد پورے یورپ کو اسلامی جھنڈے کے نیچے لا کھڑا کرتا۔ ہم ان تمام جماعتوں کو سارا سین کے نام سے پکاریں گے۔ آجتک یہ تحقیق نہ ہو سکی کہ اس لفظ کی حقیقت کیا ہے۔ ان کا دوسرا نام مور، مغربی لوگ بھی تھا عرب پہلے مغرب ہی سے آئے اور وہیں سے اسپین میں داخل ہوئے اسلئے مور (مغاریہ) کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ جس زمانے میں عرب فرانس۔ شمالی اٹلی اور سوئزرلینڈ پر حملے کر رہے تھے ان کی بعض جماعتیں سسلی اور جنوبی اٹلی پر حکومت کر رہی تھیں۔ ان لوگوں کے حملوں کو ان کے حملوں سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن یہ ایک دوسرے کے اثرات سے بے نیاز بھی نہ تھے۔ ہم نے ان کے اثرات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

ان مقامات میں جہاں عرب کچھ دن ٹھہرے ان کے آثار باقی رہ گئے ہیں اور ان کے متعلق کچھ روایتیں بھی مشہور ہیں۔ ان مقاموں میں وہ قلعے بھی ملیں گے جن میں وہ ٹھیرا کرتے تھے۔ یہاں گھاٹ بھی ہیں اور پل بھی یہاں کی وادیوں میں کچھ کھوہیں تھیں جو جانوروں کے رکھنے کے کام آتی تھیں یہاں کے پہاڑوں پر آمنے سامنے برجیاں بھی بنی ہوئی تھیں جن کی روشنی سے وہ اپنی عسکری نقل وحرکت میں امداد حاصل کرتے تھے۔

ہمیں بہت سی روایتیں ایسی بھی ملیں جن کے راوی اس زمانے میں جب یہ واقعات پیش آ رہے تھے موجود نہ تھے۔ ایسی باتیں بھی معلوم ہوئیں

جو افسانہ گو لوگوں کی تراشی ہوئی تھیں اور جو جانبین کی بہادری اور شجاعت کے بے بنیاد کارناموں سے آراستہ تھیں۔ ہم نے ان تمام افسانوں سے اپنی کتاب میں کوئی مدد نہیں لی۔

راویوں کے بیان کئے ہوئے قصّوں میں حیرت انگیز غلطیاں ہیں۔ ان غلطیوں نے بعض مورخوں کو بڑی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ ان فرد گزاشتوں میں مسلمانوں کے لئے ساراسین (Sara cen) اور پائنیں (Payens) یعنی بت پرست جیسے لفظوں کا استعمال ہے۔ عیسائیوں کی عادت تھی کہ وہ گذشتہ قوموں کے ساتھ ان جماعتوں کو بھی جن سے انھیں لڑنا پڑا تھا بت پرست کہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کو بھی انھوں نے اسی نظر سے دیکھا اور بت پرست کہنے لگے۔ یہی وجہ ہے انھوں نے مسلمانوں کی طرف ہیکل اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کو منسوب کیا۔ حالانکہ یہ دوسروں کی بنائی ہوئی تھیں مسلمانوں کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔

اسی صورت سے جب شارلمان کی شہرت دوسرے مشاہیر سے بھی بڑھ گئی۔ تو ان قصہ گویوں نے پہلے اور بعد کے کارناموں کو شارلمان کی فہرست میں شامل کر دیا۔ جو واقعات چالس مارٹل کے زمانے میں پیش آئے انکا سہرا بھی اُسی کے سر باندھا اور یہیں پر بس نہیں کیا بلکہ دسویں گیارھویں صدی تک جب یوسف بن تاشفین مسلمانان اندلس کی مدد کے لئے آیا تمام کامیابیاں شارلمان ہی کی طرف منسوب ہوتی رہیں۔

اسی قبیل سے بعض قصہ گویوں کی وہ روایتیں بھی ہیں۔ جن میں انھوں نے اپنے ممدوحین کے باپ دادا کو وطن کا نجات دہندہ بتایا ہے۔ غلیوم کی تعریف میں شاعر نے تولوز انیم اور اورانج سے عربوں کے اخراج کو

منسوب کیا ہے۔

مجار (meggeh) مشرقی یورپ سے آئے تھے۔ اس لئے ان کی غارت گریاں بھی عربوں ہی کے نامہ اعمال میں لکھی گئیں۔ اس کی وجہ بھی صاف تھی۔ مسیحی مجار اور ونڈال (vandel) کو بھی اکثر سراسین ہی کہا کرتے تھے۔ تاریخ اکلریکی کا مصنف پی لوکوانٹ (P. Lecointe) ڈون مابیون (mobi llon) پاگی (Pagi) ڈون وی سیٹ (vaissette) اور ڈون بوکہ (Bouquet) سب مجار اور ونڈال کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ایک دلیل بھی جس کا سلسلہ آٹھویں صدی تک پہنچتا ہو ایسی نہیں ملتی جس سے ثابت ہو سکتا ہو کہ ونڈال نے اس زمانے میں فرانس پر چڑھائی کی تھی۔

کہا جاتا ہے یہ تمام روایتیں ڈینس (sauet Denis) کی مشہور تاریخ میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ پرانے زمانے میں اس کتاب کا ایک ایک لفظ قول فیصل سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ یہ بارھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ اس کے لکھنے والے نے رطب دیا بس جو کچھ سنا اس کتاب میں بے تکلف بھر دیا۔ سترھویں صدی عیسوی تک تاریخ کے معاملے میں کوئی تحقیق روا نہ رکھی گئی اور سنی سنائی باتوں کو تاریخی معلومات کا درجہ ملتا رہا۔

عربوں کے حملے فرانس میں کسی خاص مقام تک محدود نہیں رہے بلکہ ملک کا بڑا حصہ ان کے شہسواروں کی جولانگاہ بنا رہا۔ عرب فاتح سیوائے پیمونٹ اور سوئٹزر لینڈ تک جا پہنچے اور وسط یورپ کے بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا۔ خلیج سینٹ ٹروپیز (It tropez) سے

بحیرہ کونسٹانز (constance تک اور دریائے رون اور کوہ جورا سے فرات اور لمبارڈی تک کے علاقے ان کی فوجی نقل وحرکت کا میدان بنے رہے۔ کوئی شبہ نہیں عربوں کے انھیں حملوں کے تذکرے صلیبی جنگوں کے محرک ہوئے اور یورپ کی مسیحی طاقتیں ایک عرصے تک ایشیا اور افریقہ میں مسلمانوں سے برسرپیکار رہیں۔

اُس زمانے میں جب یہ حادثات پیش آرہے تھے اور اس زمانے میں جب ہم یہ کتاب لکھ رہے ہیں سیکڑوں سال کا فرق ہے اس لئے بہت سی ایسی باتیں رہ گئی ہیں جن کی وضاحت کی ضرورت باقی ہے۔ یہ کمی ہمارے بعد آنے والے اہل قلم پوری کریں گے۔ اگر موجودہ حالات میں ہم تاریخ فرانس پر جو بہت الجھا ہوا موضوع ہے کچھ روشنی ڈال سکیں تو سمجھنا چاہئے ہماری محنت ٹھکانے لگ گئی۔

ہم نے اس کتاب کے چار حصّے کئے ہیں پہلا حصّہ عربوں کے ان حملوں کے متعلق ہے جو انھوں نے اسپین سے لیکر کوہ پری نیز تک کئے۔ اسی حصّے میں ان کے ناربون (Nar bonne) اور لینگیوڈاک (Longuedoc) سے ۷۵۹ء میں نکلنے کا بھی ذکر ہے۔ دوسرے حصّے میں عربوں کے ان بری اور بحری حملوں کا بیان ہے۔ جو انھوں نے پراونس (Prov-ence) پر کئے تھے۔ تیسرے حصّے میں پراونس سے پسپا ہو کر ڈفینی (Douphine) پیمونٹ (Piedmont) سیوائے (savay) اور سوئٹزرلینڈ میں آنے کا تذکرہ ہے۔ چوتھے حصّے میں ان لڑائیوں اور ان کے نتائج پر تبصرہ کیا گیا ہے۔

رینو کی کتاب کے مقدمہ کا خلاصہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ رینو نے واقعات

کا تذکرہ کرتے ہوئے "عربوں کے ابتدائی حملوں" کے باب میں یہ حدیث[1] بھی ایک عرب مورخ کے حوالے سے نقل کی ہے:-

"زمین کے مشرقی اور مغربی حصے میرے سامنے لائے گئے۔ جو کچھ مجھے دکھایا گیا ہے میری امت اس پر قابض ہو جائے گی"۔

رینو کا بیان ہے کہ:-

یہ پیشنگوئی پوری ہونے جا رہی تھی۔ وہ زمانہ آگیا تھا جب لوگ خیال کرنے لگے تھے کہ پوری دنیا اسلامی جھنڈے کے سامنے سرنگوں ہو جائے تھوڑی ہی مدت میں عراق، ایران، شام، مصر، اور افریقہ اور بحر اٹلانٹک کے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ ان کی فتح کا سیلاب افریقہ سے بڑھ کر اسپین پر چھا گیا۔ اور کوہ پیری نیز سے گذر کر فرانس میں پھیل گیا۔ دوسری طرف سیحوں اور   کو عبور کر کے عربی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا اور یقین ہونے لگا کہ طبعی حدود کے سوا کوئی طاقت اس طوفان کو روک نہ سکے گی۔ اس زمانے میں اسلامی سلطنت کا مرکز شام کے

---

[1] حدیث حسب ذیل ہے:-

"اِنّ اللہَ زَوٰی لی الارضَ فرأیتُ مشارقھا ومغاربھا وَاِن امتی سیبلغ ملکھا ما زَوٰی لی منھا واعطیت الکنزین الاحمر والابیض وَانی سالتُ ربی لامتی ان لا یھلکھا بسنة عامة وان لا یسلط علیھم عدوا من سوی انفسھم فیتیح بیضتھم وانّ ربی قال: یا محمد انی اذا قضیتُ قضاء فانہ لا یردّ وانی اعطیتک لامتک ان لا اھلکھم بسنةٍ لعامة وان لا اسلط علیھم عدواً من سوی انفسھم یستبیح بیضتھم ولو اجتمع علیھم من باقطارھا حتی یکونَ بعضھم یھلک بعضاً ویسبی بعضھم بعضاً"

قدیم شہر دمشق میں تھا اور خلافت کی باگ ڈور اموی خلیفہ ولید[1] کے ہاتھ میں تھی۔

افریقہ کے کوہستان اطلس میں عربوں کا سابقہ ایک مضبوط قوم سے پڑا۔ یہ قوم سخت کوشی، بہادری استقلال اور حریت پسندی میں اپنی آپ نظیر تھی۔ یہ لوگ رومی اور قرطاجنی طاقتوں سے اپنی آزادی کی مدافعت میں جنگ کر چکے تھے۔ اس قوم کا نام بربر تھا۔ ان میں سے کچھ لوگ یہودی اور عیسائی تھے اور بعض بت پرست۔ ان کی زبان بھی خاص تھی جو طبری اور فینیقی زبانوں سے کچھ قریب تھی۔

بربران قبیلوں کی یادگار تھے جو کنعان اور فنیقیہ سے آئے تھے۔ یا یمن کے حبشیوں کے استبداد کی وجہ سے بھاگ کر یہاں آئے تھے۔ زبانوں کی اسی قربت نے افریقہ میں عربوں کے قدم جمائے اور اسی رشتہ سے انھوں نے بربروں کی مدد حاصل کی۔ یہ حقیقت بھی بھولنے کی چیز نہیں کہ زبانوں کی قربت کے علاوہ عرب اور بربر بادیہ نشینی، سخت کوشی، جنگجوئی اور خانہ بدوشی میں ایک دوسرے سے قریب تر تھے۔

---

[1] ولید بن عبدالملک بن مروان۔

[2] رینو نے الجریدۃ الاسیویۃ الجدیدہ کے حوالے سے جس نے مقدمہ ابن خلدون مواد حاصل کیا ہے یہ سطریں لکھی ہیں۔ ممکن ہے اس خلدون نے اپنی تاریخ میں جو اس نے بربر کے اوپر لکھی ہے اس کا تذکرہ کیا ہو۔ اس موضوع پر ابن خلدون کی تاریخ سب سے بہتر ہے۔ بارون ڈی سلان (De Slane) نے اس کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے۔ پول کازانوفا پروفیسر فرانس کالج نے ۱۹۲۷ء میں اس کو دوبارہ چھپوایا ہے۔ اس کتاب کی دو جلدیں ہیں۔

موسیٰ بن نصیرؒ[1] و طارق بن زیاد

ریبو کہتا ہے

"عربوں نے افریقہ میں قدم رکھتے ہی یورپ اور افریقہ کے درمیانی سمندر آبنائے جبرالٹر کو عبور کرنے کی فکریں شروع کیں۔ ۷۱۰ء میں اموی خلیفہ کی طرف سے موسیٰ بن نصیر حجازی افریقہ کا گورنر مقرر ہوا۔ یہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں پیدا ہوا تھا۔ فطری طور پر بہادر اور جنگجو آدمی تھا جب یہ افریقہ کی گورنری پر مامور ہوا اس کی عمر اسی سال تھی۔ لیکن اس پیرانہ سالی میں بھی اس کی جواں ہمتی نوجوانوں کے لئے قابل رشک تھی۔ اُس زمانے میں قوطیوں (gotho) کا آخری فرمانروا لذریق (Rodrique)[2]

---

[1] موسیٰ بن نصیر کی ولادت ۱۹ھ میں حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ہوئی۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ موسیٰ بہت سمجھ دار نیک اور پرہیزگار آدمی تھا۔ وہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے حکم سے ۸۹ھ میں افریقہ کا والی مقرر ہوا تھا۔ اس نے مسلسل لڑائیوں کے بعد بربروں کا زور توڑ دیا۔ ان مغربی علاقوں کی تسخیر کے بعد اپنے غلام طارق بن زیاد بربری کو طنجہ کا عامل بنایا اور انیس[19] ہزار بربر سواروں کا لشکر اس کے سپرد کیا۔ یہ بربر اسلام لے آئے تھے۔ ان کی تعلیم کے لئے بعض عرب مقرر کئے گئے۔ موسیٰ ان انتظامات سے چھٹی پا کر تونس اس حال میں لوٹا کہ تمام مغربی ممالک اس کے حلقۂ اطاعت میں آچکے تھے۔ اسی زمانے میں طارق کو اندلس پر چڑھائی کا حکم دیا۔ موسیٰ اور طارق اور ان کی لڑائیوں کا مفصل تذکرہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔ موسیٰ نے ۹۷ھ میں وادی القریٰ (حجاز) میں وفات پائی۔ اس وقت اس کی عمر ۷۹ سال تھی۔ اندلس پر حملہ کے وقت اس کی عمر تہتر[73] سال تھی۔

[2] (Rodrique) رو ڈرک کو عرب لذریق کہتے ہیں باقی حاشیہ دوسرے صفحہ پر

اسپین کا حاکم تھا۔ اس کی سلطنت میں روسیلین (Rousellon) اور لینگیوڈاک (Longuedoc) کے علاقے بھی شامل تھے۔

ظاہری طور پر اسپین کی شہری آبادی ہر طرح سے معمور اور مالا مال تھی لیکن تباہی کے جراثیم اندر ہی اندر کام کر رہے تھے۔ ان کے اخلاق کی بنیادیں ہل چکی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ مٹھی بھر آدمیوں نے جو نہ صرف مال غنیمت کے شوق میں آگے بڑھ رہے تھے بلکہ اپنے آپ کو گمراہوں کی ہدایت کے لئے مامور بھی سمجھتے تھے۔ ان کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

موسیٰ نے محض تجربے کے طور پر بربروں کی ایک جماعت طریفہ (Tarifa) بھیجی۔ ان لوگوں نے بے روک ٹوک حملہ کیا اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لائے۔ یہ رنگ دیکھ کر موسیٰ نے اپنے ارادے میں ایک طرح کی پختگی محسوس کی اور دوسرے سال ۷۱۱ء میں بارہ ہزار جنگجو سپاہیوں کو جن کی بڑی تعداد بربروں پر مشتمل تھی طارق بن زیاد کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ طارق نے اسی تھوڑی سی جماعت سے قوطیوں کے لشکر گراں کو شکست فاش

یہ اسپین میں قوطی سلسلے کا آخری فرمانروا تھا۔ شاہ غیطشہ (Witiza) نے اس کے باپ کی آنکھیں نکلوائی تھیں۔ لذریق نے غیطشہ سے انتقام لیا اور اس کو شکست دے کر اسپین کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ غیطشہ کے لڑکوں نے والی سبتہ کاؤنٹ جولسین (Julion) سے مل کر لذریق کے خلاف سازشیں کیں اور عربوں سے مدد مانگی۔ طارق ابن زیاد نے اندلس پر حملہ کیا اور سریش (Xeres) کے پاس لذریق کو شکست دی لذریق اس لڑائی میں مارا گیا۔ اور عربوں نے اس کا سر کاٹ لیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ میدان جنگ سے غائب ہو گیا۔ اور پھر پتہ نہیں چلا کہ کہاں گیا۔ مسلمانوں کو اس کا سفید گھوڑا ملا

(اخبار مجموعہ)

دی اور لذریق (Roobeque) کا سر کاٹ کر خلیفہ کے حضور میں دمشق بھیجا[1] ایک سال کے اندر ہی اندر قرطبہ، مالقہ اور طلیطلہ فتح ہو گیا۔ ایک عرب مورخ نے بیان کیا ہے کہ طارق نے ایک مرتبہ دشمنوں کے دلوں میں رعب بٹھانے کے لئے بعض قیدیوں کو قتل کر کے ان کا بھنا ہوا گوشت اپنے سپاہیوں کو کھلایا تھا[2]

---

[1] بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ لذریق لڑائی کے بعد غائب ہو گیا اور اس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔

[2] ابن عذاری مراکشی نے طارق بن زیاد کے حال میں لکھا ہے۔

"طارق بن زیاد بن عبداللہ بن ولغو بن ورمخوم بن برغاسن بن ولھاص بن یطومت بن نفزاؤ، موسیٰ بن نصیر کا بربری غلام تھا۔ اس نے ۹۲ھ میں اندلس فتح کیا۔ یہ ۸۵ھ میں طنجہ اور مغرب اقصیٰ کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ اسی سال مغرب اقصیٰ کے باشندوں نے اسلام قبول کیا اور اُن عبادت گاہوں کو جو مشرکین کی بنائی ہوئی تھیں قبلہ رخ پھیر کر مسجد بنا لیا۔ رینو نے اپنی کتاب کے حاشیے میں اس روایت کے متعلق کہ طارق نے اپنے لشکر کو مقتولوں کا گوشت کھلایا تھا لکھا ہے کہ یہ ابن قوطیہ کی بیان کی ہوئی ہے۔ ابن قوطیہ نے یہ روایت اپنی کتاب "فتح المسلمین الاندلس" میں لکھی ہے۔ رینو کا بیان ہے کہ ابن قوطیہ دسویں صدی عیسوی کے آخر میں موجود تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اسپین کے شاہی قوطی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔"

شاہ اسپین غیطشہ کی پوتی ابن قوطیہ کی داوی تھی۔ اسی نسبت سے وہ ابن قوطیہ کہلاتا تھا لذریق نے غیطشہ کو حکومت سے بے دخل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے غیطشہ کے لڑکے لذریق کے خلاف عربوں سے مل گئے تھے۔ ابن خلکان بیان کرتا ہے" قوطیہ جس کی طرف ابن قوطیہ منسوب ہے۔ ہشام بن عبدالملک کے پاس اپنے چچا ارطباس کے خلاف فریاد کرنے آئی تھی۔ شام میں عیسیٰ بن مزاحم نے اس سے شادی کر لی اور اس کو لیکر اندلس گیا۔ قوطیہ

طارق نے اس پہاڑی کو جہاں سے اسلامی فتوحات کا سیلاب آگے بڑھا اپنے نام کی نسبت سے جبل الطارق (جبرالٹر) کے نام سے شہرت دی. جو مسلمان اس لڑائی کو جہاد سمجھتے تھے۔ وہ عقیدے کیساتھ لڑے کہ اسلام کی ترقی کے ساتھ ساتھ عالم آخرت میں ان کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے اور وہ لوگ جنہیں آخرت کی فکر نہ تھی. اسپین کی سرسبز زمینوں کو دیکھ کر جن میں ان کی ضرورت کی تمام چیزیں موجود تھیں بہت خوش ہوئے. اس صورت سے متعدد دینی اور دنیوی محرکات اور مقاصد اس فتح کا باعث ہوئے.

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اندلس کے عامل کے نام خلیفہ کا ایک فرمان لائی تھی. ارطباس شاہی فرمان کے بعد ظلم سے باز آیا. یہ شہزادی امیر عبدالرحمٰن الداخل کے زمانے تک زندہ رہی. یہ اُس کے پاس آتی جاتی رہتی تھی اسکی اولاد اسی کے نام کی طرف منسوب ہوتی رہی اور آج تک اسی نام سے پہچانی جاتی ہے.

ابن قوطیہ مشہور مورخ ہے. اس کا نام ابو بکر محمد بن عمر بن عبدالعزیز ابن ابراہیم بن عیسیٰ بن مزاحم، تھا یہ اشبیلہ کا رہنے والا تھا. نفح الطیب میں آیا ہے کہ "قوطیہ غیطشہ کے بڑے بیٹے المند کی بیٹی تھی. اس کا نام سارہ تھا. اس کے چچا ارطباس نے اس کی زمینوں پر قبضہ کر لیا تھا. یہ اپنے دو چھوٹے بھائیوں کے ساتھ شام گئی اور دمشق میں خلیفہ ہشام کے دربار میں باریاب ہوئی اور اپنے چچا کے خلاف فریاد پیش کی. اس نے خلیفہ کو وہ عہد یاد دلایا جو اس کے باپ اور خلیفہ ولید کے درمیان ہوا تھا. ہشام نے اس کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا اور عامل افریقہ حنظلہ بن صفوان کو انصاف کا حکم دیا. حنظلہ نے اندلس کے عامل ابوالخطار کو مامور کیا اور ارطباس سے مغصوبہ زمینیں واپس دلائیں. خلیفہ نے اس کا نکاح عیسیٰ بن مزاحم سے کر دیا. عیسیٰ اس کے ساتھ اندلس آیا. یہاں اس کے بطن سے دو لڑکے ابراہیم اور اسحٰق پیدا ہوئے. ان دونوں بھائیوں نے اشبیلیہ میں بڑی عزت اور ریاست پیدا کی"

اس میں کوئی شک نہیں کہ طارق کی فتح کی بڑی وجہ یہودیوں کا وجود بھی تھا۔ یہ وہاں بڑی تعداد میں آباد تھے یہودیوں اور عیسائیوں میں صفائی نہ تھی۔ عیسائی ان کے اوپر طرح طرح کے ظلم کرتے رہتے تھے۔ جب عرب آئے یہودیوں کو بدلہ لینے کا موقع ملا[1]

---

[1] ڈوزی نے اپنی کتاب اسپین میں اسلامی حکومت کے دوسرے جزو میں عربی فتوحات کے علل واسباب بیان کئے ہیں۔ ان کا تذکرہ ہم مناسب مقامات پر کریں گے۔ یہاں ہم صرف یہودی قضیے کا ذکر جس کی طرف ربنو نے اشارہ کیا ہے کرنا چاہتے ہیں۔ ڈوزی کہتا ہے:۔

کیتھولک پادریوں نے یہودیوں پر سخت ظلم کئے۔ مشہور فرانسیسی مورخ مچلٹ (Michelet) نے بیان کیا ہے کہ قرون وسطیٰ میں لوگوں نے یہ پوچھنا شروع کیا کہ یہ دنیا جو کلیسا کے زیر سایہ زندگی گزار رہی ہے۔ جنت کا اعلیٰ نمونہ ہونے کے بجائے جہنم کی بدترین مثال کیوں بن گئی؟ اہل کلیسا نے جواب دیا کہ "یہ غضب الٰہی ہے۔ جو صرف اس وجہ سے نازل ہوا ہے کہ حضرت مسیحؑ کے قاتل ابھی تک آزاد گھوم رہے ہیں"۔ شاہ سیسبوٹ (Sisebut) کے زمانے میں (۶۱۶ء) میں ان مظالم کی ابتدا ہوئی۔ اس نے فرمان نافذ کیا کہ "یہودیوں کو ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے۔ وہ اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے عیسائی مذہب قبول کرلیں۔ اگر انھوں نے اس فرمان کی تعمیل نہ کی تو اسپین سے جلاوطن کردیئے جائیں گے۔ ان کی جائدادیں ضبط کرلی جائیں گی اور ہر ایک یہودی کے سو کوڑے مارے جائیں گے"۔ سزا کے خوف سے نوے ہزار یہودی اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر عیسائی برادری میں شامل ہو گئے۔ لیکن یہ نوعیسائی خفیہ طور پر اپنے بچوں کی ختنہ کراتے تھے اور چھپ کر موسوی مذہب کی پیروی کئے جاتے تھے۔

مجلس اساقفہ چہارم نے طلیطلہ میں اس فرمان پر نظر ثانی کرکے حکم دیا کہ "یہودی اپنے مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں۔ لیکن ان کے بچے مسیحی ماحول میں تربیت پائیں گے"۔ مجلس اساقفہ ششم نے ان تدبیروں کو ناکافی سمجھ کر تجویز منظور کی کہ آئندہ کسی بادشاہ کو وفاداری اور اطاعت

(باقی آئندہ صفحہ پر)

طارق کی فتوحات کی خبریں پہنچیں تو موسیٰ کی بوڑھی رگوں میں بھی جوش پیدا ہوا وہ بربروں اور عربوں کا لشکر لے کر آگے بڑھا۔ اس کے ساتھ ایک صحابی

کا حلف نہ اٹھایا جائے تا وقتیکہ وہ وعدہ کرے کہ ان تمام قوانین پر پوری سختی سے عمل کرے گا جواب تک یہودیوں کے بارے میں منظور ہوتے ہیں۔ اس ظالمانہ برتاؤ کے باوجود اسپین میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد آباد رہی۔ اسّی سال تک یہودی نے عیسائیوں کے بے پناہ مظالم برداشت کرتے رہے لیکن آخر کار صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ یہودیوں نے افریقہ کے بربر یہودیوں سے وعدہ لیا کہ وہ اندلس میں ان کی مدد کرنے آئیں گے۔ یہ شاہ اجیکا egica کا زمانہ تھا۔ اسکو اس سازش کی سن گن ملی اس نے اس خبر کی تصدیق کر کے معاملہ مجلس اساقفہ کے سامنے پیش کیا۔ پادریوں نے یہودیوں کی عام غلامی کا ظالمانہ فرمان نافذ کیا اور ان کی جائدادیں ضبط کرنے کا حکم دیا۔ اس ظالمانہ فرمان میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ وہ عیسائی غلام جو یہودیوں کی ملک تھے آزاد کئے جاتے ہیں اور ان کے مالک یہودی غلام بنا کر ان کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ان کے لڑکے جو سات برس کے ہو جائیں چھین کر کلیسا کی سرپرستی میں دے دیئے جائیں۔ کسی یہودی مرد کو یہودی عورت سے شادی کرنے کا حق نہیں دیا گیا۔ یہودیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ عیسائی عورتوں سے شادیاں کریں۔ اور یہودی عورتوں کو عیسائی مردوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا پابند بنایا گیا۔

جب مسلمانوں نے اندلس فتح کیا وہاں کے یہودی سخت عذاب میں گرفتار تھے مسلمانوں نے ان کو غلامی سے نجات دلائی اور ان کو دینی اور سماجی امور میں پوری طرح آزاد کیا۔ یہی وجہ تھی کہ یہودی غلام اور تمام کمزور جماعتیں مسلمانوں کی مددگار بن گئیں۔

ل؎ نفح الطیب میں آیا ہے کہ موسیٰ جب ۹۳ھ میں افریقہ سے اندلس گیا۔ اس کا لشکر دس ہزار مجاہدین پر مشتمل تھا۔ اس نے افریقہ میں اپنے لڑکے کو قائم مقام بنایا تھا۔

بھی تھے جن کی عمر سو سال کی تھی۔ بہت سے صحابیوں کے صاحبزادے بھی اس مہم میں شریک تھے۔

ے نفح الطیب میں آیا ہے :-

"ابن حبیب کا خیال ہے کہ اندلس ایک صحابی المنیذرؓ اور تین تابعین امیر موسیٰ بن نصیر، علی بن رباح لخمی اور حیوٰۃ رجاء تمیمی گئے تھے۔ کہا جاتا ہے تیسرے تابعی کا نام حنش صنعانی (صنعاء شام کا ایک گاؤں ہے) ہے۔ یہ لوگ موسیٰ کے ساتھ لوٹ آتے تھے۔ اہل سرقطہ کا دعویٰ ہے کہ حنش کا انتقال وہیں ہوا۔ اور ان کی قبر سرقطہ میں موجود ہے۔ کہا جاتا ہے اندلس داخل ہونے والے تابعین کی تعداد چار تھی۔ چوتھے کا نام عبدالرحمٰن جیلی انصاری بتایا جاتا ہے بعض حیان ابی جبلہ (مولیٰ بنی عبداللہ) کا نام بھی لیتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو فقیہوں کی ایک جماعت کے ساتھ تعلیم و تدریس کے لئے افریقہ بھیجا تھا۔ یہ عمرؓ بن العاص ابن عباس اور ابن عمر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے روایت کرتے ہیں۔ یہ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ لڑائیوں میں شریک رہے۔ اور جنوبی فرانس میں قرشونہ تک پہنچے"۔

ابن الابار نے التکملہ میں بیان کیا ہے کہ "حیوٰۃ بن رجاء تمیمی موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس میں داخل ہوئے تھے۔ ان کا شمار تابعین میں ہوتا تھا"۔

یاقوت نے معجم میں ذکر کیا ہے کہ "حنش بن عبداللہ صنعانی کا شمار بڑے اور ثقہ تابعین میں ہوتا تھا۔ یہ اندلس گئے تھے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے۔ حنش بن عبداللہ بن عمرو بن حنظلہ بن فہد بن قنیان بن ثعلبہ بن عبداللہ بن تامر السبائی۔ ان کی کنیت ابورشید تھی۔ یہ حضرت علی کے ساتھ کوفے میں رہ چکے تھے اور ان کی شہادت کے بعد مصر چلے آئے تھے۔ انھوں نے رویفع بن ثابت کے ساتھ مغرب میں اور موسیٰ بن نصیر کے ساتھ اندلس میں جہاد کیا تھا۔ ان کی وفات افریقہ میں ہوئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مصر میں ان کا انتقال ہوا تھا۔ بعض سرقطہ میں ان کی قبر بتاتے ہیں۔ المنیذرؓ افریقہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے۔ (بقیہ حاشیہ دوسرے صفحہ پر)

موسیٰ نے طارق کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے اپنی فوجیں آگے بڑھائیں اور مریدہ (Merida) اور سرقسطہ[2] فتح کیا۔ اس کے لشکر کا بڑا حصہ سواروں پر مشتمل تھا۔ ہر دستے کے ساتھ کھانے پینے کا سامان خچروں پر لدا ہوا پیچھے پیچھے چلتا تھا۔

(باقی حاشیہ گذشتہ، ابن عبدالبر نے حسب ذیل حدیث ان کے حوالے سے بیان کی ہے:

من قال رضیتُ باللّٰہِ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلعم نبیاً فانا الزعیمُ لہٗ فلآخذن بیدہ فلادخلنہ الجنۃ "

[1] یہ رومیوں کے زمانے کا مشہور شہر ہے۔ عربوں نے اس پر ۷۱۵ء میں قبضہ کیا تھا۔

[2] اس کا نام رومی شہنشاہ سیزر اغسطس (Cesar Augusta) کے نام پر رکھا گیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کو بگاڑ کر سرقسطہ کر دیا۔ یہ عربی اور فرانسیسی حکومتوں کے درمیان میں واقع تھا اس لئے اس کو الثغر الاعلیٰ بھی کہتے تھے۔ قوطیوں نے ۴۷۶ء میں اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ فرانسیسیوں نے جب خاندان کلودس کی حکومت کا زمانہ تھا اس کا محاصرہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب عربوں نے اسپین پر قبضہ کیا اس کا شمار بڑے شہروں میں ہوتا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن الداخل کے زمانے میں شارلمان نے اس کا محاصرہ کیا۔ لیکن ناکام رہا۔ اسپینیوں نے ۱۱۱۸ء میں اس پر پانچ سال کی مسلسل جنگ اور نو مہینے کے محاصرے کے بعد قبضہ پایا۔ میں نے آخر جون ۱۹۳۰ء میں اس کو دیکھا۔ پرانی یادگاروں میں ابی جعفر احمد کا قصر جعفریہ ابھی تک موجود ہے۔ یہ گیارھویں صدی عیسوی کے وسط میں تعمیر کیا گیا تھا۔ میں نے "آسیو" کا گرجا بھی جو جامع اعظم کی بنیادوں پر کھڑا کیا گیا ہے دیکھا۔ اس کے شمالی اور مشرقی دروازوں پر ابھی تک عربی صنعت کے نشانات تازہ ہیں۔ اس میں پیتل کا ایک قبہ ہے جو ایک عربی مہندس نے جس کا نام رامی تھا بنایا تھا۔ سرقسطہ کی آبادی ایک لاکھ دس ہزار ہے۔

عرب مورخین متفق ہیں کہ موسیٰ بن نصیر فرانس تک پہنچا۔ اس نے ناربون (Nar bone) کے ایک گرجے میں چاندی کے سات منقش مجسمے پائے اور قرقشونہ (carcassonne) کے گرجے سینٹ میری میں چاندی کے سات بڑے بڑے ستون اس کے ہاتھ آئے۔

عرب فرانس کو "عرض کبیرہ" کے نام سے پکارتے تھے۔ اس لفظ سے وہ تمام علاقے مراد تھے جو کوہ پری نیز، کوہ الپس، بحر اقیانوس، دریائے ایلب مملکت روم کے درمیان واقع تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ تمام زمین چارلس مارٹل[۱] پیپن[۲]

۱؎ (charles martel) چارلس مارٹل کو عرب تارلہ کہتے تھے۔ یہ پیپن ہرستال (Pepin Heristal) کا لڑکا تھا۔ اس کو پیپن ہرستال نے اپنے لڑکے گریمالڈ کے قتل کے الزام میں قید کر دیا تھا۔ ہرستال کی موت کے بعد ۷۱۴ء میں اپنے باپ کی جگہ پر حاجب مقرر ہوا۔ اس نے شاہ شیلڈرک ثانی اور ٹیبری چہارم کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھایا اور حکومت کے نظم و نسق پر پوری طرح قابض ہو گیا۔ وہ نام کے بادشاہ تھے۔ چارلس دراصل سلطنت کا مالک تھا۔ اس نے سکسن اور بویرین قبیلوں کو شکست دی اور ایکوٹین کے ڈیوک کے لڑکوں کو ہرایا۔ ان شکست خوردہ شہزادوں نے عربی فتوحات کے سیلاب سے ڈر کر چارلس سے مدد کی درخواست کی اور ایک عام خطرے کی بنا پر پرانی دشمنیوں کو بھول کر عربوں کے مقابلے میں متحد ہو گئے۔ اور ۷۳۲ء میں اس متحدہ لشکر نے جو چارلس مارٹل کی قیادت میں صف آرا ہوا تھا امیر عبدالرحمان الغافقی کو شکست دی امیر پائٹرس شہید ہوا۔ چارلس اسی معرکے میں مارٹل (توڑنے والے) کے نام سے مشہور ہوا۔ یوروپین مورخین کی رائے ہے کہ اسی حادثے نے مسلمانوں کی ترقی روک دی اور یورپ اور عیسائیت کو مسلمانوں کی غلامی سے بچا لیا۔

۲؎ (Pepin the short) پیپن قصیر، یہ چارلس مارٹل کا لڑکا تھا۔ اس نے بھی سکسن بویری اور ایکوٹین کے امیر سے لڑائیاں لڑیں۔ اس نے (باقی آئندہ صفحے پر)

اور شارلمان[1] کے زمانے میں فرانس کہلاتی تھی۔ عرب مورخین کے قول کے بموجب یہاں بسنے والی قومیں بہت سی زبانیں بولتی تھیں۔

مسیحی قوموں نے اپنے دشمنوں کو ہر طرف سے ایک ہی وقت میں ظاہر ہوتے دیکھا تھا۔ اس عالمگیر مصیبت نے ایک عام دہشت طاری کر دی تھی اگر کوئی مقام بغیر لڑے بھڑے فتح ہو جاتا اور وہاں کے باشندے بلا مقابلہ کئے ہتھیار ڈال دیتے تو یہ حملہ آور ان کے مال اور مذہب کے معاملے میں کوئی زیادتی نہ کرتے تھے۔ گرجوں میں جو قیمتی چیزیں ہاتھ آتیں وہ ان پر قبضہ کرتے اور گرجے کے ایک حصہ کو مسجد بنا لیتے تھے۔ وہ ان خالی زمینوں پر بھی قبضہ کر لیتے تھے جن کا کوئی والی وارث نہ ہوتا تھا۔ گھوڑے اور فوجی ضرورت کی دوسری چیزیں ان کے تصرف میں آتی تھیں۔ مفتوحین پر جزیہ

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) میروونجیہ خاندان کو تخت سے بیدخل کر کے ۷۵۱ء میں حکومت پر قبضہ کر لیا اور باقاعدہ بادشاہ بن بیٹھا۔ اس نے ناربون اور قرقشونہ عربوں سے چھین لیا تھا۔ اس نے ۷۶۸ء میں وفات پائی

[1] charlemagne، شارلمان، یہ پیپن قصیر کا بڑا لڑکا تھا۔ یہ نوسٹریا میں ۷۴۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ یہ اور اس کا بھائی کارلومان (carloman) دونوں حکومت کے مالک ہوئے لیکن ۷۷۱ء میں کارلومان مر گیا اور شارلمان بلا شرکت غیرے پیپن کا وارث ہوا۔ اس نے ایکویٹین اور لمبارڈی کے بادشاہوں سے جنگ کی اور سکسن قبیلے کو شکست دے کر نصرانیت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے شاہان یورپ کو شکست دے کر پورے مسیحی یورپ کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ یہ قرون وسطیٰ کا سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ شارلمان نے عربوں سے مسلسل جنگیں کیں اور ان کو جزائر سرڈانیہ اور کورسیکا سے نکال دیا۔ اس نے کتلونیہ اور اراگون اور سرقسطہ کے درمیان کے علاقے مسلمانوں سے چھین لئے لیکن سرقسطہ پر قبضہ نہ کر سکا

بھی عاید کیا جاتا تھا لیکن اس بارے میں ان کے مالی حالات کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی ضمانت کے طور پر مفتوحین کے بعض اشخاص بھی ساتھ لے لئے جاتے تھے۔ لیکن جو مقامات تلوار کے زور سے فتح ہوتے تھے وہاں وہ سبھی مظالم ہوتے تھے جو ان حالات میں عام طور پر ہوا کرتے ہیں۔ وہاں کے باشندوں پر دوگنا جزیہ عاید کیا جاتا تھا اور ان پر قابو رکھنے کے لئے ایک افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ افسر کبھی کبھی یہودی ہوتا تھا۔ یہودی عیسائیوں کے دشمن تھے۔ اس لئے یہ "دشمنی" ان مفتوحہ ملکوں کی حفاظت اور عیسائیوں کی نگرانی کے لئے "بڑے اعتبار کی چیز سمجھی جاتی تھی۔

فرانس پر عربوں کے حملوں کا تذکرہ کرتے ہوتے عرب مورخین نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر کی آرزو تھی کہ وہ جرمنی کے راستے سے قسطنطنیہ اور ایشائی کوچک ہوتے ہوئے دارالخلافت دمشق اس طرح پہنچے کہ پورا بحر متوسط مملکت اسلامیہ میں شامل ہو جائے اور یہ تمام مقامات ایک دوسرے سے مل کر ٹھوس اسلامی سلطنت بنا دیں۔ لیکن مسیحی مورخین نے فرانس میں موسیٰ کے داخلے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ شاید موسیٰ کے حملے بہت عجلت میں ہوئے۔ وہ باز کی طرح جھپٹتا اور پھر لوٹ آتا تھا۔ کوئی شبہ نہیں اُس زمانے میں مسیحی قومیں بڑے خطرے میں گھری ہوئی تھیں۔ یہ سوچ کر اب بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اگر عرب فاتحین میں تفرقہ نہ پڑ جاتا "تو آج یورپ فاتح عربوں کے زیر فرمان ہوتا۔"

اس جگہ رینو نے مقری کی عبارت بطور شہادت پیش کی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مختصراً یہ عبارت نفح الطیب (صفحہ ۱۲۶ جزو اول) سے نقل کر دیں:۔

موسیٰ بن نصیر کا دل جلیقیہ (galicia) کی طرف

لگا ہوا تھا[1] ابھی وہ اس مہم کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ولید بن عبدالملک کا پیغامبر مغیث رومی آ پہنچا اور بادشاہ کی جانب سے اسپین سے لوٹنے اور لڑائی بند کرنے کا حکم سنایا۔ موسیٰ کو اس فرمان سے تکلیف ہوئی! اسپین میں جلیقیہ کے علاوہ اور کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہی تھی جہاں عربوں کے قدم پہنچ نہ گئے ہوں۔

موسیٰ جلیقیہ کے خیال سے دست بردار نہ ہو سکا۔ اس نے مغیث کی بڑی خوشامد کی اور اتنی مہلت چاہی کہ جلیقیہ فتح کر کے اپنی آرزو پوری کر لے۔ موسیٰ نے مغیث کو ثواب اور مال غنیمت دونوں میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ مغیث نے کہنا مان لیا۔ موسیٰ نے حملہ کیا اور بارو اور لک (luque) کے قلعے فتح کر لئے۔ اس نے یہاں ٹھہر کر فوجی دستے اطراف میں روانہ کئے اور بحر اخضر کے ساحلی مقامات فتح کر لیئے۔ وہاں کے لوگوں نے صلح کا ہاتھ بڑھایا اور جذیہ دینا قبول کیا۔

عرب وہاں کے میدانوں میں رہ گئے۔ عربوں اور بربروں کا قاعدہ تھا کہ جب کسی ایسے مقام سے گذرتے جو انھیں پسند آتا تو وہیں بس جاتے اس صورت سے اسپین کی زمین پر اسلامی آبادیاں قائم ہوتی گئیں

موسیٰ کا کام ابھی ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ دوسرا شاہی سفیر ابونصیر بھی آ پہنچا۔ جب موسیٰ نے واپسی میں دیر لگائی تو خلیفہ نے اس کی سرزنش کے لئے ابونصیر کو بھیجا موسیٰ لک (luque) سے جلیقیہ (galeeqea) لوٹ آیا راستہ میں طارق بھی آ ملا۔ اور دونوں مغیث اور ابونصیر کے ساتھ اشبیلیہ لوٹے۔ موسیٰ نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اپنی جگہ

---

[1] فرانسیسی غالیسیا (galicie) کہتے ہیں عرب اس کے دارالحکومت کو شانت یاقو کہتے تھے۔ فرانسیسی اس کو - Saint - jacques compos - telle کہتے ہیں

اندلس کا امیر بنایا۔ سمندر کی قربت کی وجہ سے اشبیلیہ کو اس کا دارالحکومت قرار دیا۔ اور ۹۵ھ میں طارق کے ساتھ سمندر کے راستے سے واپس چلا۔ موسیٰ کے داخلے سے پہلے طارق اندلس میں ایک سال گذار چکا تھا اور موسیٰ کے پہنچنے کے بعد دو سال چار مہینے اور رہا تھا۔

موسیٰ اپنے ساتھ بیشمار مال غنیمت اور تیس ہزار لونڈی غلام لے کر چلا۔ اس کے پاس جواہرات کا انمول ذخیرہ تھا۔ اس ساز و سامان کے کے بعد بھی جو مالِ غنیمت میں حاصل ہوا تھا اسے افسوس تھا کہ وہ حسب منشا اپنا عزم جہاد پورا نہ کر سکا۔ اس کی آرزو تھی کہ وہ یورپ کے باقی حصوں کو فتح کرکے حکومت شام سے ملا دیتا اور اس مہم میں خشکی کا وہ راستہ اختیار کرتا جو اندلس کے راہ گیر اپنی آمد و رفت کے لئے اختیار کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے اس نے اپنی فتوحات کے سلسلہ میں بلاد یورپ میں ایک بہت بڑی لاٹ پائی تھی۔ جس پر عربی میں حسب ذیل عبارت کھدی ہوئی تھی:-

"اے بنی اسمٰعیل! تم اپنی منزل تک پہنچ گئے اب لوٹ جاؤ۔"

موسیٰ یہ عبارت پڑھ کر خوفزدہ ہوا اور کہا یہ عبارت کسی اہم بات کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور اکثریت کی بات مان کر لوٹ پڑا۔

نفح الطیب میں اس کے دو صفحوں کے بعد آیا ہے:-

بعض مورخوں کا بیان ہے کہ انھوں نے (موسیٰ اور اسکے ساتھیوں نے) مذکورہ بالا عبارت کے بعد یہ تحریر پڑھی "کہ اگر تم یہ سوال کرو کہ کیوں لوٹ جاؤ، پس جان لو کہ تم لوٹو گے تاکہ ایک دوسرے

کی گردنیں کاٹو"۔ ؎

اندلس میں موسیٰ کے داخلے کے بارے میں ابن خلدون کا بیان ہے۔

؎ معلوم ہوتا ہے یہ عربی کتبہ کسی دوسرے قصے کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ کوئی شبہ نہیں موسیٰ تسخیر یورپ کے ارادے سے اس کتبے کی وجہ سے باز نہیں آیا۔ جس شخص نے دنیا میں حیرت انگیز فتوحات کی مثالیں قائم کی ہوں اس کے اوپر اس قسم کے وہموں کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے یہ تحریر محض عربوں کو خوفزدہ کرنے کے لئے گڑھی گئی ہو۔ موسیٰ اپنے ارادے کی تکمیل اس فرمان کی وجہ سے نہیں کر سکا جو ولید نے اس کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے بھیجا تھا۔ ولید حالات کا پورا اندازہ کئے بغیر ایسے خطرناک اقدام کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ موسیٰ کو بلا کر وہاں کے حالات کی تفصیل معلوم کرے۔ دوریٔ منزل کی وجہ سے صرف خط و کتابت سے وہ باتیں معلوم نہیں ہو سکتی تھیں جو وہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

جب کاؤنٹ سبتہ جولین موسیٰ کو اندلس پر حملے کی دعوت دی۔ تو موسیٰ نے ولید کو صورت حال سے مطلع کیا اور حملے کی اجازت مانگی۔ ولید نے جواب دیا "پہلے چھوٹے چھوٹے دستے بھیجکر وہاں کے حالات معلوم کرو اور پوری واقفیت حاصل کئے بغیر مسلمانوں کو ایسے خوفناک سمندر میں تباہ نہ کرو"۔ موسیٰ نے کہا کہ یہ سمندر بحر زخار نہیں بلکہ خلیج ہے اور اتنی چھوٹی ہے کہ اس طرف کے مناظر صاف نظر آتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا "اگر یہ صورت ہے تو کسی بڑے حملے سے پہلے چھوٹے چھوٹے دستے بھیج کر حالات کا اندازہ لگاؤ"۔

جب خلیفہ ولید نے صرف چودہ کلومیٹر چوڑی خلیج کو لمبی خط و کتابت کے بعد پار کرنے کی اجازت دی تو اس کی محتاط طبیعت کیلئے پورے براعظم یورپ کی تسخیر کی اجازت بلا تفصیل معلوم کئے ہوئے ممکن نہ تھی۔ خلیفہ کو مرکز خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی جان و مال کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔

اندلس کی تسخیر کے بعد جب وہاں مسلمان آبادیاں اچھی طرح سے جم گئی تھیں اور

"موسیٰ ۹۳ھ میں عرب اور بربر بہادروں کا لشکر گراں لے کر چلا اور جزیرۂ خضراء اور طنجہ کے درمیان میں خلیج زقاق سے ہو کر اندلس پہنچا۔ یہاں طارق بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ کہا جاتا ہے کہ موسیٰ اندلس میں جبل طارق کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے جو اب جبل موسیٰ کے نام سے مشہور ہے آگے بڑھا اور فتح کرتا ہوا مشرق میں بارسلونہ وسط میں ناربون اور مغرب میں صنم قادس تک جا پہنچا۔ اس نے ان ملکوں پر تسلط قائم کیا اور بے شمار مال غنیمت اکٹھا کیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ قسطنطنیہ کے راستے سے مشرق پہنچے تاکہ اندلس اور شام کے راستے ایک دوسرے کے لئے کھل جائیں۔ وہ چاہتا تھا کہ مسیحی ملکوں کو فتح کرتا ہوا خشکی کے راستے سے دمشق جا پہنچے۔ اس عزم کی اطلاع خلیفہ ولید کو بھی ہوئی۔ وہ دارالحرب میں مسلمانوں کی نازک حالت کا

اور پورا ملک مسلمانوں سے بھرا ہوا تھا عمر بن عبدالعزیز نے وہاں سے مسلمانوں کو ہٹانے کی تدبیریں سوچی تھیں۔ وہ انھیں ہٹا کر افریقہ میں رکھنا چاہتے تھے تاکہ مرکز خلافت سے دور ہونے کی وجہ سے دشمنوں کے نرغے میں نہ پھنس جائیں۔ عمر بن عبدالعزیز کا یہ خوف آٹھ سو سال کے بعد صحیح ثابت ہوا۔

ولید نے موسیٰ کو بلایا تھا تاکہ حالات معلوم کر کے کوئی صحیح رائے قائم کرے۔ لیکن موسیٰ دارالخلافت تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ ولید کی بیماری کی اطلاع ملی۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی سلیمان تخت نشین ہوا۔ سلیمان موسیٰ سے حسد کرتا تھا۔ اس نے اختیار پاتے ہی موسیٰ کو ستانا شروع کیا اور اس کی خدمات کے صلے میں انعام و اکرام کے بجائے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سے استقبال کیا۔ سلیمان کو صرف اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کی فکر تھی۔ اس کو مصلحت عام کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ابن خلدون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید نے موسیٰ کو صرف مسلمانوں کی سلامتی کی طرف سے اطمینان کرنے کے لئے بلایا تھا۔

اندازہ کرکے بہت پریشان ہوا۔ وہ ڈرا کہ اگر موسیٰ کو اپنے ارادوں کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا گیا تو مسلمانوں کو بڑے خطروں کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس نے موسیٰ کی واپسی کے لئے تاکیدی احکام بھیجے اور شاہی سفیر کو ہدایت کی کہ اگر موسیٰ تعمیل حکم میں لیت ولعل کرے تو وہ مسلمانوں کو لے کر لوٹ آئے۔

موسیٰ کا ارادہ عمل کا جامہ نہ پہن سکا۔ وہ سرحدوں کے انتظام اور نگرانی کا معقول بندوبست کرکے اندلس سے لوٹا۔ اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو اندلس کا حاکم بنایا اور قرطبہ کو دارالامارت قرار دیا۔ موسیٰ ۹۵ھ میں قیروان پہنچا اور ۹۶ھ میں بڑے سازوسامان اور مال غنیمت کے ساتھ جس میں تیس ہزار غلام بھی تھے دارالخلافہ کے ارادے سے آگے بڑھا۔ اس نے افریقہ میں اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اس زمانے میں اندلس کا صوبہ بھی حکومت افریقہ ہی میں شامل تھا اور قیروان کا گورنر اس کی نگرانی کا فرض انجام دیتا تھا۔ موسیٰ سلیمان بن عبدالملک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ ولید کے بعد تخت پر بیٹھا تھا۔ سلیمان موسیٰ سے خوش نہ تھا۔ اس نے اس کو طرح طرح کے عذاب دینے شروع کیے اس نے اندلسی فوجوں کو بھڑکا کر عبدالعزیز کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر دیا اور امارت کے دو ہی سال کے اندر اس کا سر قلم کرا دیا۔ یہ بڑا پڑھا لکھا اور نیک امیر تھا۔ اس نے اپنے زمانے میں بہت سے ممالک فتح کیے تھے۔ سلیمان کی ناخوشی کی وجہ یہ تھی کہ موسیٰ کو مصر میں ولید کی بیماری کی اطلاع ملی۔ ولید نے اس کو جلد حاضر ہونے کی ہدایت کی تھی سلیمان نے جو اس کے بعد تخت پر بیٹھنے والا تھا تاخیر کا فرمان بھیجا۔ موسیٰ نے سلیمان کے حکم کی پرواہ نہ کی اور منزل پر منزل طے کرتا ہوا ولید کی وفات سے چند دن پہلے دمشق پہنچ گیا اور تمام مال غنیمت ولید کے سامنے پیش کر دیا۔

سلیمان کو موسیٰ کی نافرمانی بہت کھلی۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی موسیٰ اور اس کے خاندان والوں پر طرح طرح کی سختیاں کیں۔ بالآخر موسیٰ ہزار دل دکھ جھیل کر مدینہ منورہ میں ۹۸ھ میں وفات پا گیا۔

ابو محمد بن ابی زید قیروانی کا بیان ہے کہ:۔

"طرابلس سے طنجہ تک موسیٰ سے پہلے بربر بارہ مرتبہ مرتد ہو چکے تھے اور ابھی تک اسلام نے ان کے دلوں میں جگہ نہ پائی تھی۔ جب موسیٰ نے بربروں کے لشکر گراں کے ساتھ اندلس میں قدم رکھا اور زمینیں فتح کر کے انکو بسایا تو اسلام نے بھی ان کے دلوں میں گھر کیا۔ اور انھوں نے پھر کبھی ارتداد کا ارادہ نہ کیا"۔

ابن عذاری مراکشی نے اپنی کتاب "المغرب فی اخبار ملوک الاندلس والمغرب" میں لکھا ہے۔

"جمادی الآخر ۹۶ھ میں خلیفہ ولید نے وفات پائی اور اس کی جگہ پر سلیمان تخت خلافت کا مالک ہوا۔ وہ موسیٰ سے خوش نہ تھا۔ اس نے موسیٰ کو دھوپ میں کھڑا کیا۔ موسیٰ موٹا تازہ آدمی تھا۔ دھوپ میں کھڑا تو ہوا لیکن تھوڑی ہی دیر میں غش کھا کر گر پڑا۔ سلیمان نے اس سے کہا "میں نے تمہیں ایک حکم دیا تھا لیکن تم نے اس کی پرواہ نہ کی۔ اب ایک لاکھ دینار داخل کرو"۔ موسیٰ نے جواب دیا "امیر المومنین! جو کچھ میرے پاس تھا آپ نے لے لیا اب میں ایک لاکھ دینار کہاں سے لاؤں؟" سلیمان موسیٰ کے جواب سے بہت چڑھا اور مطالبہ دوگنا کر دیا۔ موسیٰ نے پھر عذر کیا لیکن سلیمان نے ایک لاکھ اور بڑھا کر تین لاکھ دینار کا مطالبہ کیا اور موسیٰ کو طرح طرح کے عذاب دے کر قتل کرنا چاہا"۔

موسیٰ نے یزید بن مہلب سے جو سلیمان کے دربار میں بڑا درجہ رکھتا تھا مدد مانگی۔ یزید نے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہو داخل کر دو۔ بیان کیا جاتا ہے موسیٰ نے دس لاکھ دینار دے کر اپنی جان بچائی۔ ابن حبیب وغیرہ نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔ یزید بن مہلب ایک رات موسیٰ کے یہاں ٹھہرا اور اس سے پوچھا "کیا آپ کے اور آپ کے خاندان والوں کے پاس ایک ہزار غلام نہ ہوں گے ؟" موسیٰ نے کہا "نہیں، لاکھوں ہوں گے" یزید نے کہا پھر جان بوجھ کر آپ نے اپنی جان کیوں پھنسائی ؟ وہیں کیوں نہ رہے جہاں "آپ کا حکم چلتا تھا ؟ موسیٰ نے کہا " خدا کی قسم اگر میں چاہتا تو یہ لوگ میرا بال بیکا نہ کر سکتے لیکن میں اللہ سے ڈرا اور حلقہ اطاعت سے باہر نہ نکلا"

یزید بن مہلب اطاعت امیر کی فضیلت سے بے خبر نہ تھا لیکن سلیمان کے ظالمانہ سلوک نے جو اس نے تاریخ اسلام کی ایک بڑی شخصیت کے ساتھ روا رکھا تھا۔ اس کے دل میں بڑا ہیجان پیدا کر دیا تھا موسیٰ بڑا آدمی تھا۔ اس نے اسلام کی بے نظیر خدمات انجام دی تھیں۔ ایسی شخصیت کے ساتھ وہ سلوک جو مجرموں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔ بہت عبرت خیز تھا۔ درحقیقت وہ عالم اسلام ہی کا نہیں بلکہ دنیا کا بڑا آدمی تھا۔ بربر اپنی جنگجوئی اور خون آشامی میں بہت مشہور تھے۔ موسیٰ نے ان کا زور توڑ دیا اور بارہ مرتبہ مرتد ہونے کے بعد حسن تدبیر سے ان کو اسلام کا ایسا گرویدہ بنایا کہ پھر ارتداد کا خیال بھی ان کے دلوں میں نہ آیا۔

موسیٰ پچھتر سال کی عمر میں اندلس گیا۔ اور اس پیرانہ سالی میں بھی اس نے اپنی جوان ہمتی سے پورے ملک کو زیر نگیں بنایا۔ یہ فتوحات اس وقت ہوئیں۔ جب طارق اور اس کے پاس تین لاکھ مجاہدین سے زیادہ

نہ تھے۔ کسی دوسرے سپہ سالار کے لئے جس کے پاس اس کی دس گنی فوج ہوتی ایک اجنبی ملک میں دشمنوں کی ٹڈی دل فوجوں کو چیر کر آگے بڑھنا ممکن نہ ہوتا۔ یہی نہیں کہ اندلس میں موسیٰ کی نظیر نہیں ملتی۔ سچ تو یہ ہے عالم انسانیت میں اس کی ہمت کا سپہ سالار مشکل سے ملے گا۔

میں نے امام ذہبی کی کتاب "دول الاسلام" میں پڑھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نے اٹھتر سال کی عمر پاکر وادی القریٰ میں وفات پائی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اگر میرے ساتھی فرمانبرداری کرتے تو میں آگے بڑھ کر روم پر قبضہ کر لیتا۔ ابن عذاری کی روایت ہے کہ موسیٰ نے شمالی افریقہ اور اندلس میں تقریباً اٹھارہ سال امارت کی۔

موسیٰ کی وفات کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ سلیمان کے ساتھ حج کرنے گیا تھا۔ اس نے مدینے پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "آج کے تیسرے دن وہ شخص دنیا سے اٹھ جائے گا جس کا نام مشرق اور مغرب میں بچے بچے کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔" اس زمانے میں موسیٰ ہی ایسا آدمی تھا جس کی شہرت مشرق اور مغرب میں پھیلی ہوئی تھی۔

سلیمان نے موسیٰ ہی کی تعذیب پر بس نہیں کیا بلکہ اس کے تمام لڑکوں کو بھی بڑی بے دردی سے سزائیں دیں۔ اس نے محمد بن یزید گورنر افریقہ کو موسیٰ کے بیٹے عبداللہ کی گرفتاری تعذیب اور مال و اسباب کی ضبطی کا حکم دیا۔ محمد بن یزید نے عبداللہ بن موسیٰ کو قید کیا اور طرح طرح کی ایذائیں دے کر قتل کر دیا۔

موسیٰ کے دوسرے لڑکے عبدالعزیز کے قتل کے بارے میں بہت سی روایتیں بیان کی جاتی ہیں۔ قرین عقل یہ ہے کہ اس نے اپنے باپ موسیٰ اور

بھائی عبداللہ کے حالات کی اطلاع پاکر بنی مروان کی اطاعت سے سرتابی کی خلیفہ سلیمان نے اندلس کے عرب امیروں کے نام عبدالعزیز کے قتل کا فرمان بھیجا۔ ان امیروں نے اسے قتل کر کے اس کا اور اس کے بھائی کا سر قلم کر کے خلیفہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ سر بدنصیب باپ موسیٰ کے سامنے شاہی قید خانے میں جہاں وہ عذاب کی سختیاں جھیلنے کے لئے بند کر دیا گیا تھا۔ پیش کئے گئے[1]

ابن عذاری کا بیان ہے کہ سلیمان نے موسیٰ کو عذاب دیکر بہت بڑی غلطی کی۔ یہ ابن عذاری کی بہت بڑی فرو گذاشت ہے کہ وہ سلیمان کی ان حرکتوں کو صرف "غلطی" سمجھتا ہے۔ درحقیقت سلیمان نے موسیٰ کو مبتلائے عذاب کر کے ایک ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جسے کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا لیکن ان وقعات پر غور کرتے وقت ان حالات کو سامنے ضرور رکھنا چاہیئے جو اس زمانے میں پیدا ہو گئے تھے۔

یہ فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ طارق کی بڑھتی ہوئی فتوحات کو دیکھکر

---

[1] "بغیہ الملتمس فی تاریخ رجال الاندلس" میں آیا ہے۔

"موسیٰ نے عبدالعزیز کو ۹۵ھ میں اپنی واپسی کے وقت اندلس کا امیر مقرر کیا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد سلیمان بن عبدالملک کے اشارے سے اہل لشکر نے اس کا کام تمام کر دیا اور سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجا۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالحکم ۹۹ھ کو سال قتل کا قرار دیتا ہے۔ اہل لشکر بعض امور میں اس سے مطمئن نہ تھے۔ اور افواہیں سن کر اس کے قتل پر کمر بستہ ہو گئے۔ انھوں نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجا۔ یہ سر اس وقت پہنچا جب موسیٰ سلیمان کے پاس موجود تھا۔ سلیمان نے کہا "جانتے ہو یہ سر کس کا ہے؟" موسیٰ نے کہا "ہاں! جوان صالح تھا۔ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر اس کا قاتل اس سے بہتر ٹھیرے"

موسیٰ کو رشک ہوا تھا۔ اسپین میں جب وہ ایک دوسرے سے ملے موسیٰ نے طارق کی اہانت سے بھی گریز نہ کیا۔ یہ طرز موسیٰ کی عظمت اور اس کی بزرگی کے شایان شان نہ تھا۔ طارق نے خلیفہ سے شکایت کی اور مغیث رومی نے اس کی تائید کی کوئی شبہ نہیں یہ حالات بڑی حد تک اس کی تباہی کا سبب ہوئے۔

کتاب "اخبار مجموعہ"[1] اسپین کی تاریخوں میں سب سے قدیم ہے۔

---

[1] ڈوزی نے لکھا ہے:۔

عربوں نے تسخیر اسپین کے ابتدائی دو صدیوں میں کوئی تاریخ نہیں لکھی۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ زیادہ تر زبانی روایتوں پر اعتماد کرنے کے عادی تھے۔ ان کی قوت حافظہ بھی غضب کی تھی۔ دنیا کی کوئی قوم اس معاملے میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ اہم واقعات کی تفصیل "سنہ" نام اور نسب بغیر کسی حذف و اضافہ کے پوری طرح یاد رکھتے تھے۔ اپنی اس فطری خوبی کی وجہ سے ان کو تاریخی کتابوں کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔ جملہ تاریخی معلومات نسلاً بعد نسلٍ باپ سے بیٹے اور پوتے میں منتقل ہوتی رہتی رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ کتابت کا فن جاننے والے لوگ بہت کم تھے۔ یہ لوگ اپنی تحریروں میں تاریخی دیانت کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ ایسی تصنیف جس میں ایمانداری سے کام نہ لیا گیا ہو بہت بری سمجھی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے اندلس کے اموی امراء کے زمانے میں تاریخی کتابیں بہت کم لکھی گئیں۔ لیکن ان حالات کے باوجود ہم کو اس زمانے کے حالات ابن قوطیہ کی تاریخ میں لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ اس کتاب کا نام "اخبار مجموعہ فی افتتاح الاندلس وذکر من ولیھا من الامراء الیٰ دخول عبدالرحمٰن بن معاویہ والتغلبہ علیھا وملکہ بھا ھو وولدہ والحروب الکائنۃ فی ذلک بینھم" ہے۔ اس نام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کا موضوع ہے نام نہیں ہے۔ (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اس کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب حکم المستنصر بن عبدالرحمٰن الناصر کے زمانے میں لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے مصنف کا بیان ہے

(باقی حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسی غلط فہمی کی وجہ سے میں "اخبار مجموعہ" کو "الکتاب الخزائنی" سمجھا لیکن مجھے اخبار مجموعہ میں جو پیرس کے خزینۃ الکتب میں موجود ہے وہ فصل نہ ملی جو ابن خطیب نے اپنی کتاب میں صمیل بن حاتم کے حوالے سے لکھی ہے۔ اب مجھے پتہ چلا کہ اخبار مجموعہ دوسری کتاب ہے۔ اس کتاب میں تسخیر اندلس، خانہ جنگی جو عبدالرحمٰن الداخل کے زمانے تک برپا رہی اور عبدالرحمٰن الداخل کے زمانے سے عبدالرحمٰن الثالث کے زمانے تک کے حالات موجود ہیں۔ اس کتاب کا مولف ذکر کرتا ہے کہ عبدالرحمٰن ثالث نے پچاس سال حکومت کی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنہ ۳۵۰ھ کے بعد تک زندہ رہا۔ خیال ہوتا ہے کہ وہ گیارھویں صدی عیسوی کا آدمی ہے ورنہ وہ عمر بن عبدالعزیز کا خیال کہ مسلمان اندلس سے منتقل کر کے بلاد اسلامیہ میں پہنچا دیتے جائیں نقل کر کے یہ نہ لکھتا کہ "اے کاش وہ اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے زندہ رہتے۔ خدا رحم کرے اب مسلمانوں کی تباہی میں کوئی شبہ نہیں ہے"۔ یہ ممکن نہیں کہ حکم ثانی اور منصور ابن ابی عامر کے زمانے میں یہ خیالات پیدا ہوں۔ یہ زمانہ وہ تھا جب اسلامی فتوحات کا سیلاب آگے بڑھ رہا تھا۔ یہ تحریر وہی شخص لکھ سکتا ہے جس نے گیارھویں صدی عیسوی (چوتھی صدی ہجری) میں عربوں کی پسپائی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہو۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قریب تھا کہ اذفونش تمام اسلامی اسپین پر قبضہ کر لے۔ اس کتاب میں ایک فصل دسویں صدی عیسوی کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس فصل میں ہے "ہم کو محمد ابن ولید نے خبر دی"۔ اس شخص نے سنہ ۳۰۹ھ میں وفات پائی"۔ دوسری جگہ ذکر آیا ہے کہ "اس نے امیر عبدالرحمٰن الداخل (المتوفی سنہ ۷۸۸ء) کے فرار ہونے کی خبر ان کے ایک معاصر کی زبان سے سنی ہے"۔ یہ عجیب و غریب تناقض ہے۔ اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف نے یہ روایت آٹھویں صدی عیسوی کے کسی آدمی سے سنی (باقی آئندہ صفحے کے حاشیے پر)

کہ "موسیٰ ۹۳ھ میں اٹھارہ ہزار مجاہدین کی جمعیت لیکر اسپین میں داخل ہوا تھا" یہ بیان مقری کی اس روایت کے خلاف ہے۔ جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ "موسیٰ کے ساتھ دس ہزار سپاہی تھے"۔

جب موسیٰ کو طارق کی کامیابیوں کی اطلاع ہوئی اس کے دل میں رشک و حسد کے جذبات پیدا ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس نے اس راستہ پر بھی چلنا پسند نہ کیا جس کو طارق نے اپنے لئے پسند کیا تھا۔

(باقی حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہو گی اس کی عبارت یہ ہے:

"مجھے اس آدمی نے خبر دی جس نے عبدالرحمٰن اوّل سے اس کی فراری کا حال سنا تھا" ان متناقض بیانات میں تطبیق کے لئے ضروری ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ کتاب کے بعض اجزاء آٹھویں صدی عیسوی کے آخر میں لکھے گئے۔ جو نسخہ پیرس کے کتب خانے میں محفوظ ہے اس میں بعض فصلیں ہیں جو گیارھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی تھیں اس سے یہ خیال زیادہ صحیح ہے کہ یہ کتاب چند تاریخوں کا مجموعہ ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اس مجموعہ کے جملہ مصنفین "انصار بنی امیہ" سے تعلق رکھتے ہیں"۔

ہو سکتا ہے اس کتاب میں بہت سے راویوں کی روایتیں درج کی گئی ہوں۔ ان راویوں میں بعض قدیم زمانے سے تعلق رکھتے ہوں اور بعض آخری زمانے میں موجود رہے ہوں۔ لیکن ڈوزی کا یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ مولف کتاب نے عمر بن عبدالعزیز رح کے خیال کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کے زوال پر افسوس کیا ہے اس لئے اسکو گیارھویں صدی کا آدمی ہونا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے مصنف مسلمانوں کے زمانہ فتوحات میں موجود رہا ہو اور ان کی خانہ جنگیوں کو دیکھ کر ان کی بد انجامی کا تصور کر رہا ہو۔ کوئی شبہ نہیں دشمنوں کی کثرت اسلامی حکومت کی سرحد سے ارض کبیرہ د فرانس، کا ملا ہونا اور مسلمانوں کے آپس کے فتنے ایسے اسباب تھے جس کو دیکھ کر اہل نظر مسلمان آنے والے خطرے کا اندازہ کر رہے تھے۔

رہنماؤں نے بیان کیا کہ ہم آپ کو اس راستے سے لے چلیں گے جو طارق کے راستے سے کہیں اچھا ہو گا۔ اور ایسے شہروں تک پہنچائیں گے جو عظمت و شان میں ان مقامات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوں گے جو طارق نے فتح کئے اس بیان سے موسیٰ بہت خوش ہوا۔ اس کو طارق کی فتوحات سے بڑی تکلیف ہوئی تھی۔

"رہنماؤں نے شذونہ کی راہ بتائی۔ موسیٰ نے اس مقام پر بزور اپنا تسلط بٹھایا۔ اس کے بعد قرمونہ کی باری تھی۔ یہ مقام اسپین کے شہروں میں بہت محفوظ سمجھا جاتا تھا۔ زور و قوت اور محاصروں کی شدت سے اس کا فتح ہونا بہت مشکل تھا۔ موسیٰ نے اپنے رہنماؤں کو آگے بھیجا اور لطف و مہربانی سے اس مقام پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کی۔"

اس کے رہنما آگے جا چکے تھے۔ جولین اور اس کے ساتھی ان لوگوں سے مل گئے اور ان لوگوں نے موسیٰ سے امان مانگی اور رات کو شہر کا پھاٹک کھول دیا۔ مسلمان باب قرطبہ سے داخل ہوئے اور شہر کے محافظوں کو بےخبری کے عالم میں جا لیا۔ اس صورت سے یہ شہر موسیٰ کے قبضے میں آ گیا۔"

"قرمونہ سے چھٹی پا کر اشبیلیہ کی طرف بڑھا۔ یہ شہر اپنے آثار اور عمارتوں کے لحاظ سے شان و شوکت میں اسپین کے دوسرے مقامات سے بہت ممتاز تھا۔ قوطیوں (goths) کے تسلط سے پہلے یہ اسپین کا دارالسلطنت بھی رہ چکا تھا۔ قوطیوں (goths) نے اپنے زمانے میں طلیطلہ کو دارالحکومت بنایا اور اشبیلیہ رومیوں کے دینی علوم اور دنیوی عظمت کا مرکز رہا موسیٰ نے کئی مہینے کے محاصرے کے بعد اس شہر کو فتح کیا شہر کے لوگ اشبیلیہ کو چھوڑ کر باجہ بھاگ گئے۔ موسیٰ یہودیوں کو اپنا معتمد بنا کر شہر ماردہ کی طرف آگے بڑھ گیا۔"

"ماردہ بھی اسپین کے بعض بادشاہوں کا پایۂ تخت رہ چکا تھا یہاں کی

پرانی عمارتیں محلات اور گرجے اپنی خوبصورتی اور عظمت کے لحاظ سے بےنظیر تھے۔ یہاں کے باشندے مقابلے کے لئے نکلے لیکن شکست کھا کر بھاگ گئے اور شہر پناہ کے اندر بیٹھ کر مدافعت کرنے لگے۔ اس معرکے میں بہت خونریزی ہوئی۔"

"جب معرکے نے بہت طول کھینچا اور کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو موسیٰ نے ایک تدبیر کی۔ رات کو پیدل اور سوار فوج کے ایک دستے کو چٹان کے پیچھے ایک گڑھے میں چھپا دیا۔ جب دشمنوں نے صبح کو حسب دستور حملہ کیا موسیٰ کے آدمیوں نے آگے اور پیچھے سے نکل کر قتل عام کیا۔ اس معرکے میں دشمن کے صرف چند آدمی موسیٰ کے نرغے سے نکل کر بھاگ سکے۔"

"ماردہ کی فصیل اپنی مضبوطی میں بے نظیر تھی۔ مہینوں لگ گئے۔ لیکن شہر فتح نہ ہوا۔ آخر کار مسلمان دبابہ[1] بنا کر اس کی آڑ میں ایک برج پر حملہ کرنے چلے۔ فصیل کے پتھر توڑنے کے بعد انہیں۔ ایک ایسی سخت چٹان سے سابقہ پڑا جس پر ان کی کدالوں کی نوکیں اور کلہاڑیوں کی دھاریں بیکار ہوگئیں۔ اس اثنا میں جب یہ اس چٹان کو توڑنے کی کوشش کر رہے تھے شہر کے لوگ ہوشیار ہوگئے اور اس حملہ آور جماعت کو جو دبابہ کے نیچے کام کر رہی تھی بڑے خونریز مقابلہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اس معرکے میں یہ پوری جماعت شہید ہوگئی۔ آج تک وہ جگہ جہاں یہ معرکہ پیش آیا تھا "برج الشہداء" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام رمضان ۹۴ھ میں فتح ہوا۔"

"برج الشہداء کے حادثہ کے بعد شہر کے لوگوں نے صلح کا پیغام دیا۔ چند سربرآوردہ لوگ موسیٰ کے پاس آئے اور بعض سیاسی اور جنگی امور

---

[1] ایک طرح کا ٹینک تھا۔ جس کے نیچے چھپ کر قلعہ کی دیواریں نقب لگاتے تھے۔

کے متعلق تبادلہ خیال کیا لیکن معاملات طے نہ ہو سکے اور یہ لوگ واپس گئے۔ اس مرتبہ جب یہ موسیٰ سے ملنے آتے تھے اس کی داڑھی سفید تھی، اور اس پر خضاب کا کوئی اثر نہ تھا۔"

"عید سے ایک روز پہلے صلح کی بات چیت پھر ہوئی۔ آج موسیٰ کی داڑھی پر مہندی کا رنگ چڑھا ہوا تھا وہ لوگ یہ حال دیکھ کر بہت حیرت زدہ ہوئے اور ایک شخص نے کہا معلوم ہوتا ہے یہ شخص آدم خور ہے ورنہ اسکی داڑھی پر یہ خونی رنگ نہ ہوتا۔"

"تیسری ملاقات کے دن موسیٰ کی داڑھی پر سیاہ رنگ کا خضاب لگا ہوا تھا۔ یہ نیا رنگ ان کے لئے اور بھی حیرت انگیز تھا۔ وہ لوگ لوٹ گئے اور اہل شہر کو سمجھایا کہ "یہ لوگ پیغمبر ہیں۔ یہ جب چاہیں بوڑھے اور جب چاہیں جوان ہو جاتے ہیں۔ یہ جو کچھ مانگیں انھیں دے کر صلح کر لو۔ ان سے لڑنے میں بھلائی نہیں۔"

"صلحنامے میں طے ہوا کہ مقتولین کا ترکہ اور جلیقیہ بھاگ جانے والوں کا مال مسلمانوں کو دیدیا جائے اور گرجوں کی دولت اور زیورات موسیٰ کے حصے میں آئیں۔ سنہ ۹۴ھ میں عید کے دن شہر کے دروازے مسلمانوں کے لئے کھول دئے گئے۔"

"اشبیلیہ کے لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ غداری کی۔ لبلہ اور باجہ کے شہروں سے لوگ آئے اور ان سب نے ملکر اسی مسلمانوں کو اشبیلیہ میں شہید کر دیا۔ موسیٰ بن نصیر کو ماردہ میں اس حادثے کی اطلاع ملی اس نے ماردہ فتح کر کے اپنے بیٹے عبد العزیز کو ایک لشکر کے ساتھ اشبیلیہ بھیجا۔ عبد العزیز نے دشمنوں کو شکست دی اور تسلط قائم کر کے لوٹ آیا۔"

"شوال کے آخر میں موسیٰ ماردہ سے طلیطلہ کے ارادے سے چلا۔ طارق کو اسکے آنے کی اطلاع ملی وہ بھی اس سے ملنے آیا۔ طلبیرہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ طارق موسیٰ کو دیکھتے ہی سواری سے اتر پڑا۔ موسیٰ نے اس کے سر پر کوڑا اٹھایا اور ان وجوہ کی بنا پر جو ان کے درمیان اختلاف کا موجب ہو رہے تھے طارق کو برا بھلا کہا۔"

موسیٰ طارق کو اپنے ساتھ طلیطلہ لے گیا۔ وہاں اس نے طارق کو حکم دیا کہ مائدہ لے اور جو کچھ تمہیں ملا ہو حاضر کرو۔ طارق نے دوسرے سامان کے ساتھ مائدہ بھی پیش کیا۔ لیکن اس کا ایک پایہ ٹوٹا ہوا تھا۔ موسیٰ نے پائے کے متعلق پوچھا لیکن طارق نے لاعلمی ظاہر کی۔

موسیٰ نے مائدہ کی مرمت کا حکم دیا۔ سونے کا نیا پایہ لگایا گیا۔ اور اسپر

لہ مائدہ۔ مدینۃ المائدہ میں طارق بن زیاد کو طلیطلہ کے بھاگے ہوئے پادریوں سے دستیاب ہوا تھا۔ یہ زمردیا سونے چاندی کا میز نما خوان تھا۔ بیش قیمت سونے کے علاوہ ایک بڑی صنعت اور برکت کی چیز سمجھا جاتا تھا۔ اس کے حاشیوں پر موتیوں اور ہیروں کی جھالر لگی تھی۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ یہ مائدہ خاص کنیۂ طلیطلہ کے لئے عیسائیوں نے بنوایا تھا۔ اور یہودی بیان کرتے تھے کہ یہ مائدہ در اصل معبد سلیمان علیہ السلام یعنی بیت المقدس واقع شام کے تبرکات میں سے تھا اور جب رومہ کے سپاہیوں نے بیت المقدس کو لوٹا تو غالباً یہ مائدہ بھی اہل یورپ کے ہاتھ لگا اور وہاں سے کسی طرح اندلس کے عیسائیوں میں پہنچ گیا۔ مذکورہ نسبت کی وجہ سے یہودی اسے مائدہ سلیمان کہتے تھے۔ مدینۃ المائدہ کی نسبت مورخین میں بہت اختلاف ہے کہ وہ کوئی مشہور شہر تھا یا طلیطلہ ہی کا دوسرا نام تھا

(تعلقات اخبار مجموعہ)

نقش و نگار بنائے گئے۔ یہاں سے وہ آگے بڑھا اور سرقسطہ اور آس پاس کے دوسرے شہروں کو فتح کیا۔"

"اخبار مجموعہ" کے مصنف نے موسیٰ کے داخلے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسکا خیال معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کا داخلہ موسیٰ کے بعد ہوا۔ وہ موسیٰ کے بعد اس کے بیٹے عبدالعزیز کے دور امارت کا ذکر کرتا ہے اور دوسرے مورخوں کی طرح یہ کہیں نہیں کہتا کہ عبدالعزیز نے سلیمان کا اپنے باپ کے ساتھ برابرتاؤ دیکھ کر سرتابی کی۔"

وہ اس قسم کی جملہ روایتوں سے بالکل الگ ہو کر بیان کرتا ہے کہ خلیفہ سلیمان کو عبدالعزیز کے قتل کی اطلاع سے بڑا صدمہ ہوا۔ اور اس نے افریقہ کے عامل عبیداللہ بن زید کو حکم دیا کہ عبدالعزیز کے معاملے میں کسی نرمی اور تساہل کو روا نہ رکھا جائے۔ اور اس کے قاتل حسب بن ابی عبیدہ اور زیاد بن نابالغہ کو تمام شرکاء کے ساتھ کر کے حاضر کیا جائے۔

موسیٰ ابن نصیر کے بعد اندلس کے حاکم

اہل اندلس نے عبدالعزیز کے بعد ایک نیک مرد ایوب بن حسب[1] لخمی کو والی بنایا۔ یہ موسیٰ بن نصیر کا بھانجا تھا۔ اس کے بعد حر بن عبداللہ الثقفی والی مقرر ہوا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانۂ خلافت میں سمح بن مالک جولانی ولایت کا حاکم ہوا۔

---

[1] یہ وہی شخص ہے جس نے قلعہ ایوب (calalayoud) کی بنیاد ڈالی تھی یہ مقام میں نے سرقسطہ سے میڈرڈ جاتے ہوئے دیکھا تھا۔"

(مصنف)

عمر بن عبد العزیزؒ نے حکم دیا کہ اس تمام جائداد پر جو بزورِ فتح کی گئی ہے۔ خمس مقرر کیا جائے۔ اور پانچواں حصّہ وصول کرنے کے بعد زمینیں مالکانِ اراضی کے پاس رہنے دی جائیں۔ عمر بن عبد العزیزؒ نے اندلس کے حالات بھی پوچھے یہ ملک مرکزِ خلافت سے بہت دور تھا۔ اس لئے ان کی رائے تھی کہ مسلمانوں کو وہاں سے ہٹا لیا جائے۔

اخبار مجموعہ کے مصنف نے بہت افسوس کے ساتھ لکھا ہے کہ کاش عمر بن عبد العزیزؒ کی زندگی کچھ دن اور ہوتی تاکہ ان کی رائے عملی صورت اختیار کر لیتی اور مسلمان بڑی ہلاکت سے بچ جاتے۔"

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے کے اہل نظر مسلمان اس وقت بھی جب ان کی فتوحات کا سیلاب آگے بڑھ رہا تھا۔ اور اسلامی حکومت کے صدر مقام قرطبہ میں لاکھوں مسلمان آباد تھے۔ اس خطرے سے غافل نہ تھے۔ جو اسلامی مرکز سے دور اور منقطع ہو جانے کی وجہ سے پیش آنے والا تھا۔ عربوں کی باہمی رنجشیں اور عربوں اور بربروں کی باہمی رقابتیں تاریک مستقبل کا ایک واضح نشان تھیں۔

سمح بن مالک خولانی کے بعد حسبِ ذیل امرا اندلس کے حاکم ہوئے

عنبسہ بن سحیم الکلبی، یحییٰ بن مسلمہ کلبی، عثمان بن سعید الخثعمی، حذیفہ بن الاحوص القیسی، الہیثم بن عفیر الکنانی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی [1] اور عبدالملک بن قطن المحاربی القرشی [2]

اخبار مجموعہ کے مصنف نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جن والیوں کا ذکر کیا

---

[1] یہ بلاط شہدا کے واقعات میں شہید ہوئے۔ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

وہ دشمنوں سے لڑتے تھے اور حکومت کی توسیع کرتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنی کوششوں سے پورے اندلس کو تسخیر کر لیا تھا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

لہ صبح الاعشیٰ کے پانچویں جز میں امراء اندلس کی حسب ذیل فہرست دی گئی ہے۔

۱ موسیٰ بن نصیر	مدت حکومت، دو سال
۲ عبدالعزیز بن موسیٰ۔	
۳ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القیسی	مدت حکومت دو سال تین مہینے
۴ سمح بن مالک الخولانی	مدت حکومت دو برس نو مہینے
۵ عتبہ بن سحیم الکلبی	مدت حکومت چار سال پانچ مہینے
۶ یحییٰ بن مسلمہ	مدت حکومت دو برس چھ مہینے
۷ حذیفہ بن الاحوص القیسی	مدت حکومت، ایک سال
۸ عثمان بن ابی	مدت حکومت پانچ مہینے
۹ الھیثم بن عبیدہ	مدت حکومت پانچ مہینے
۱۰ عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی	مدت حکومت دو سال آٹھ مہینے
۱۱ عبدالملک بن قطن الفہری	مدت حکومت چار سال
۱۲ عقبہ بن الحجاج	مدت حکومت پانچ سال دو مہینے
۱۳ مغلح ابن بشر القیسی	مدت حکومت گیارہ مہینے
۱۴ حسام بن ضرار الکلبی	مدت حکومت، دو سال
۱۵ ثوابہ بن الجذامی	مدت حکومت ایک سال۔
۱۶ یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری	مدت حکومت ۹ سال نو مہینے۔

جو نسخہ مطبع امیریہ سے شائع ہوا ہے اس کے حاشیے پر عبدالعزیز (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اسپین مصنف گونڈے نے بیان کیا ہے کہ حر ثقفی اندلس کی حدود سے آگے بڑھ کر یورپ پر حملہ آور ہوا۔ اور ناربون کے اطراف سے بہت سا مال غنیمت قیدیوں اور جانوروں کے ساتھ کامیاب لوٹا۔ اس مورخ کا خیال ہے کہ حر کی انھیں مجاہدانہ سرگرمیوں نے ان مسیحی قوتوں کے لئے جو اسٹوریہ کی پہاڑیوں میں دبی پڑی تھیں۔ بغاوت اور مقابلے کے مواقع بہم پہونچائے۔ اور وہ اسپین میں ایک مسیحی حکومت کی داغ بیل ڈالنے میں کامیاب ہوگئے۔ جو زمانہ ہوا ختم ہو چکی تھی۔ دوسرا اسبب جس نے مذکورہ بالا قوتوں کو بڑھنے کا موقع دیا۔ حر کی حکومت کے خلاف ایک عام ناگواری تھی۔ جو سخت گیر طرز حکومت کی وجہ سے مسلمانوں عیسائیوں دونوں جماعتوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوگئی تھی اور خاص و عام سرداران فوج اور امرار سب امرار ان کے ظلم و جور کے خلاف متحد ہوگئے تھے۔ گالیسیا، لیون، اور کوہستان استوریہ کے لوگ ابھی حال ہی میں مطیع ہوئے تھے۔ یہ لوگ اس برتاؤ سے ان لوگوں کے مقابلے میں زیادہ عاجز تھے۔ جو عرصے سے فرمانبردار چلے آرہے تھے۔ اس زمانے میں ایک شخص نے جس کا نام پیلا تھا۔ ان حالات سے فائدہ اٹھایا اس نے ان جماعتوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر جو ابھی تک منظم نہ تھیں مقابلے کی طرح ڈالدی یہی شخص عربی تسلط کے بعد اسپینیوں کا پہلا بادشاہ ہوا۔[۱]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)، کے بعد پہلے ایوب بن حسب لخمی کا نام دیا ہوا ہے۔ نفح الطیب میں بھی یہی ترتیب دی گئی ہے۔

[۱] عبدالملک بن قطن نے شامیوں کی مدد سے باغی بربروں سے جنگ کی تھی۔ اور ان عربوں کا بدلہ لیا تھا۔ جن کو بربروں نے جلیقیہ استرقیہ اور شمالی اندلس سے نکال دیا تھا لیکن بربروں کے شکست کھاتے ہی جب عربوں کو اطمینان ہوا ان کی باہمی عداوتیں ابھر آئیں (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

"اخبار مجموعہ" کے مصنف نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن صحاب نے مصر کا گورنر ہونے کے بعد بشر بن صفوان کو افریقیہ کا اور عتبہ بن الحجاج سلولی کو اندلس کا والی مقرر کیا وہ سنہ ۱۱۱ھ میں اندلس پہونچا اور فتوحات کا سلسلہ بڑھتا ہوا ناربون تک جا پہونچا۔

اسی مصنف نے ذکر کیا ہے کہ جب شامیوں اور عبدالملک بن قطن امیر اندلس کے درمیان ایک واقعہ پیش آیا جس کا ذکر دوسرے حصے میں آئے گا تو شامیوں نے عبدالملک کو قتل کر کے اس کی لاش کو قرطبہ میں سولی پر چڑھا دیا۔ اس کے بیٹے قطن اور امیہ ناربون کے اطراف میں موجود تھے انہوں نے ناربون کے باشندوں اور بربروں سے مدد مانگی۔ شامیوں کی تلواروں پر ابھی تک بربروں کے خون کے دھبے موجود تھے اس لئے بربر اپنی قوم کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور ایک لاکھ آدمیوں کا لشکر جرار لے کر جس میں قطن اور امیہ کے ساتھ عبدالرحمٰن بن حبیب اور عبدالرحمٰن بن علقمہ لخمی صاحب ناربون بھی شریک تھے خانہ جنگی کے لئے صف آرا ہوا۔

رینو بیان کرتا ہے کہ:۔

"عربوں کی خانہ جنگی نے اسپین اور دوسرے یورپی ممالک کے عیسائیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور شامیوں نے عبدالملک کو قتل کر دیا۔ عبدالملک کے بیٹوں قطن اور امیہ نے بربروں سے مدد مانگی اور عربوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے۔ بغیہ الملتمس میں عبدالملک کا نسب حسب ذیل ترتیب سے بیان ہوا ہے۔

عبدالملک بن قطن بن عصمہ بن انیس بن عبداللہ بن جحوان بن عمر بن حبیب بن عمرو بن شیبان بن محارب بن فہر الفھری۔ یہ سنہ ۱۱۵ھ میں عبدالرحمٰن غافقی اندلس کا امیر ہوا اور سنہ ۱۲۵ھ میں قتل ہوا۔

کی مشکلیں آسان کر دی تھیں۔ خلفائے دمشق قسطنطنیہ فتح کرنے کی تدبیریں کر رہے تھے انہوں نے اس مہم کے لئے ایک لاکھ بیس ہزار مجاہدین کا لشکر اور ایک بحری بیڑہ جو اٹھارہ سو کشتیوں پر مشتمل تھا بھیجا تھا۔ کوئی شبہ نہیں مشرقی یورپ کی تسخیر نے مغربی محاذ کی مصروفیتوں کو بہت کم کر دیا تھا لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ حملے ہوتے رہے۔ عرب مورخین نے ۷۱۸ء میں جو حُر ثقفی کی حکومت کا زمانہ تھا لینگوڈاک (Languedoc) پر بعض حملوں کا تذکرہ کیا ہے"۔

عرب مورخین کے بیان کی تصدیق باجے کے اسقف ایزیذور[۱] اور طلیطلہ کے مطران لذریق شمنیس[۲] کے بیان سے بھی ہوتی ہے ان لوگوں کا بیان ہے کہ عرب شہر نیم (Nime) تک بڑھے چلے گئے ان حملوں میں ان کا مقابلہ نہیں کیا گیا اور یہ کافی مالِ غنیمت اور بہت سے جنگی قیدی لے کر واپس ہوئے۔

جنوبی فرانس میں کوہ پرینیز سے آگے بڑھنے والے غازیوں کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا اس زمانے میں یہ علاقہ کسائی[۳] (Taineunto) کے زیر فرمان تھا اور ایک عرصہ تک قوطیوں کے (goths) زیر حکومت رہنے کی وجہ سے قوطیہ (gotie)

---

[۱] ایزیذور (عیسیدور)۔

رینو نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس نے اس کی روایتیں مختلف تحریروں سے اخذ کی ہیں۔

[۲] لذریق شمنیس

اس نے تیرھویں صدی عیسوی میں اپنی کتاب لکھی۔ عربی کتابیں اس کی معلومات کا ماخذ ہیں رینو بیان کرتا ہے کہ اس کی تاریخ عربی اور لاطینی زبانوں میں لیڈن میں چھپی تھی۔

[۳] کسائی Toneant) علمائے تاریخ نے میرو دنجین (merovengian) خاندان کے آخری کمزور بادشاہوں کو اس نام سے پکارا ہے۔ یہ بادشاہ وزراء کو حکومت کے سارے اختیارات دے کر گوشہ نشین ہو گئے تھے یہ صورت حال ۶۷۵ء سے شیلڈرک ثالث (childric) کے زمانے (۷۵۲ء) تک باقی رہی۔

کے نام سے مشہور تھا۔"

"اس رقبے میں سات بڑے بڑے شہر آباد تھے[1] اس مناسبت سے اسے سبتمانیہ (سبعیہ یعنی سات والا) بھی کہتے تھے یہ پورا علاقہ ایکیوٹین (Aquitaine) کے ڈیوک اودو (Eudes) کے قبضے میں تھا یہ حکمران اپنے آپ کو شاہ کلووس (clovis)[2] کی نسل سے بتاتا تھا اس نسبت کی بنا پر شمالی فرانس کے فرمانرواؤں کا عزیز ہوتا تھا یہ ان وزیروں سے بہت متنفر تھا جنہوں نے سلطنت کے سیاہ وسفید پر قبضہ کر کے اصل مالکوں کو بالکل بے اختیار کر دیا تھا۔ ان حالات کی وجہ سے شمالی طاقتیں جنوبی فرانس کو عربوں سے بچانے کا ارادہ بھی نہ کر سکیں۔"

لینگیوڈاک اور پرادنس کے علاقے گالیوں[3] (gaulois) کے قبضے میں تھے۔ یہ رومیوں اور قوطیوں کی بچی کھچی نسلوں سے تعلق رکھتے تھے ان جماعتوں کے رہنے سہنے کے طریقے ایک دوسرے سے بہت مختلف تھے اس لئے اگر عرب اس موقع پر آپس میں دست وگریباں نہ ہوجاتے تو ان کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے لئے راستہ بالکل صاف تھا۔ لیکن بد قسمتی سے اسپین کی حکومت افریقیہ میں قیروان کے ماتحت تھی اور قیروان دارالخلافہ دمشق کے زیر فرمان تھا حکومت کے مرکزوں کی تعدد اور دوری کی وجہ سے نظام میں بڑی

---

[1] ان سات شہروں کے نام یہ ہیں

ناربون (Narbone) نیم (nime) اگڈے (agde) بیزیرس (Beziers) لوڈیو (Lodeve) کارکسون یا قرقشونہ (carcassonne) میگیلون (Mague lone)

[2] فرانس کا پہلا بادشاہ جس کو مسعودی قلوزیہ کہتا ہے

[3] گال (gaul) کے باشندے

ابتری پیدا ہوگئی تھی"

"بربروں اور عربوں میں بھی جھگڑے اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور مفتوحہ مسیحی علاقوں کی غیر منصفانہ تقسیم نے فاتحوں کی جماعتوں نے مسلم اور غیر مسلم گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف لاکھڑا کیا تھا یہ جھگڑے بڑی خونریزی کا باعث ہوئے ان خانہ جنگیوں کے علاوہ اس سخت کوش مسیحی جماعت نے جو عربوں کے حملے کی تاب نہ لاکر گالیسیہ (galica) ناوار (narrvare) اور اشٹوریا (Asturies) کی پہاڑیوں میں جا چھپی تھی، موقع دیکھ کر چھاپے مارنے شروع کئے اور اس وقت تک دم نہ لیا جب تک یہاں کے چپے چپے کو مسلمانوں سے خالی نہ کرالیا۔"

اندلس کے عربوں میں جو کمزوری پیدا ہو چلی تھی نئے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو اس کا اندازہ ہوا انہوں نے سمح بن مالک خولانی کو امیر مقرر کیا اور ملکی امور کی اصلاح اور حدود سلطنت کی حفاظت کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی۔ سمح بن مالک ماہر سپہ سالار، لائق سیاستداں اور اچھا حکمراں تھا اس نے بڑی عمدگی سے خرابیوں کی اصلاح کی، حکومت کی آمدنی اور خرچ کا توازن ٹھیک کیا لشکر والوں کو مناسب حقوق دے کر مطمئن کیا مفتوحہ زمینیں کچھ مجاہدوں کو دیں اور کچھ منتظمین کے حوالے کیں باقی رقبے بیت المال کی ملکیت قرار پائے۔

"خلیفہ نے سمح بن مالک سے مفتوحہ ممالک کی آبادی اور محاصل کی کیفیت طلب کی تھی تاکہ اندلس کے معاملے میں کوئی صحیح اور آخری رائے قائم کی جا سکے۔ عمر بن عبدالعزیز کو مسلمانوں کی جان و مال کی طرف سے پورا اطمینان نہ تھا وہاں ابھی تک عیسائیوں کی اکثریت تھی یہ صورت حال مسلمانوں کے مستقبل کے لئے بہت خطرناک تھی۔"

"خلیفہ نے اسپین اور جنوبی فرانس کے عیسائیوں کو جلاوطن کر کے افریقہ میں

آباد کرنا چاہا لیکن سمح نے خلیفہ کو اطمینان دلایا کہ اسلام بڑی تیزی سے اسپین میں پھیل رہا ہے اور وہ دن دور نہیں ہے جب پوری آبادی دین محمدی میں شامل ہو جائے گی۔ بعض عرب مورخوں نے یہ روایت بیان کر کے سمح کی اس رائے پر افسوس کا اظہار کیا ہے[1]۔"

اب ہم رینو کے بیان اور اس کے یورپی ماخذوں کا مقابلہ عربوں کی روایتوں سے کرتے ہیں تاکہ حقائق اچھی طرح واضح ہو جائیں۔

مقری نے ابن حیان سے روایت کی ہے :۔

"موسیٰ نے طارق سے صفائی کر لی اس کو اپنی فوج کے اگلے دستہ کا سردار بنا کر آگے چلنے کا حکم دیا اور خود اپنی فوج کے ساتھ پیچھے چلا۔ طارق نے سرقسطہ اور آس پاس کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ دونوں امیر جس مقام پر حملہ کرتے وہ فتح ہو جاتا اور وہاں جو کچھ ہوتا مالِ غنیمت کے طور پر ان کے ہاتھ لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور کوئی ان کے سامنے مقابلے کی نیت سے نہ آیا۔ موسیٰ طارق کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا طارق مفتوحین سے جو معاہدے کرتا تھا موسیٰ اس کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔"

"مسلمان یورپی ممالک میں لڑتے پھرتے، مالِ غنیمت حاصل کرتے، صلح اور معاہدے کرتے ہوئے وادیٔ رون (Rhone) تک جا پہونچے۔ یہ مقام ان کی جولانگاہ کا آخری خط تھا۔

طارق کے بھیجے ہوئے دستوں نے فرنگی ممالک پر حملے کئے اور بارسلونا

---

[1] رینو نے حاشئے میں لکھا ہے :۔

"جن مورخوں نے سمح کی رائے پر اظہار افسوس کیا ہے ان میں ابن قوطیہ اور مقری بھی شامل ہیں۔

(Avignion) اور اے وگنان (Narbone) ناربون (Barcelone) اور وادیٔ رودن میں لیون (Lyon) کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ اب وہ اس ساحل سے جہاں انہوں نے سب سے پہلے قدم رکھا تھا بہت دور نکل گئے تھے اور اب قرطبہ سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر ان کی فوجیں پڑی ہوئی تھیں۔

"ناربون پر مسلمانوں کے حملہ سے فرانسیسی فرمانروا قارلا[۱] بہت ڈرا وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے پر نکلا اور لیون کے قلعہ تک جا پہونچا۔ مسلمانوں کو اس کی آمد کی خبر ملی وہ اس کی فوج کی کثرت کا اندازہ کر کے اے وگنان کی چٹانوں کی طرف لوٹ آئے قارلا کو لیون کے قلعے میں کوئی نہ ملا مسلمان اس کے آگے ناربون کے پاس پہاڑیوں میں خیمہ زن تھے قارلا نے آگے بڑھ کر ان کو اچانک گھیر لیا اور ناربون سے ان کا تعلق منقطع کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی مسلمانوں کی بڑی تعداد اس معرکہ میں کھیت رہی انہوں نے دشمنوں کی صفوں پر بڑی دلیری سے حملہ کیا اور اس کی صفوں کو توڑ کر ناربون میں داخل ہو گئے۔ ایک عرصہ تک مقابلہ جاری رہا دشمن نے بے شمار جانی اور مالی نقصان برداشت کیا جب مزید مقابلہ ممکن نہ رہا اسلامی کمک کے خوف سے میدان چھوڑ کر چلا گیا۔"

"قارلہ (چارلس) نے رودنہ کی وادی میں سرحد کی حفاظت کے لئے کئی قلعے بنائے اور فوجی دستوں کا تقرر کیا۔ یہ قلعے اسلامی اور مسیحی علاقوں کے درمیان حدِ فاصل قرار پائے۔"

ابن حیان نے موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے زمانے سے عبدالرحمٰن غافقی کے زمانے تک جو عربی فتوحات ہوئیں ان کا تذکرہ رجالی طور پر کیا ہے۔ اس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے فتح اندلس کے ابتدائی زمانے ہی میں فرانس پر حملے شروع

---

[۱] چارلس

کر دیئے تھے۔ یوروپی مورخین سمح بن مالک خولانی کے بعد فرانس پر عربی حملوں کا تذکرہ نہیں کرتے۔ لیکن ایزیدورالباجی اور شمنیس (مطران طلیطلہ) نے حر بن عبدالرحمٰن بن عثمان ثقفی کے زمانے میں عربوں کی چڑھائیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان دونوں مسیحی مورخوں میں اول الذکر اسی زمانے میں موجود بھی تھا۔ حر بن عبدالرحمٰن عبدالعزیز بن موسیٰ کے قتل کے بعد اندلس کا امیر ہوا تھا۔

نفح الطیب میں ابن خلدون کے حوالے سے روایت ہے کہ جب افریقیہ کے عامل محمد بن یزید کو عبدالعزیز بن موسیٰ کے قتل کی اطلاع ملی تو اس نے حر بن عبدالرحمٰن ثقفی کو اندلس کا امیر بنا کر بھیجا۔ نفح الطیب جلد اول صفحہ ۱۴۰ (مطبوعہ ازہر پریس) میں امراء اندلس کے نام حسب ذیل ترتیب سے دیئے گئے ہیں[۱]:-

---

[۱] "جغرافیہ اندلس" میں والیان اندلس کے نام بقید سنہ تاریخ ختم عہد حکومت حسب ذیل ترتیب سے دیئے گئے ہیں۔

۱۔	طارق بن زیاد	جمادی الاول سنہ ۹۳ھ تک	شوال سنہ ۹۲ھ میں والی ہوئے تھے
۲۔	موسیٰ بن نصیر	ذی الحجہ سنہ ۹۵ھ تک	
۳۔	عبدالعزیز بن موسیٰ	ذی الحجہ سنہ ۹۷ھ تک	ان تینوں کا دارالحکومت اشبیلیہ تھا
۴۔	ایوب بن حبیب اللخمی	ذی الحجہ سنہ ۹۸ھ تک	ایوب بن حبیب کو اسلامی افواج
۵۔	الحر بن عبدالرحمٰن الثقفی	رمضان سنہ ۱۰۰ھ تک	نے منتخب کیا۔
۶۔	السمح بن مالک الخولانی	ذی الحجہ سنہ ۱۰۲ھ	دارالحکومت قرطبہ مقرر ہوا
۷۔	عبدالرحمٰن الغافقی	صفر سنہ ۱۰۳ھ	اسلامی افواج مقیم اندلس نے مقرر کیا
۸۔	عنبسہ بن سحیم الکلبی	شعبان سنہ ۱۰۷ھ	
۹۔	عذرہ بن عبداللہ الفہری	شوال سنہ ۱۰۷ھ	
۱۰۔	یحییٰ بن سلمہ الکلبی	ربیع الثانی سنہ ۱۰۸ھ	

(باقی اگلے صفحہ پر)

۱- طارق بن زیاد	}	ان دونوں نے کسی مقام کو اپنا پایۂ تخت نہیں بنایا
۲- موسیٰ بن نصیر		
۳- عبدالعزیز بن موسیٰ	پایۂ تخت	اشبیلیہ
۴- ایوب بن حبیب لخمی	"	"
۵- حر بن عبدالرحمٰن ثقفی	"	"
۶- سمح بن مالک خولانی	"	"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۱۱-	عثمان بن ابی عبدہ	شعبان سنہ ۱۰۹ھ	اسلامی افواج مقیم اندلس نے مقرر کیا
۱۲-	عثمان بن ابی نسعہ الخثعمی	ربیع الاول سنہ ۱۱۰ھ	
۱۳-	حذیفہ بن الاحوص الغیسی	محرم سنہ ۱۱۱ھ	
۱۴-	الہیثم بن عبید الکلبی	جمادی الاول سنہ ۱۱۳ھ	
۱۵-	محمد بن عبداللہ الاشجعی	شعبان سنہ ۱۱۳ھ	
۱۶-	عبدالرحمٰن الغافقی	رمضان سنہ ۱۱۴ھ	دوبارہ امیر مقرر ہوئے۔
۱۷-	عبدالملک بن قطن الفہری	رمضان سنہ ۱۱۶ھ	
۱۸-	عقبہ بن الحجاج السلولی	صفر سنہ ۱۲۳ھ	
۱۹-	عبدالملک القطن الفہری	ذی قعدہ سنہ ۱۲۳ھ	دوبارہ فوج نے منتخب کیا
۲۰-	بلج بن بشر القشیری	شوال سنہ ۱۲۴ھ	
۲۱-	ثعلبہ بن سلام العاملی	رجب سنہ ۱۲۵ھ	
۲۲-	ابوالخطار حسام بن ضرار الکلبی	رجب سنہ ۱۲۵ھ	
۲۳-	ثوابہ الاصمیل بن حاتم (دونوں)	ربیع الثانی سنہ ۱۲۹ھ	
۲۴-	یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری	ذی الحجہ سنہ ۱۳۸ھ	

۷۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی	پایۂ تخت قرطبہ
۸۔ عنبسہ بن سحیم الکلی	"
۹۔ عذرہ بن عبداللہ الفہری	"
۱۰۔ یحییٰ بن سلمہ کلبی	"
۱۱۔ عثمان بن ابی لنسعہ خثعمی	"
۱۲۔ خدلیفہ بن الاحوص القیسی	"
۱۳۔ ھیثم بن عبید الکلالی	"
۱۴۔ محمد بن عبداللہ الاشجعی	"
۱۵۔ عبدالملک بن قطن الفہری	"
۱۶۔ بلج بن لبشر ابن عیاض القشیری	"
۱۷۔ ثعلبہ بن سلامہ عاملی	"
۱۸۔ ابوالخطار بن ضرار کلبی	"
۱۹۔ ثوابہ بن سلامہ حذامی	"
۲۰۔ یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری	"

یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری ان بیس امیروں کے سلسلے کی آخری کڑی تھا جو انفرادی طور پر اندلس کے امیر مقرر ہوئے ان امرائے ۵ شوال ۹۲ھ سے رجب مسلمانوں نے اندلس کے مسیحی بادشاہ لذریق کو شکست دے کر اندلس پر قبضہ کیا) ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸ھ تک چونسٹھ سال پانچ دن حکومت کی۔ ۱۳۸ھ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ مروانی نے قرطبہ کے تخت پر قبضہ کر لیا اور اسپین میں اموی خلافت کی بنیاد ڈالی۔[1]

---

[1] اسٹینلی لین پول نے طبقات سلاطین اسلام میں اندلس کے اموی امراء اور خلفا کی حسب ذیل فہرست دی ہے (باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

ابنِ غذاری نے البیان المغرب جلد اول میں بیان کیا ہے کہ محمد بن یزید امیر افریقیہ نے حر بن عبدالرحمٰن قیسی کو اندلس کا امیر مقرر کیا۔ اس زمانے میں اندلس افریقیہ کے گورنر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

نام	تخت نشینی	
۱۔ عبدالرحمٰن اول (الداخل)	سنہ ۱۳۸ھ ، سنہ ۷۵۶ء	امیر کا لقب اختیار کیا
۲۔ ہشام اول	سنہ ۱۷۲ھ ، سنہ ۷۸۸ء	"
۳۔ حکم اول	سنہ ۱۸۰ھ ، سنہ ۷۹۶ء	"
۴۔ عبدالرحمٰن ثانی	سنہ ۲۰۶ھ ، سنہ ۸۲۲ء	"
۵۔ محمد اول	سنہ ۲۳۸ھ ، سنہ ۸۵۲ء	"
۶۔ منذر	سنہ ۲۷۳ھ ، سنہ ۸۸۶ء	"
۷۔ عبداللہ	سنہ ۲۷۵ھ ، سنہ ۸۸۸ء	"
۸۔ عبدالرحمٰن ثالث (الناصر)	سنہ ۳۰۰ھ ، سنہ ۹۱۲ء	خلیفہ کا لقب اختیار کیا
۹۔ حکم الثانی (المستنصر)	سنہ ۳۵۰ھ ، سنہ ۹۶۱ء	"
۱۰۔ ہشام ثانی (المؤید)	سنہ ۳۶۶ھ ، سنہ ۹۶۶ء	"
۱۱۔ محمد ثانی (المہدی)	سنہ ۳۹۹ھ ، سنہ ۱۰۰۹ء	"
۱۲۔ سلیمان (المستعین)	سنہ ۴۰۰ھ ، سنہ ۱۰۰۹ء	"
۱۳۔ محمد ثانی (مکرر)	سنہ ۴۰۰ھ ، سنہ ۱۰۱۰ء	"
۱۴۔ ہشام ثانی (مکرر)	سنہ ۴۰۰ھ ، سنہ ۱۰۱۰ء	"
۱۵۔ سلیمان (مکرر)	سنہ ۴۰۳ھ ، سنہ ۱۰۱۳ء	"
۱۶۔ علی بن حمود	سنہ ۴۰۷ھ ، سنہ ۱۰۱۶ء	غیر خاندان کا شخص ہے بنی حمود سے متعلق ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر دیکھیے)

کا ماتحت تھا اور افریقیہ کی نگرانی والی مصر کے سپرد تھی۔ سنہ ۹۹ھ میں سلیمان بن عبدالملک کی وفات ہوئی اور عمر بن عبدالعزیز اس کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے اسماعیل بن عبداللہ بن ابی المهاجر کو افریقیہ کا حاکم بنایا اور اسماعیل بن عبداللہ نے سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا امیر مقرر کیا۔

ابن عذاری کہتا ہے کہ بشر بن صفوان امیر افریقیہ کے زمانے میں عنبسہ بن سحیم کلبی اندلس کا امیر مقرر ہوا اور جب عبیدہ بن عبدالرحمٰن سلمی افریقیہ کا حاکم مقرر ہوا اس نے عثمان بن ابی نسعہ کو اندلس کا امیر بنایا۔ اس کے بعد حسب ذیل امراء مقرر ہوئے:۔

خدلیفہ بن الاحوص القیسی

هیثم بن عبید الکنانی

عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی (جو بلاط شہداء کے معرکے میں قتل ہوا)

عبدالملک بن قطن

بلج بن بشر (عبدالملک کے قتل کے بعد مقرر ہوا)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

۱۷- عبدالرحمٰن رابع (المرتضیٰ)	سنہ ۴۰۸ھ ، سنہ ۱۰۱۸ھ	اموی ہے
۱۸- قاسم بن حمود	سنہ ۴۰۸ھ ، سنہ ۱۰۱۸ھ	حسب نوٹ نمبر ۱۶
۱۹- یحییٰ بن علی	سنہ ۴۱۲ھ ، سنہ ۱۰۲۱ھ	"
۲۰- قاسم بن حمود (مکرر)	سنہ ۴۱۳ھ ، سنہ ۱۰۲۲ھ	دوبارہ فرمانروائی حاصل کی
۲۱- عبدالرحمٰن خامس (المستظهر)	سنہ ۴۱۴ھ ، سنہ ۱۰۲۳ھ	اموی ہے
۲۲- محمد ثالث (المستکفی)	سنہ ۴۱۴ھ ، سنہ ۱۰۲۴	
۲۳- یحییٰ بن علی (مکرر)	سنہ ۴۱۶ھ ، سنہ ۱۰۲۵ھ	حسب نوٹ نمبر ۱۶ دوبارہ فرمانروا ہوا
۲۴- ہشام ثالث (المعتد)	سنہ ۴۱۸ھ ، سنہ ۱۰۲۷ھ	اموی ہے
	سنہ ۴۲۲ھ سنہ ۱۰۳۱ھ	

ثعلبہ بن سلامہ عاملی

ابوالخطار کلبی

ثوابہ بن سلامہ (جس نے ابوالخطار کو شکست دی)

یوسف فہری (آخری امیر جس کے زمانے میں عبدالرحمٰن بن معاویہ اموی اندلس پہونچا)

"اخبار مجموعہ" کے مصنف نے عبدالعزیز بن موسیٰ کے بعد ایوب بن حبیب لخمی کی امارت کا تذکرہ کیا ہے کہ" یہ نیک، دیندار اور صالح آدمی تھا۔ عبدالعزیز کے قتل کے بعد اہل اندلس نے اس کو اپنا امیر بنالیا تھا۔ یہ عبدالعزیز کا پھوپھی زاد بھائی تھا"

"ایوب کے بعد حر بن عبداللہ ثقفی (عبد بن عبدالرحمٰن ثقفی نہیں) امیر مقرر ہوا حر کے قدم اچھی طرح جمنے نہیں پائے تھے کہ عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر بیٹھے انہوں نے عبداللہ بن یزید (صحر بن یزید نہیں) والیٔ افریقیہ کو معزول کر دیا اور اس کے بجائے اسماعیل بن عبداللہ (بنی مخزوم کے غلام) کو افریقیہ کا والی مقرر کیا۔

اس تغیر کی خاص وجہ یہ تھی۔ ماتحت ممالک سے خراج کی ہر قسط کے ساتھ دس ذی حیثیت اشخاص آتے تھے اور خراج داخل کرتے وقت حلفی بیان دیتے تھے کہ کوئی رقم ناجائز طریقے سے نہیں وصول کی گئی ہے اور تمام مستحق لوگوں کے حقوق اور مطالبے ادا کرنے کے بعد باقی رقم داخل کی جارہی ہے۔ اس قاعدے کے بموجب افریقیہ کے خراج کے ساتھ دس اشخاص کی جماعت آئی۔ روپیہ جمع کرتے وقت ان میں سے آٹھ آدمیوں نے حلفی بیان دیئے لیکن اسماعیل بن عبداللہ نے انکار کر دیا۔ ان کی جرأت دیکھ کر سمح بن مالک خولانی کی بھی ہمت بندھی اور انہوں نے بھی بیان دینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کی یہ حق پرستی عمر بن عبدالعزیز کو بہت پسند آئی اور انہوں نے خلافت کا کام سنبھالتے ہی اسماعیل کو افریقیہ کا حاکم بنایا اور سمح بن مالک خولانی کو اندلس کا امیر مقرر کیا

اور حکم دیا کہ تمام مقبوضہ علاقوں میں جو بزور شمشیر فتح کئے گئے ہوں منقولہ اور غیر منقولہ جائدادوں سے اسلامی شریعت کے مطابق پانچواں حصہ وصول کیا جائے۔"

"عمر بن عبدالعزیز نے سمح بن مالک خولانی سے اندلس کے حالات بھی پوچھے تھے اسلامی مرکز سے دور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کا وہاں قیام ان کو خلاف مصلحت معلوم ہوتا تھا۔ کاش وہ زندہ رہتے۔ خدا رحم کرے مسلمان تباہی سے دن بدن قریب ہوتے جا رہے ہیں۔

"سمح ۱۰۰ھ میں اندلس آیا اس نے ان زمینوں کا بھی پتہ لگایا جو بزور شمشیر فتح ہوئی تھیں اور ان کو بھی دیکھا جس پر بغیر لڑے بھڑے تسلط قائم ہو گیا تھا۔ قرطبہ کے غربی جانب کی فصیل گر گئی تھی اور پل بھی ٹوٹ گیا تھا۔ اس نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ فوجوں کی تنخواہوں اور جہاد کے مصارف ادا کرنے کے بعد اتنی رقم بچتی ہے کہ شہر پناہ اور پل کی تعمیر کی جا سکے۔ کہا جاتا ہے عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ شکستہ فصیل کے پتھر پل کی دیوار میں لگا دیئے جائیں اور شہر پناہ اینٹوں سے بنوا دی جائے۔ سمح بن مالک نے ۱۰۱ھ میں فصیل اور پل کی تعمیر کرا دی۔"

"عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد خلیفہ یزید بن عبدالملک نے حنظلہ کے بھائی بشر بن صفوان کو افریقہ کا عامل بنایا۔ اس نے سمح بن مالک کو معزول کر دیا اور ان کی جگہ پر عنبسہ بن سحیم کلبی کو امیر بنایا۔ عنبسہ کے بعد یکے بعد دیگرے حسب ذیل اشخاص اندلس کے امیر مقرر ہوئے:۔

۱۔ یحیٰ بن سلمہ کلبی
۲۔ عثمان بن ابی نسعہ خثعمی
۳۔ حذیفہ بن لاحوص القیسی
۴۔ ھیثم بن عفیر الکنعانی

۵۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی (بلاط شہداء کے معرکے میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوا)

۶۔ عبدالملک بن قطن الفہری

یہ امراء مملکتِ اسلامی کی توسیع میں سرگرم رہے لڑتے بھڑتے فرانس کی سرحد تک جا پہونچے اور پورے اندلس پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔"

"ہشام بن عبدالعزیز نے عبیداللہ بن حجاب کو مصر کا حاکم بنا کر بھیجا اور افریقیہ اور اندلس کی نگرانی بھی اسی کے سپرد کردی۔ اس نے بشر بن صفوان کو افریقیہ کا اور عقبہ بن حجاج کو اندلس کا امیر مقرر کیا۔"

"عقبہ بن حجاج ۱۱۰ھ میں اندلس پہونچا۔ یہ وہاں کئی سال رہا۔ اس کی فتوحات کا دائرہ ناربون (Narbone) جلیقیہ (galicea) الوا (Aleva) اور پنپلونہ (Panpelona) تک وسیع ہوگیا۔ جلیقیہ میں ایک چٹان کے سوا اور کوئی مقام ایسا نہ رہ گیا جو مسلمانوں کے قبضے میں نہ آگیا ہو۔"

"اس چٹان میں شاہ بلائی[۱] اپنے تین سو جانباز رفیقوں کے ساتھ پناہ گزین ہوا۔ ان لوگوں نے سبھی طرح کی مصیبتیں برداشت کیں لیکن مسلمانوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے یہ برابر لڑتے رہے جو لوگ سختیاں نہ جھیل سکے مسلمانوں سے آملے کچھ بھوکوں مر گئے۔ گھٹتے گھٹتے اس جماعت میں تیس مرد اور دس عورتیں باقی رہ گئی تھیں۔"

"یہ لوگ بہت سخت جان تھے ان کے پاس کھانے کا کوئی سامان نہ تھا۔ پہاڑی مکھیوں کے شہد پر ان کی زندگی گزر رہی تھی۔ مسلمان ان کی سخت جانی سے تنگ آچکے تھے انہوں نے اس تھوڑی سی جماعت کو حقیر سمجھ کر محاصرہ اٹھا لیا آگے چل کر ان لوگوں نے بڑے فتنے برپا کئے۔ آئندہ صفحوں میں ان واقعات کی تفصیل آئے گی۔"

---

[۱] پلیجیوس

"اخبار مجموعہ" کے مصنف نے کہا ہے کہ "عقبہ بن حجاج ۱۲۱ھ تک اندلس کا امیر رہا۔ بربروں نے افریقیہ میں بغاوت کی اور وہاں کے والی عمر بن عبداللہ مرادی کو طنجہ میں قتل کر دیا افریقیہ کا حاکم بشر بن صفوان اسی بغاوت کو فرد کرنے میں مصروف رہا۔ موقع دیکھ کر عبدالملک بن قطن محاربی نے عقبہ بن حجاج پر حملہ کر دیا اور اسے امارت سے بے دخل کر کے خود امیر بن بیٹھا۔ ۱۲۳ھ میں بلج بن بشیر قشیری کا دور شروع ہوا۔ آئندہ صفحات میں اس کے آنے کی تفصیل بیان کی جائے گی۔"

"بلج قشیری کی موت کے بعد ثعلبہ بن سلمہ اندلس کا حاکم ہوا۔ اس کا طرز حکومت بہت ظالمانہ تھا۔ اندلس کے عمائدین کا ایک وفد امیر افریقیہ حنظلہ بن صفوان کے پاس گیا اور شکائتیں پیش کیں۔ حنظلہ نے بلج کے بجائے ابو الخطار حسام ضرار کلبی کو اندلس کا حاکم بنایا۔ اس نے خرابیوں کی اصلاح کی اور ثعلبہ کے ظالمانہ طرز حکومت سے جو شکائتیں پیدا ہو گئی تھیں ان کا ازالہ کیا۔ اس زمانے میں تمام جماعتیں خوش رہیں ۔ ابو الخطار نے ساڑھے چار سال حکومت کی۔"

"شمر (قاتل حسینؓ) کا بیٹا حاتم کوفے سے جزیرے چلا گیا۔ یہ قنسرین کی فوج کے ساتھ اندلس آیا۔ حاتم کے بیٹے صمیل نے اندلس میں بڑی طاقت پیدا کر لی۔ قبیلہ قیس نے اس کی سرداری مان لی۔ اس نے ابو الخطار سے مقابلہ کیا اور اسے شکست دی۔"

"ابو الخطار کے بعد ثوابہ بن سلمہ جذامی اندلس کا حاکم ہوا۔ اس کی وفات کے بعد یوسف بن عبدالرحمٰن (بن عقبہ بن نافع فہری) کے ہاتھ میں اندلس کی حکومت آئی۔ اس کے زمانے میں قیس اور یمنی قبیلوں کی باہمی عداوت بھڑک اٹھی۔ صمیل اور مضر و ربیعہ کے قبیلے یوسف کے ساتھ ہو گئے اور اندلس کے یمنی قبائل حمیر، کندہ، مذحج اور قضاعہ نے ابو الخطار کا ساتھ دیا۔ ان دونوں جماعتوں کے درمیان ایسی خونریز جنگ ہوئی جو عربوں کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔" اخبار مجموعہ کے مصنف کے نزدیک "یہی وہ فتنہ تھا جس

نے مسلمانوں کی ہلاکت کا دروازہ کھول دیا تھا۔[1]

اس مصنف کے بیان سے جس نے اپنی کتاب الحکم المستنصر کے زمانے میں لکھی یہ اچھی طرح صاف ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کی تباہی کا اندیشہ ایک دور دراز ملک میں سمندر پار بس جانے کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا تھا بلکہ ان کی خانہ جنگی نے ان کی بربادی کا مسالہ تیار کیا تھا۔ اس زمانے کے اہل نظر ان ہنگاموں میں آنے والے تاریک عہد کی دھندلی سی تصویر دیکھ رہے تھے۔ یہ واقعات جن کا اندیشہ پیدا ہو چلا تھا پیش آکر رہے اور مسلمانوں نے اپنے باہمی بغض و عناد سے وہ نقصان اٹھایا جو ان کو ان کے اپنے دشمن کبھی نہ پہونچا سکتے۔ جب تک عربوں کا اقتدار اندلس سے بالکل اٹھ نہ گیا مسلمانوں کی خود آزاریاں نہ گئیں۔[2]

---

[1] اخبار مجموعہ کا مصنف لکھتا ہے:۔

"اسلام میں اپنی شان کی یہ پہلی جنگ تھی اس سے پہلے کبھی ایسی جنگ نہ ہوئی تھی۔ اس کی تباہ کن نوعیت سے اندلس میں اسلام کے تباہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خدا ہی ہے جو اس کی حفاظت کرے"

(ترجمہ اخبار مجموعہ)

[2] آخر زمانے میں مسلمانوں کے پاس غرناطہ کے سوا زمین کا اور کوئی ٹکڑا باقی نہیں رہا تھا۔ اور شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا کی فوجیں اس ٹکڑے کو بھی گھیرے پڑی تھیں۔ لیکن بد قسمت مسلمانوں کی آنکھیں اس وقت بھی نہ کھلیں وہ دن کو دشمنوں کا مقابلہ کرتے اور رات کو آپس میں تلواریں چلاتے تھے

قیسیہ اور یمانیہ قبیلوں کی خانہ جنگیاں

اخبار مجموعہ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ :-

ابن حریث اور ابوالخطار یوسف اور صمیل کی طرف بڑھے اور نہر قرطبہ کے کنارے شقندہ (Secunda) میں خیمہ زن ہوئے۔ یوسف اور صمیل نہر پار کر کے سامنے آئے علی الصباح مڈ بھیڑ ہوئی۔ جانبین نے دن چڑھے تک ایک دوسرے کا تیروں سے مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تلواریں چلیں۔ تلواریں بھی ٹوٹ گئیں۔ فریقین ایک دوسرے سے گتھ گئے۔ اور ہاتھ پیر مروڑنے ہڈیاں توڑنے اور ایک دوسرے کے بال نوچنے لگے۔ جب ہاتھ پیر بھی تھک گئے کمانوں اور ترکشوں کی مار شروع ہوئی اور آخر میں ایک دوسرے پر خاک دھول ڈال کر دل کی بھڑاس نکالی گئی۔

ابھی ہنگامہ جاری تھا کہ صمیل کو اہل بازار یاد آئے۔ یوسف نے داروغہ بازار خالد بن یزید کو قرطبہ بھیجا۔ یہ چار سو آدمیوں کو پکڑ لایا جو تلواروں چھوٹے چھوٹے نیزوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے۔ ان لوگوں میں قصابوں کی جماعت بھی آئی تھی۔ انہوں نے دن بھر کے تھکے ماندے لوگوں کو بے دریغ ذبح کرنا شروع کر دیا۔

بڑی تعداد قتل ہو گئی۔ جو بچے گرفتار کر لئے گئے۔ یہ سب ذی حیثیت اور شریف لوگ تھے۔ ابوالخطار اور ابن حریث جو اپنی جماعت کے سردار تھے گرفتار کر کے قتل کر دیئے گئے۔

ابن حریث کی گرفتاری اور قتل کا واقعہ بھی بہت عبرت خیز ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اہل بازار اس کے ساتھیوں کو بے دریغ ذبح کر رہے ہیں۔ وہ لکڑی کی ٹال میں ایک کنڈے کے پیچھے چھپ رہا لیکن جب ابوالخطار پکڑا گیا اس نے ابن حریث کا پتہ بھی بتا دیا[1]

---

[1] اخبار مجموعہ کا مصنف ابوالخطار اور ابن حریث کے اتحاد اور رقابت کے بارے (باقی اگلے صفحہ پر)

ابنِ حریث کہا کرتا تھا "کاش اہل شام کا خون کسی بڑے پیالے میں جمع کرکے میرے سامنے پیش کیا جاتا اور میں اسے پی کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتا" جب وہ گرفتار ہوا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں لکھتا ہے :۔

"یوسف بن عبدالرحمٰن کے دو حریف تھے ایک یحییٰ بن حریث جذامی باشندہ اردن نے اپنی اہلیت کا دعویٰ کیا تھا۔ دوسرے ثوابہ بن عمرو تھے جو یحییٰ پر اپنی ترجیح کے مدعی تھے۔ ان کے باہمی اختلافات کے بعد آخر میں یوسف کا انتخاب ہوگیا اور طے پایا کہ ضلع ریہ یحییٰ بن حریث کے لئے چھوڑ دیا جائے کیونکہ اہل اردن اس میں سکونت رکھتے تھے۔ یحییٰ نے بھی اس تصفیہ سے اتفاق کیا"۔

"پھر بنی قضاعہ جمع ہوئے انہوں نے اپنا رئیس عبدالرحمٰن بن کلبی کو مقرر کیا۔ عبدالرحمٰن نے دو سو پیادے اور چالیس سوار لے کر قصر قرطبہ پر شب خون مارا۔ قصر کے سواروں کو بھگا کر قید خانے پر چڑھ آیا اور ابوالخطار کو قید سے نکال کر راتوں رات بھاگ نکلا۔ پناہ لینے کے لئے بنی کلب اور حمص کے قبائل میں ٹھہرنا چاہا تو ان لوگوں نے مخالفت کی اور مدد دینے سے انکار کردیا۔ مجبوراً یہاں سے بھی فرار ہوا اس کے بعد عبدالرحمٰن ابن نعیم نے کوئی نئی بات نہیں کی اور سب لوگ بلا اختلاف یوسف کی امارت پر متفق ہوگئے"۔

"یوسف نے حکومت میں استقلال پیدا کرتے ہی ابن حریث کے ساتھ بے وفائی کی اور ریہ سے معزول کردیا اس لئے یحییٰ بن حریث نہایت خفا ہوا اور ابوالخطار سے مراسلت اور گفت وشنید شروع کردی جب ابوالخطار اور ابنِ حریث یوسف کے خلاف سعی امارت کے لئے جمع ہوئے تو ان میں آپس میں اختلاف ہوگیا۔ ابوالخطار نے کہا "میں امیر ہوں" ابن حریث نے کہا "نہیں" بلکہ مجھے امارت کا حق زیادہ ہے کیونکہ میری قوم تم سے زیادہ ہے"۔ جب بنی قضاعہ نے ابن حریث کے دعویٰ پر غور کیا تو انہوں نے چاہا کہ یمنیوں میں اتحاد ہوجائے۔ اس غرض سے انہوں نے ابنِ حریث کا دعویٰ تسلیم کرکے ابنِ حریث کو ترجیح دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اندلس کے یمنیوں میں قبائل حمیر، کندہ، مذحج اور قضاعہ نے ابن حریث پر اتفاق کیا اور قبیلہ مضر و ربیعہ کے لوگ یوسف کے طرفدار ہوگئے مگر ربیعہ کی تعداد اندلس میں بہت کم تھی (باقی اگلے صفحہ پر)

ابوالخطار نے پکار کر کہا "کیا تمہارے پیالے میں کچھ بچا ہے جو تم نہ پی سکے ہو؟"

ابوالخطار اور ابن حریث دونوں ساتھ ہی قتل کر دیئے گئے۔

مفتوحین گرفتار کر کے لائے گئے اور صمیل نے قرطبہ کے ایک گرجے میں بیٹھ کر (جہاں اب جامع مسجد بنی ہوئی ہے) ستر ذی حیثیت اور بھلے آدمیوں کو قتل کیا۔ ابوعطاء بن حمد المری نے اس کو مزید خوں آشامی سے بہ مشکل باز رکھا۔ یہ واقعات ۱۳۱ھ سے پہلے پیش آ چکے تھے![۱]

۱۳۲ھ میں قحط پڑا اور کئی سال تک یہ عذاب نازل رہا۔ اہل جلیقیہ (jalicea) نے مسلمانوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ شاہ بلائی (پلیجیوس) جس[۲] کا ذکر گذشتہ صفحات میں آ چکا ہے اپنی جائے پناہ سے نکلا اور استورس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رفتہ رفتہ ہر فوج میں سے یمنی سردار ابن حریث کے ساتھ ہو گئے۔ اہل بلد نے اہل شام کی ناراضی کو ظاہر نہ ہونے دیا البتہ مضر کے سرداروں نے یوسف اور صمیل کی حمایت قبول کی!

"اس موقع پر یہ بھی ہوا کہ فریقین کے لوگ ایک دوسرے سے رخصت ہو رہے تھے اور باہم کوئی مزاحمت نہ کرتے تھے تاکہ ہر فریق کے آدمی اپنی اپنی جماعت میں جا کر شامل ہو جائیں۔ اسلام میں اپنی شان کی یہ پہلی جنگ تھی اس سے پہلے کبھی ایسی جنگ نہ ہوئی تھی اس کی تباہ کن نوعیت سے اندلس میں اسلام کے تباہ ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ خدا ہی ہے جو اس کی حفاظت کرے۔"

[۱] ہالینڈ کے مستشرق دوزی نے اپنی کتاب "تاریخ مسلمانان اسپین" میں لکھا ہے کہ یمنی اور قیسی قبیلے ایک دوسرے سے اتنی نفرت کرتے تھے جتنی عربوں کو غیر مسلم عجمیوں سے بھی نہ تھی۔

[۲] اسٹینلی لین پول اپنی کتاب مورس ان اسپین میں لکھتا ہے:۔

"اسجوریاز (استوریہ) کے عیسائی ابتدا میں تو بہت ہی تھوڑے تھے لیکن اب ان کی تعداد میں روز افزوں ترقی تھی اور یہ برانگیختہ کرنے والا خیال ان کے لئے مہمیز کا کام کرتا تھا کہ ہم اپنے ملک کو خود فتح کرنا چاہتے ہیں جب پہلے پہل ان کو اسلامی حملہ کا صدمہ پہنچا تھا (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

(Asteeries) پر قبضہ کر لیا۔ جلیقیہ اور استورقہ کے لوگ عرصہ تک اس سے برسر پیکار رہے۔ اسی اثنا میں ابوالخطار اور ثوابہ کا فتنہ اٹھ کھڑا ہوا اور آخر کار ۱۳۳ھ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) تو ان کی تباہی و بربادی تکمیل کو پہنچ گئی تھی۔ یہ سب اسجوریاز کے پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے جہاں ان کی قلت اور ان کے ماویٰ و مسکن میں پہونچنے کی سخت دقت نے مسلمانوں کے حملے سے محفوظ رکھا" پیلےجی اس" کے ساتھ جس کا نام آلھے میں بوڑھا پیلے اذٔ ہے صرف تیس مرد اور دس عورتیں کو دے ڈونگا کے غار میں جو عیسائیان قوط کا مامن بن گیا گئی تھیں اور عربوں نے اس وقت مناسب نہیں سمجھا کہ مفروروں کے ان معدودے چند لسماندوں کا پیچھا کریں۔ یہاں اس غار کی کوٹھریوں میں سے جس کی راہ ایک طویل و تنگ کوہی درے میں ہو کر تھی اور جس کے اندر لوے درجہ کی سیڑھی پر سے ہو کر جانا پڑتا تھا تھوڑے سے آدمی ایک فوج کو دھتا بتا سکتے تھے؛

عرب مورخ (ابن حیان) اس عیسائی سلطنت کی ابتدا کو اس طرح حقارت کے ساتھ بیان کرتا ہے:۔

"عنبہ (ابن سحیم الکلبی) کے زمانے میں ایک خبیث وحشی نے جس کا نام بلائی (پلیو) تھا ارض جلیقیہ (گلیشیا) میں سر اٹھایا اور اپنے ہموطنوں کو ان کی شرمناک اطاعت اور ان کے بزدلانہ فرار کی وجہ سے ملامت کر کے ان کو بھڑکانا شروع کیا کہ اپنی گذشتہ مضرتوں کا بدلہ لیں اور اپنے آبا و اجداد کی زمین سے مسلمانوں کو نکال دیں۔ اسی وقت سے اندلس کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے حملوں کی مزاحمت شروع کی جو ایسے اضلاع پر ہوا کرتے تھے جو ان کے قبضے میں رہ گئے تھے اور اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کی حفاظت کرنے لگے اس بغاوت کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جلیقیہ (گالیشیا) میں کوئی شہر، قصبہ، یا گاؤں ایسا نہ رہا جو مسلمان کے ہاتھ میں نہ ہو بہ استثنائے ایک دشوار گذار پہاڑ کے جہاں اس پلیو نے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ پناہ لی۔ یہاں اس کے ساتھی بھوکوں مرنے لگے۔ یہاں تک کہ کل تیس مرد اور دس عورتیں باقی رہ گئیں۔ اس لئے کہ وہاں ان کی زندگی کا سہارا شہد کے سوا کچھ نہ تھا جس کو وہ چٹانوں کے شگافوں میں سے ڈھونڈ کر جمع کرتے تھے اور خود ان چٹانوں کے نیچے مکھیوں کی (باقی اگلے صفحہ پر)

مسلمانوں کو جلیقیہ سے نکلنا پڑا۔ جن لوگوں کے دلوں میں ابھی تک اسلام نے پوری طرح جگہ نہ پائی تھی وہ پھر عیسائی ہو گئے۔ قتل و غارت سے جو لوگ بچے انہوں نے پہاڑیوں کے پیچھے استورقہ میں اپنی جان بچائی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) طرح جلتے رہتے تھے لیکن رفتہ رفتہ پلیو اور اس کے آدمی اس پہاڑ کے دروں میں قلعہ بند ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان کی تیاریوں کا حال معلوم ہوا لیکن یہ دیکھ کر ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے مسلمان اس مشورے کو خیال میں بھی نہ لائے جو انہیں دیا گیا تھا اور یہ کہا کہ تیس جنگلیوں کی بھی کوئی حقیقت ہے وہ خود ہی مرجائیں گے"۔ ایک دوسرا مورخ کہتا ہے "کہیں خدا یہ کرتا کہ مسلمان اسی وقت اس آگ کی چنگاریوں کو بجھا ڈالتے جس نے آخر ان حصوں میں اسلام کی ساری سلطنت کو خاک کر دیا"۔

"مفروروں کے اسی چھوٹے سے گروہ میں وقتاً فوقتاً نئے لوگوں کا اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اور آہستہ آہستہ ان لوگوں نے اپنی بڑھی ہوئی تعداد پر زیادہ تکیہ کر کے بربروں کو جو سرحد پر کے باشندے تھے دق کرنا شروع کیا۔ آخر مسلمان اس پر مجبور ہوئے کہ ان نڈر ہنگامہ مچانے والوں کی ان کے غاروں ہی میں جا کر خبر لیں۔ مگر نتیجہ اچھا نہیں نکلا اس لئے کہ مسلمان اتبر و منتشر ہو کر سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے ۷۵۱ء میں کینٹیریا (جہاں مسلمان کبھی نہیں گئے تھے) کے رہنے والے الفانسو (اذفونش) نے اس وجہ سے کہ اس نے پلیو (بلائی) کی بیٹی سے بیاہ کر کے عیسائی قوتوں کو باہم ملایا تھا شمالی اضلاع کو مسلمانوں کے خلاف میں ابھارا اور مغرب کے جلیقیوں کے ساتھ مل کر پرشوکت جنگوں کا آغاز کیا جس کی وجہ سے دشمن قدم بقدم جنوب کی طرف دبتے گئے۔ یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے یہ سب شہر برجہ (برگیا)، (لیورلو)، استرق (استورگا)، لیون (زمورا) (لیڈیسجا) (سلیمنکا) سلڈانا، سیکوویا، آویلا، اسما (آؤسما) میرنڈا مسلمانوں کے قبضے سے نکال دیئے گئے اور اب عیسائی سرحد صحرائے اعظم تک پہونچ گئی اور کو مبرا، کوریا، تلبورا، طلبطہ، وادیٔ عذرا، ٹیوڈلا اور پمپلونا مسلمانوں کے سرحدی قلعے رہ گئے"۔

(مسلمانان اندلس)

قحط کی شدت اور بڑھی اور مسلمان استورقہ اور آس پاس کے مقامات سے بھی نکال دیئے گئے اور ۱۳۶ھ میں کوریا (coria) اور میریدہ (Merida) میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ قحط سالی کی سختیاں اور بڑھیں اور اہل اندلس سڈونیا (Sedonia) کی وادی سے جسے وادی برباط (Barbat) بھی کہتے ہیں آگے بڑھ کر طنجہ اور ریف البربر میں پناہ گزین ہوئے۔ اس زمانے میں جب یہ مصیبت نازل ہو رہی تھی اندلس میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ اگر یہ عذاب عالمگیر نہ ہوتا تو دشمنوں کے غلبے میں کوئی کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔

میں نے اجمالاً امراء کا ذکر کیا ہے جو یکے بعد دیگرے اندلس کے امیر ہوئے اور جنہوں نے یوروپی ممالک پر اپنے حملے جاری رکھے۔ اسی سلسلے میں بغیۃ الملتمس کے مصنف ابن عمیر کے بیان کا اضافہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ابن عمیر کا بیان ہے کہ:۔

"حر بن عبداللہ قیسی کو عنبسہ بن سحیم کلبی نے معزول کیا تھا اور ۱۰۶ھ میں بشر بن صفوان امیر افریقیہ نے عنبسہ کو ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں اندلس کا والی مقرر کیا تھا۔ اس کی وفات کے متعلق اختلاف ہے بعض لوگ ۱۰۶ھ بتاتے ہیں اور بعض ۱۰۹ھ

ابن خلدون بشر بن صفوان کے بجائے یزید بن ابی مسلم کو افریقیہ کا امیر بتاتا ہے اور عنبسہ کو اس کا آوردہ قرار دیتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ عنبسہ کے قتل کے وقت بشر بن صفوان افریقیہ کا امیر تھا۔ اس نے عنبسہ کے قتل کی اطلاع پا کر یحیٰی بن مسلمہ کو اندلس کا والی مقرر کیا۔ ابن خلدون کے نزدیک عنبسہ کی شہادت ۱۰۷ھ میں فرانس میں ہوئی۔

اخبار مجموعہ کے مصنف اور ابن خلدون کے درمیان ناموں کے بارے میں اختلاف ہے۔ کتابت کی غلطی بھی اس اختلاف کا سبب ہو سکتی ہے۔ نفح الطیب میں ابن خلدون کے حوالے سے ھیثم بن عبید کلابی کا نام لیا گیا ہے۔ صبح اعشیٰ میں بھی یہی روایت ہے۔

اخبار مجموعہ میں ھیثم بن عفیر الکنعانی کا نام ہے اور اس کے بعد بلا کسی فصل کے عبدالرحمٰن الغافقی کا تذکرہ ہے۔ ابن خلدون ان دونوں کے درمیان میں (ھیثم کے بعد) محمد بن عبداللہ اشجعی کا نام لیتا ہے۔ شاید اخبار مجموعہ کے مصنف نے اس کی دو مہینے کی حکومت کو غیر اہم خیال کر کے نظر انداز کر دیا ہو۔

ابن عذاری نے المغرب میں بیان کیا ہے کہ بشر بن صفوان دومرتبہ افریقیہ کا امیر ہوا۔ اس دوسری بار عنبسہ کو اندلس کا امیر مقرر کیا اور ۱۰۷ھ میں عنبسہ کے قتل کے بعد یحییٰ ابن سلمہ کو اس کا جانشین بنایا۔

مذکورہ بالا بیانوں سے پتہ چلتا ہے کہ عنبسہ کی شہادت ۱۰۷ھ میں ہوئی۔ رینو کے نزدیک یہ واقعہ ۷۲۵ء میں پیش آیا۔ اسپینی مورخ گونڈ ۱۰۶ھ کو ۷۲۴ء سے مطابق بتاتا ہے۔

اب ہم فرانس پر عربی حملوں کے بارے میں رینو کا بیان پیش کرتے ہیں۔

"عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں سمح بن مالک خولانی اندلس کا والی مقرر ہوا اس نے بدامنیوں کا استیصال کیا اور باہمی جھگڑے خوش اسلوبی سے طے کرا دیئے۔ وہ یزید بن عبدالملک کے زمانے میں، جب فتح اندلس کو ٹھیک گیارہ سال ہو چکے تھے، فرانس کی طرف اپنا لشکر لے کر بڑھا تاکہ عربوں کے ٹھنڈے خون میں گرمی اور ٹوٹے ہوئے ارادوں میں استقلال پیدا کرے۔"

اس زمانے کے یوروپی مورخوں کا خیال ہے کہ عرب اپنے ساتھ اپنے بال بچوں کو بھی لے گئے تھے تاکہ ان ملکوں کو فتح کر کے وہیں بس جائیں۔ ان کے ساتھ شام، مصر، عرب اور افریقیہ کے اہل حاجت اور غریب خاندان بھی ہو لئے تھے تاکہ مال غنیمت سے اپنی حالت درست کر لیں۔"

رینو کا بیان ہے کہ "سمح کی فوجوں نے ناربون کا محاصرہ کر لیا اور قبضہ پاتے

ہی مردوں کو قتل اور عورتوں بچوں کو غلام بنا لیا۔ ناربون سمندر کے کنارے واقع تھا اس لئے کشتیوں کے ذریعہ سے اسپین کی آمدورفت بھی بہت آسان تھی۔ یہ خشکی کی طرف سے قدرتی طور پر بہت محفوظ تھا، عربوں نے فوجی چھاؤنی کے لئے یہ جگہ بہت پسند کی۔ سمح نے قلعوں کا مناسب انتظام کیا اور آس پاس کے مقامات میں محافظ دستوں کا تقرر کیا۔

ناربون (Narbone)

میں نے طلوزہ (Toulouse) اور قرقشونہ (Carcassonne) کو اندلس میں داخل ہونے سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ ناربون کی سیاحت اندلس سے لوٹ کر ہوئی سمندر کے کنارے ہونے کی وجہ سے یہاں سے اندلس کی آمد و رفت میں بہت آسانیاں تھیں اور اندلسی مملکت کے قریب ہی فرانسیسی شہر ایسا تھا جو کوہ پری نیز سے اترنے والے عربوں کا استقبال سب سے پہلے کرتا تھا۔ انہیں خصوصیات کی وجہ سے یہ مقام عربی فوجوں کی جولانگاہ بنا رہا۔

ناربون ساحل سمندر سے پورب کی طرف چودہ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے اور سطح سمندر سے دس میٹر بلند ہے دریائے اود پاس ہی سے گذرتا ہے۔ اس کی آبادی تیس ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ آج کل اس کا شمار تیسرے درجے کے شہروں میں ہوتا ہے

اس کی آب و ہوا گرم ممالک کی طرح قریب قریب گرم ہی ہے جب سمندر کی لطیف ہوائیں نہیں چلتیں فضا کی حرارت بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہاں شاید ہی کبھی برف گرتی ہو سال کے اکثر حصوں میں شمالی اور مغربی ہوائیں چلتی رہتی ہیں۔ اور گرد و غبار کی وجہ سے مطلع اگرچہ صاف نہیں رہتا لیکن برساتی پانی جو جابجا نشیبی زمینوں میں سڑتا رہتا ہے جلد خشک ہو جاتا ہے۔

ناربون میں انگور اور وہ تمام میوے جو گرم ملکوں میں پیدا ہوتے ہیں پائے جاتے ہیں۔ میں نے یہاں انجیر اور زیتون کے درخت بھی دیکھے۔ یہاں سے ایک نہر بھی گذرتی ہے اس کا نام روبین (La Robine) ہے۔

ناربون کا شمار ان قدیم مقاموں میں ہوتا ہے جہاں بہت پرانی آبادیوں کے آثار ملتے ہیں۔ یہاں عہد حجری کی یادگاریں اور زمانہ قبل از تاریخ کی قبریں دریافت ہوئی ہیں

بارھویں صدی کے آخر میں سلیتیوں (celestines) نے ناربوں پر قبضہ کیا تھا اور وہیں بس گئے تھے یہ ان یونانیوں سے بھی تعلقات رکھتے تھے جو پراونس (Provance) اور کتلونیہ (catlonia) کے ساحلوں پر اپنا مال لیکر آتے تھے

وولسک Volsque کے قبیلے نے ناربون کو اپنی تہذیب کا مرکز قرار دیا تھا رومانیوں نے سنہ ۱۲۱ء میں اسے فتح کر کے بڑی تجارتی منڈی بنا دیا۔ رومی گورنر یہیں رہا کرتا تھا۔ اس زمانے میں اس کی آبادی ایک لاکھ تک پہونچ گئی تھی سنہ ۴۱۳ء میں قوطیوں (goths) نے قبضہ کر لیا۔ قوطی بادشاہ اڈولف نے رومی شہزادی پلاسیڈہ گالا (Placida galla) سے شادی کی اور اس تقریب کے سلسلے میں بڑا جشن منایا قوطیوں (goths) کے زمانے میں تھوڑی مدت کے لئے بورگونڈ (Burgundes[1]) کے فرمانروا گونڈ باڈ (gunde baud) نے اپنا تسلط جما لیا، لیکن قوطیوں نے پھر قبضہ کر لیا اور یوروپی طاقتوں کے حملوں کے باوجود قوط (goths) عرصہ تک ناربون پر قابض رہے۔

ہم نے مذکورہ بالا معلومات کتاب "دلیل اربونہ[2]" سے حاصل کی ہیں ہم ذیل میں عربوں کے متعلق اس کتاب کی بعض معلومات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

آٹھویں صدی عیسوی میں عربوں نے "سیتمانیہ[3]" پر چڑھائی کی اور

---

[1] Burgundes ایک جرمانی قبیلے کا نام ہے جس نے سنہ ۴۰۶ء میں گال پر حملہ کیا تھا اور وادی رون میں بس گیا تھا۔ اس قبیلے نے لاتینی زبان اختیار کر لی تھی اور گال کے باشندوں میں گھل مل گئے تھے۔ شاہ کلووس (clovice) نے برگونڈ کے بادشاہ گونڈ باڈ کی لڑکی سے شادی کی تھی۔ عرب اس قبیلے کو برجان کہتے تھے۔

[2] Narbone Historique et Archeologique

[3] سات حسب ذیل شہروں کا علاقہ

۱۔ Narbone ۲۔ Nime ۳۔ agde ۴۔ Beziers ۵۔ Lodev

۶۔ carcassonne ۷۔ Maguelone

زاما[1] نے ۷۱۹ء میں ناربون کو اٹھائیس دن کے محاصرے کے بعد فتح کر لیا۔ اور قبضہ پاکر مردوں کو قتل کر دیا۔ عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا۔"

سمح بن مالک خولانی نے ناربون کی جغرافیائی اہمیت محسوس کر کے اس کی قلعہ بندی کی۔ یہ قلعہ بندی اس وقت کام آئی جب ۷۳۲ء میں عرب معرکہ پائے تی میرس میں چارلس مارٹیل (charles Martel) سے ہار کر یہاں پناہ گزین ہوئے تھے۔"

۷۵۲ء میں ببین القصیر (Pepin the short) نے ناربون کا محاصرہ کیا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ ۷۵۹ء میں شارلمان نے کئی سال تک محاصرہ جاری رکھا لیکن قبضہ نہ پا سکا۔ آخر میں محاصرہ کی طوالت سے عاجز آکر شہر کے باشندے محافظ دستوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں قتل کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے۔"

"عربوں نے ۷۹۲ء میں پھر ناربون کا محاصرہ کیا۔ شارلمان نے بیس ہزار سپاہیوں کے لشکر گراں سے ناربون کے عیسائیوں کی مدد کی۔ بڑا خونریز مقابلہ ہوا۔ عربوں نے بڑی بہادری اور پامردی سے فرنگی طاقت کو پارہ پارہ کر دیا۔ اس معرکے میں مسیحی لشکر کے سپہ سالار غلیوم (guillaume) اور اس کے تیس رفیقوں کے سوا اور کوئی زندہ نہ بچا۔ غلیوم کی ناک اسی معرکے کی نذر ہوئی اور اس حادثہ کی یادگار میں وہ "چھوٹی ناک والا"[2] مشہور ہوا۔ اس لڑائی میں عیسائیوں کو شکست تو ہوئی لیکن ناربون کے دروازے مسلمانوں کے لئے نہ کھلے۔"

"دلیل اربونہ" کا بیان عرب مورخوں کی روایت سے مختلف ہے۔ نفح الطیب میں آیا ہے:۔

---

[1] زاما (Zama) سمح بن مالک خولانی کا نام ہے۔ ناربون میں اس کے نام سے ابھی تک ایک سڑک منسوب ہے اس سڑک کا پورا نام Rue-dezama ہے۔

[2] غلیوم چھوٹی ناک والا guillume aucourtnez

عمر بن عبدالعزیز کی طرح ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل اپنے عاملوں اور امیروں کے کردار کی تحقیق کرتا تھا۔ اگر کسی کے خلاف کوئی الزام ہوتا تو مجرم کو سزا دیتا اور شکایت کا ازالہ کرتا۔ جب زیاد بن عبدالرحمٰن نے حضرت مالک ابن انس کے حالات بتلائے تو اس نے کہا میری دعا تھی کہ اللہ ان کے جیسے بزرگوں سے ہماری جماعت کو سرفراز کرتا۔[۱]"

اس کے زمانے میں مشہور شہر ناربون فتح ہوا اور اہل جلیقیہ (galicie) سے معاہدہ کیا گیا۔ شرطوں میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ مفتوحین ناربون کا ملبہ قرطبہ پہونچائیں قرطبہ میں باب الجنان کے سامنے جو مسجد بنی ہے اس میں وہی سامان لگایا گیا ہے۔ جو مٹی بچ گئی تھی وہ ٹیلے کی شکل میں وہیں پڑی رہی۔"

"اس نے ایلوا (Alava) اور قلاع پر حملے کئے اور ۱۷۵ھ میں ان مقامات پر قبضہ کرلیا۔ جلیقیہ کی جانب یوسف بن بخت کی سرکردگی میں لشکر بھیجا۔ ابن بندہ[۲] نے اس لشکر سے شکست کھائی۔ ۱۷۶ھ میں اس نے اپنے وزیر عبدالملک بن عبدالواحد ابن مغیث کو دشمنوں کے مقابلے پر بھیجا یہ ایلوا اور قلاع پر حملہ آور ہوا اور آس پاس کے مقاموں میں خونریزی کی۔"

۱۷۷ھ میں اس کی سرکردگی میں ایک اور لشکر ناربون اور جرندہ[۳] gironda

---

[۱] ہشام نے مالکی مسلک اختیار کرلیا تھا اس نے اہل اندلس کو بھی جو اب تک اوزاعی کے پیرو تھے اسی مسلک کی دعوت دی۔

[۲] اس نام کی اصلیت کا پتہ نہیں ملا غالباً یہ برمودہ (Bermuda) کی خرابی ہے یہ جلیقیہ (galice) کا بادشاہ تھا تاریخ میں کسی اسپینی امیر یا بادشاہ کا نام ابن بندہ نہیں ملتا عرب اور یوروپی ایک دوسرے کے نام کی جس صورت سے تحریف کرتے ہیں وہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس کی تھاہ لگانا آسان نہیں۔

[۳] gironde جنوبی اور غربی فرانس کا ایک علاقہ ہے اس کے شمال میں (chereute) اور مغرب میں خلیج غاسقونیا (gascony) جنوب میں لینڈس (Landes) اور مشرق میں لاٹ ری گارون (Lat-et-garome) اور ڈارڈون (Bordogne.) واقع ہیں۔

کی طرف بڑھا۔ اس لشکر نے ان مقامات پر بڑے خونریز حملے کئے۔ مغربی فرانس میں برطانیہ (Bretagne)[1] کے علاقے کو روند ڈالا۔ اور دشمنوں کو پسپا کر دیا۔ اس کے بعد عبدالکریم بن عبدالواحد بلاد جلیقیہ کی طرف بھیجا گیا۔ شاہ جلالقہ اور شاہ باشکنس نے استورگا (Astorga) میں مقابلہ کرنا چاہا لیکن مقابلے کی تاب نہ دیکھ کر لوٹ گئے۔ عبدالملک نے ان کے پیچھے اپنی فوج لگا دی ہشام نے ان کی مدد کے لئے کمک بھی بھیج دی تھی۔ ان دونوں لشکروں سے دشمنوں کے بڑے خونریز مقابلے ہوئے۔ مسلمانوں کو کچھ نقصان پہونچا لیکن کامیابی کا سہرا انہیں کے سر رہا۔"

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب لوٹے اور ہشام بن عبدالرحمٰن کے زمانے میں ناربون کو بھی فتح کر لیا لیکن مکمل فتح اور کامل تسلط کی روائت مقری کے اس بیان

---

[1] مغربی فرانس کا ایک صوبہ ہے یہ قدیم زمانے میں خود مختار تھا۔ ۱۵۳۵ء میں مملکت فرانس میں شامل ہوا۔ غالباً یہاں برطانیہ Bretagne سے یہ فرانسیسی صوبہ نہیں بلکہ کٹلونیہ کا امبرطانیہ مراد ہے۔ اور جرندہ کے بجائے جیرونہ جو اس زمانے میں جرندہ (gerunda) ہی کہلاتا تھا مقصود ہے۔ عزیزی محمد الفاسی نے بتایا کہ فاس میں ابھی تک اندلس کا جرندی خاندان موجود ہے۔ اس خاندان میں ابوالعباس احمد بن علی بن عبدالرحمٰن الجرندی الاندلسی (متوفی ۱۱۳۵ء) بہت مشہور ہیں۔ کوئی شبہ نہیں عرب کٹلونیہ کے جرندہ میں بہت دنوں تک رہے لیکن اس جرندہ میں جس کا صدر مقام بوردو ہے۔ انہوں نے کبھی سکونت نہیں اختیار کی۔ محمد فاسی نے بتایا کہ اسپینی متشرق کوڈیرو (codera) نے برشلونہ (بارسلونا) جرندہ اور ناربون کی فتح پر ایک مستقل فصل لکھی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عربوں نے تسخیر اندلس کے وقت جرندہ بھی فتح کیا تھا یہ عربوں کے قبضے میں رہا۔ شارلمان نے ۷۸۵ء میں عربوں سے چھین لیا۔ عربوں نے ۷۹۳ء میں پھر قبضہ کر لیا۔ ۷۹۷ء یا ۷۹۸ء میں پھر ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ عربوں نے اسے پھر فتح کر لیا۔ لیکن ۸۰۰ء میں دشمنوں کا دباؤ پھر بڑھ گیا اور اس سال عرب یہاں سے ہمیشہ کے لئے خارج کر دیئے گئے۔

سے کہ ایک اور لشکر گراں ناربون اور جیرندہ کی طرف بھیجا۔ اس لشکر نے ان مقامات پر بڑے خونریز حملے کئے" کچھ کمزور ہو جاتی ہے۔ اگر ناربون پہلے ہی پوری طرح قبضے میں آگیا ہوتا تو دوبارہ حملے کی اور خونریزی کی کیا ضرورت تھی۔ المعلمۃ الاسلامیہ[۵۱]" میں ہشام کا ذکر آیا ہے جنوبی فرانس پر عربوں کے متعدد اور مسلسل حملوں کا تذکرہ بھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شام کا لشکر آسٹورگا اور بیادہ (Ameno) تک پہونچا تھا اور جیرونہ اور ناربون پر حملے بھی ہوئے تھے لیکن ناربون کی فتح کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

اسپینی مورخ گونڈ بیان کرتا ہے کہ ہشام نے حاجب عبدالواحد بن مغیث کی قیادت میں ایک لشکر جلیقیہ بھیجا تھا۔ دوسرا لشکر کوہ پری نیز کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اس لشکر کا سردار عبداللہ بن عبدالملک تھا۔ عبداللہ نے ۱۷۷ھ (مطابق ۷۹۳ء) میں جیرونہ فتح کیا اور کوہ پری نیز سے آگے بڑھ کر ناربون پر قبضہ کیا۔ اس نے وہاں کے باشندوں کو قتل کر دیا اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ کر قرقشونہ کی طرف چلا۔ یہاں ملک کے امراء اس کی پیش قدمی روکنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ناربون اور قرقشونہ کے درمیان لڑائی کا میدان گرم ہوا اس معرکہ میں بھی مسلمان کامیاب رہے۔ عبداللہ اس لڑائی کے بعد اندلس لوٹ آیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی واپسی کی وجہ یہ خیال تھا کہ کہیں جنگوں کا سلسلہ اس مال غنیمت کو ختم نہ کر دے جو اس نے اب تک اکٹھا کیا تھا۔ کہا جاتا ہے ہشام نے یہ دولت جامع قرطبہ کی تعمیر میں صرف کر دی تھی۔

حاجب عبدالواحد کا لڑکا عبدالکریم جلیقیہ کی طرف لشکر لے کر گیا۔ اس نے قتل و غارت کے بعد جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ لیکن شاہ الفانسو کے جال میں پھنس گیا اور اس کے لشکر کے بہت سے سردار اور سپاہی کام آئے۔ اسی ہنگامے میں سوار دستے کا سردار یوسف

---

۵۱ انسائیکلوپیڈیا اسلامیہ

مرتبہ ھوالستما اور باسیت وغیرہ

مارا گیا۔

مستشرق رینونیو نے اپنی کتاب "غارات العرب علیٰ فرلنسہ" میں وہی بیان کیا ہے جو عرب مورخین کہتے ہیں اور جسے لذریق سمٹنیس نے بھی اختیار کیا ہے رینیو نے مسیحی قیدیوں کے دو سو میل تک گاڑیوں اور کاندھوں پر مٹی لاد کر لیجانے کا واقعہ بھی بیان کیا ہے عربوں نے ان روائتوں سے یہ خیال کر لیا کہ ناربون پر مسلمانوں کا تسلط پوری طرح قائم ہوگیا تھا لیکن مسیحی مورخین ان روائت کی تائید نہیں کرتے اس لئے ناربون کے تسلط کو قرین قیاس نہیں سمجھا جاسکتا۔

نوبری نے ان لڑائیوں کے واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں لیکن وہ کہیں نہیں کہتا کہ ان معرکوں میں عربوں کا تسلط ناربون پر قائم ہوگیا تھا۔[۱] ہم باقی تفصیل

---

[۱] مسعودی نے مروج الذہب میں سمورہ کے واقعہ کا ذکر کر کے لکھتا ہے کہ "جو مقامات سرحد فرانس سے ملے ہوئے تھے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ ۳۳۰ھ میں دوسرے مقاموں کے ساتھ ناربون بھی دشمنوں کے قبضے میں چلاگیا اور ۳۳۶ھ میں طرطوشہ اسلامی مقبوضات کی حد ٹھہرا۔

ڈوزی، جو یوروپین مورخین میں تاریخ عرب کا سب سے اچھا ماہر ہے لکھتا ہے:۔

"بیلائی (پلیجیوس) کی شورش کے بعد اندلس میں کچھ ایسے حادثات پیش آئے جنہوں نے اہل اسٹوریہ کے ہاتھ مضبوط کردیئے۔ اسپینی مسلمانوں میں بربروں کی تعداد بہت زیادہ تھی انہوں نے عربوں کے خلاف ہنگامہ برپا کردیا۔ فریقین میں بہت سے مقابلے ہوئے آخر میں بربر غالب ہوئے اور عرب بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن یہ کامیابی عارضی تھی عرب پھر لوٹے اور بربروں سے بہت سخت انتقام لیا اور ان کو مجبور کیا کہ وہ افریقیہ بھاگ جائیں۔ ابھی یہ مصیبت آسان نہ ہوئی تھی کہ مسلسل پانچ سال تک قحط کا عذاب نازل ہوتا رہا ان حالات نے بربروں کی حالت بہت خراب کردی اور اسپین میں ان کی بہت تھوڑی تعداد رہ گئی۔ اسی زمانے میں (۷۵۱ء) میں اشٹوریہ کے باشندوں نے اذفونش (الفانسو) کی قیادت میں مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا۔ (باقی اگلے صفحے پر دیکھئے)

"فرانس میں بنی امیہ کے معرکے" کے زیر عنوان پیش کریں گے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور براغہ (Baraga) پورٹو (Porto) اور دیزو (Visell) میں ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑا۔ تمام ساحلی علاقے دریائے ڈورو (Duero) کے دہانے تک مسلمانوں سے بالکل خالی ہو گئے۔ مسلمان اسٹورگا، لیون، سموره (Zamoura) دسمہ (Diesma) اور طلمنکہ (Talawanque) سے بھی ہٹ آئے اور کوریا اور مریدا میں ٹھہرے۔ مشرقی علاقے میں سرڈانہ (Serdana) سمینکہ (seimanka) سیگوویا (Segovia) اویلہ (Avila) اوکا (oca) اور مرانڈہ سے جو دریائے ایبرو کے ساحل پر واقع ہے جلاوطن کر دیئے گئے۔ اب کوئمبرہ (Coim-bra) کوریا، طلبیرہ (Talavera) تطیلہ (Tudila) اور بنبلونہ اسلامی حکومت کے سرحدی شہر ٹھہرے۔"

سمح بن مالک خولانی

فرانس پر عربوں کے حملے

رینو بیان کرتا ہے :-

ناربون کی مہم سے فارغ ہو کر سمح بن مالک خولانی نے قرب وجوار کے شہروں پر حملے کئے اور ایکیوٹین (Aquitaine) کے دارالحکومت طلوزہ (Toulouse) پر چڑھائی کی۔ ایکیوٹین کے ڈیوک اوڈ نے ایک بڑا لشکر تیار کیا اور دشمن کو روکنے کے لئے کیل کانٹے سے درست ہو کر بیٹھا۔ عربوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور منجنقیں لگا کر پتھر برسانے شروع کئے۔ محاصرے کی سختی سے تنگ آکر طلوزہ کے لوگ اطاعت کرنے جا ہی رہے تھے کہ ڈیوک لشکر جرار کے ساتھ بڑھتا ہوا دکھائی پڑا۔ اس کی جمعیت کا کوئی شمار نہ تھا۔ پورا میدان فوج سے بھرا پڑا تھا۔ گرد وغبار کے بادلوں سے سورج چھپ گیا تھا۔ سمح نے دشمن کی کثرت دیکھ کر یہ آیت پڑھی (ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم۔ اگر خدا مددگار ہے تو کوئی تمہارے اوپر غلبہ نہیں پا سکتا")

دونوں فوجیں ایک دوسرے سے پہاڑوں کی طرح ٹکرائیں۔ انسانی آنکھوں نے شاید ایسا خونی معرکہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ سمح نے بڑی دلیری سے اپنی فوج کی قیادت کی۔ کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں وہ خود نہ پہونچتا ہو۔ اور کوئی دستہ نہ تھا جس کے

دوش بدوش اس نے جنگ آزمائی کا حق نہ ادا کیا ہو۔ بپھرے ہوئے شیر کی طرح اپنے ساتھیوں کو للکار کر آگے بڑھتا اس کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلتیں اور خون ٹپکتا تھا"

"لڑائی اپنی پوری شدت سے جاری تھی اور سمح پوری شجاعت سے ہر محاذ پر پہونچکر داد مردانگی دے رہا تھا کہ اچانک نیزے کا زخم کاری کھا کر جان بحق تسلیم ہوا اس کی شہادت سے مسلمانوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور بڑے بڑے جانباز میدان جنگ سے اپنے اپنے شہیدوں کو بے گور دکفن چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے یہ حادثہ مئی ۷۲۱ء (ذی الحجہ ۱۰۳ھ) میں پیش آیا۔ اس حادثے میں بہت سے ایسے مجاہدین شہید ہوئے جو گذشتہ لڑائیوں میں شریک رہ چکے تھے"

سمح کی شہادت کے بعد عبدالرحمٰن غافقی اس کا جانشین ہوا یہ مسلمانوں کی بچی کھچی جماعت کے ساتھ اندلس لوٹ آیا۔

جب اس شکست کی خبر پھیلی اہل لینگوڈاک اور پری نیز (Prynees) کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے عربوں کی اطاعت سے نکلنے کے منصوبے باندھنے شروع کئے۔ لیکن ابھی تک ناربون عربوں سے خالی نہ ہوا تھا۔ اندلس سے کمک پہونچتے ہی مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے اور قرب وجوار کے سرکشوں کو اپنی اطاعت پر مجبور کیا"

"اس زمانے میں راہبوں اور قسیوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور ان کا فرمان قول فیصل سمجھا جاتا تھا۔ گرجوں اور دیروں کی دولت کا کوئی شمار نہ تھا۔ اسی وجہ سے عرب فاتحین غلبہ پاتے ہی سب سے پہلے گرجوں کا رخ کرتے اور پادری و راہب مصائب کا شکار ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے ہمیں اس زمانے کی تاریخوں میں گرجوں کی تباہی اور راہبوں کی بربادی کی داستان بہت تفصیل سے ملتی ہے۔ یہی لوگ اپنے زمانے کے مورخ ہیں

---

[1] اکثر مورخین سمح بن مالک خولانی کو اس پل کا بانی قرار دیتے ہیں ممکن ہے سمح نے بنا ڈالا ہو اور اس کی شہادت کے بعد عنبسہ نے اس کی تکمیل کی ہو۔

اس لئے انہوں نے اپنے قلم کا پورا زور اپنی ہی داستان بیان کرنے میں ختم کردیا ہے"

جو راہب اس زمانے میں موجود تھے انہوں نے اپنی تاریخوں میں حسب ذیل گرجوں کی تباہی کا حال لکھا ہے۔

۱۔ دیر جوسیل (jaucels) بیزیریں (Beziers) کے قریب واقع تھا

۲۔ دیر سینٹ باسل (saint Bausile) نیم (nime) کے قریب واقع تھا۔

۳۔ دیر سینٹ جیل (saint gills) آرلی (Arless) کے قریب واقع تھا

"دیر ترتیل اپنی اہمیت اور دولت ثروت کے لحاظ سے بہت مشہور تھا اس میں راہبوں کی جماعتیں حمد وثنا کے ترانے ہر وقت گاتی رہتی تھیں جب ایک تھک جاتی تھی تو دوسری یہ فرض انجام دیتی تھی۔ دن ورات میں کسی وقت تسبیح ربانی کے یہ نغمے خاموش نہ ہوتے تھے۔ اس مناسبت سے یہ عبادت گاہ دیر ترتیل کے نام سے مشہور ہوگئی تھی"

عرب ان دیروں پر عقابوں کی طرح چھاگئے اور یہاں کے راہب اور قسیں بمشکل اپنی جانیں اور بزرگوں کے بعض ذخیروں[1] کو بچا سکے۔ عرب سب سے پہلے گرجے کے گھنٹے اور ناقوس کی طرف توجہ کرتے اور انہیں توڑ ڈالتے تھے[2]۔

ان ہنگاموں میں کہیں کہیں ان کا مقابلہ بھی ہوا۔ جو لوگ بلا لڑے بھڑے ان کی اطاعت قبول کر لیتے تھے عرب ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچاتے تھے۔"

"۷۲۴ء میں عنبسہ ابن سحیم کلبی[3] اندلس کا امیر مقرر ہوا یہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ

---

[1] رینو نے یہ واقعہ مینارڈ (menard) کی تالیف "تاریخ نیم" کے حوالے سے لکھا ہے۔

[2] رینو نے یہ روایت نویری کے حوالے سے لکھی ہے

[3]۔ بقیۃ الملتمس میں آیا ہے:۔

"عنبسہ بن سحیم کلبی کو بشر بن صفوان امیر افریقیہ نے ۱۰۶ھ میں اندلس کا (باقی اگلے صفحے پر)

کوہ پری نیز (Pry nees) سے گذر گیا اور ملکوں کو فتح کرتا ہوا قرقشونہ جا پہونچا اور وہاں تسلط قائم کرکے نیم (Nime) پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں سے یرغمال کے طور پر چند آدمی لے کر برشلونہ بھیجا۔

"ایزیدور (عیسدور) باجی کا خیال ہے کہ عنبسہ کی فتوحات کا مدار قتل و غارت وخونریزی سے زیادہ دانائی اور مہارت پر تھا اس وجہ سے اس کے زمانے میں بلاد غال کا خراج دوگنا ہوگیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں عنبسہ نے شرح ہی دوگنی کردی تھی۔ لیکن یہ صحیح نہیں یہ اضافہ اس کی خوش تدبیری اور اس کے حسن انتظام کا نتیجہ تھا۔"

عنبسہ ۷۲۵ء میں کسی معرکے میں شہید ہوا اور حدیرہ اس کا قائم مقام ہوا۔ اندلس سے کمک بھی آگئی تھی۔ عربوں نے اپنی فتوحات کا سیلاب چاروں طرف پھیلا دیا۔ ایلبجو (Albigeois) جیوڈان (gevaudan) رودرغ (Rouergae) اور ویلی (valey) ان کی تاخت و تاراج کا مرکز بن گئے جو جگہیں تلوار کے زور سے فتح ہوئیں حملہ آوروں نے انہیں آگ کے شعلوں کی نذر کردیا۔ لڑائی کے اس بہیمانہ طرز کو بعض مجاہدین نے بھی ناپسند کیا۔ ان لوگوں کو ان لڑائیوں میں قیمتی جواہرات، ہتھیار اور گھوڑوں کے سوا جن سے انہیں قوت حاصل ہوئی تھی اور کسی چیز کی پرواہ نہ ہوتی تھی۔"

روڈیس (Rhodes) ان مقامات میں ہے جو سب سے زیادہ تباہی اور مظالم کا نشانہ بنے۔ عرب یہاں کے ایک قلعے میں جسے بعض لوگ روکپر لیو (Roque prive) اور بعض لوگ بالاجوئیبر (Balaquira) بتاتے ہیں داخل ہوئے۔ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا اور قلعہ کو تباہ کردیا اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حاکم مقرر کیا تھا۔ یہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک کا زمانہ تھا۔ عنبسہ کی وفات ۱۰۷ھ میں ہوئی بعض ۱۰۹ھ کو سنہ وفات قرار دیتے ہیں۔"

حادثے کی شہادت میں ہمارے سامنے ایک ایسے آدمی کا بیان موجود ہے جو ان مظالم کا شکار ہوا تھا اس کا نام دادون (Dadon) ہے جب عربوں نے حملہ کیا یہ شخص بھی اپنے ہموطنوں کے ساتھ ان کے مقابلے پر آیا۔ عرب لوٹ مار کرتے ہوئے اس کے گھر میں بھی گھسے۔ گھر میں اس کی بوڑھی ماں کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آیا یہ اس کو پکڑ لے گئے۔ دادون اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور قلعے کے پھاٹک پر کھڑا ہو کر اپنی ماں کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا۔ ایک عرب نے فصیل سے جھانک کر کہا تم اپنا گھوڑا جس پر سوار ہو دے دو تو تمہاری ماں کی واپسی ممکن ہے ورنہ ہم اسے تمہارے سامنے ہی ذبح کر دیں گے۔"

دادون کو اس مطالبے سے بڑی تکلیف ہوئی۔ اس نے غصے کی دیوانگی میں جواب دیا "میں گھوڑا نہیں دوں گا" ایک بربر آگے بڑھا اور اس کی ماں کو ذبح کر کے سر دادون کے سامنے پھینک دیا۔ دادون یہ ہولناک منظر دیکھ کر ہوش میں نہ رہا۔ وہ دیوانوں کی طرح چیخنے پیٹنے لگا۔ وہ انتقام کے جوش میں بے چین تھا۔ لیکن قلعے کے دروازے بند تھے اور دشمنوں تک اس کی رسائی ممکن نہ تھی۔ اس حادثے نے اس کے ہوش و حواس پر برا اثر ڈالا یہ سب سے الگ وادیٔ دردون میں (Daurdon) اپنی زندگی کے دن گذارنے لگا۔ اسی مقام پر آگے چل کر کونک (Conque) کا گرجا تعمیر کیا گیا۔

رینو اس روائت کی تصدیق کے لئے ارمولڈس ہنجلوس (Ermoldus Nejellas) کا قصیدہ پیش کرتا ہے جس کی اشاعت بلاد گال کے دو مورخوں موراتوری (Mura turi) اور ڈان بوکوٹ (Bouquet) نے کی تھی اور جسے موسیو پرٹز (Prtz) نے اپنی کتاب "تاریخ جرمانین" میں بھی نقل کیا ہے۔ اس قصیدے میں دیر کونک کا کہیں تذکرہ نہیں۔ کسی دوسری تاریخ

میں بھی اس کا پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ عربوں نے رورغ پر کسی سنہ میں چڑھائی کی تھی لیکن یہ جاننے کے بعد کہ دادون نے آٹھویں صدی علیسوی کے آخر میں وفات پائی۔ یہ طے کرنا مشکل نہیں رہ جاتا کہ یہ واقعہ کس زمانے میں پیش آیا تھا۔ دیر کونک کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ انقلاب فرانس کے زمانے تک باقی رہا۔

"ایک دوسرا واقعہ اور بھی دردناک ہے یہ حادثہ ویلی (velay) کے پاس موناسیٹر (Monastein) کے گرجے میں پیش آیا تھا مسلمان پوے (Puy) کلرمانٹ (cler mont) اور بریوڈ (Brioude) کے گرجوں کو تاراج کرکے ماناسیٹر کے معبد پر حملہ آور ہوئے۔ رئیس معبد قدیس شافر (saint chaffer) نے تمام راہبوں کو اکٹھا کیا انہیں تمام ضروری اور قیمتی چیزیں دے کر جنگلوں میں چھپ رہنے کی ہدایت کی اور خود خدا پر بھروسہ کرکے صبر و تحمل کے ساتھ دیر میں پڑے رہنے کا فیصلہ کیا۔ دوسرے راہبوں نے رئیس دیر کے اس خطرناک عزم پر بڑی پریشانی کا اظہار کیا لیکن ان کے آنسو شافر کو اپنے ارادے سے باز نہ رکھ سکے۔ وہ بربروں کو راہ ہدایت دکھانا چاہتا تھا۔ اس کار خیر میں وہ اپنی جان کی بازی لگانے کا ارادہ کر چکا تھا"

راہبوں نے بہت سمجھایا لیکن شافر کے عزم کے سامنے ان کے دلائل صدا بصحرا ثابت ہوئے اور رئیس نے ایسی خلاصی پسند نہ کی جس میں کلیسا کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ وہ پولس رسول پطرس کی طرح جان بچانے کے بجائے بندگان خدا کی نجات کے لئے بے چین تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو پریشان دیکھ کر سمجھایا کہ "اگر میں ناکام ہوا اور دشمنوں نے مجھے قتل کر دیا تو ممکن ہے میرا خون بہت سے بندگان الٰہی کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے"

"راہب قدلیش شافر کے ارادے میں کوئی تزلزل نہ پیدا کر سکے اور طوعاً و کرہاً گرجے کی ضروری اور قیمتی چیزیں لے کر جنگلوں میں چھپ رہے۔ ان میں سے دو راہب قریب کے ایک ٹیلے پر پیش آنے والے واقعات کو اپنی نظروں سے دیکھنے کے لئے بیٹھ گئے۔"

جب عرب قلعے میں داخل ہوئے قدلیش شافر ایک گوشے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ان لوگوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور مال و دولت کی فکر میں گرجے کی تلاشی لینے لگے۔ وہ راہبوں کو ڈھونڈھ رہے تھے تاکہ جوانوں اور تندرستوں کو اندلس کے بازاروں میں بیچ کر نفع کمائیں۔ لیکن جب یقین ہو گیا کہ راہبوں کی پوری جماعت ضروری اور قیمتی سامان لے کر بھاگ گئی ہے انہوں نے قدلیش شافر کی طرف رخ کیا اور اس کو بے رحمی سے مارنا پیٹنا شروع کیا۔"

"وہ بربروں کی عید کا دن تھا۔ بربر عید کے دن قربانی کیا کرتے تھے۔ جس مؤرخ کی روایت ہم بیان کر رہے ہیں اس نے قربانی کی شکل اور تفصیل نہیں کی صرف اتنا بتایا ہے کہ وہ اس دن شراب پیتے اور کھیل کود میں دن گذارتے تھے۔"

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بربروں کی یہ جماعت ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ اور بت پرستی کے توہمات میں گرفتار تھی۔ قدیر شافر نے عید کے جلسے میں انہیں اکٹھا دیکھا تو وعظ و نصیحت کے ارادے سے پاس گیا اور سمجھانے لگا شیاطین کی پوجا کے مقابلے میں اس خدا کے سامنے گردن جھکانا بہت اچھا ہے جس نے پوری دنیا کو پیدا کیا ہے۔ بربر قدلیش کے وعظ سے بہت برہم ہوئے اور ایک شخص نے پتھر کھینچ کر مارا۔ زخمی قدلیس بے ہوش ہو کر گر پڑا۔"

"بربروں نے دیر کو پھونکنے اور ڈھانے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابر و باد کا بڑا سخت طوفان آگیا اور بربر دیر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ راہب پہاڑوں اور جنگلوں سے لوٹ

آئے قدلیس ان چوٹوں کے صدمے سے کچھ دلوں بعد مر گیا۔ اہلِ کلیسا ۱۹ اکتوبر کو اس کی برسی منایا کرتے تھے۔ یہ دیر بھی انقلاب فرانس تک باقی رہا۔"

"ہمارا خیال ہے اس زمانے میں عربوں نے ڈوفینی (Douphine) لیون (Lioun) اور برگونیہ (Bourgone) کے ممالک پر حملے کئے۔ ایک عرب مورخ نے ان واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے" اللہ نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا تھا اور وہ مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھہرنے کی ہمت نہ کرتے تھے وہ سامنے آتے اور امان مانگتے تھے اور اکثر بندگان خدا اسلام قبول کرتے تھے مسلمانوں کی فتح کا سلسلہ وادی رون تک جا پہونچا۔ اب وہ ساحلوں سے دور اندرونی ملک میں بڑھ رہے تھے۔"

رینو نے یہ عبارت مقری کے حوالے سے لکھی ہے۔ ابنِ حیّان نے نفح الطیب کی یہ عبارت حسب ذیل الفاظ میں نقل کی ہے۔

"موسیٰ نے طارق سے مصالحت کر لی اور اس کو مقدمۃ الجیش کا سردار بنا کر آگے بھیجا اور خود پیچھے روانہ ہوا۔ اس نے شمالی حدود میں پہونچ کر سرقسطہ اور قرب و جوار کی آبادیوں کو فتح کر لیا۔ وہ اور طارق دونوں جہاں پہونچے کامیاب ہوئے۔ اور بے شمار مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اللہ نے کافروں کے دلوں پر ان کا رعب طاری کر دیا اور کسی نے ان کے مقابلے کی ہمت نہ کی۔ طارق کے پیچھے موسیٰ مہم کی تکمیل اور معاہدوں کی تصدیق کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ جب پورا علاقہ قبضے میں آگیا اور تسلط پوری طرح قائم ہو گیا۔ موسیٰ مستقل انتظام کے لئے کچھ دن ٹھہرا اور مسلمانوں کی جماعتوں کو مزید فتوحات کے لئے یورپی ممالک کی طرف بھیجا۔ یہ لوگ وادی رودنہ تک پہونچے۔ یہ زمین عربوں کی آخری جولانگاہ تھی۔ طارق نے برشلونہ (بارسلونا)، ناربون۔ صخرۂ ابینیون[1] اور لوودون کے قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ اب د

---

[1] اے دگنان (Avignon)

ساحل سے جہاں سے انہوں نے یوروپی ممالک کی طرف قدم بڑھایا تھا بہت دور آنکلے تھے"۔

"درحقیقت ہمیں ان مقامات کے نام جہاں عربوں کا تسلط قائم ہوا تھا معلوم ہی نہیں ہو سکے۔ ہمیں ان جگہوں کی کچھ خبریں معلوم ہوئی ہیں جو ان کی تاخت کا نشانہ بنیں۔ وین (Vienne) کے مضافات میں دریائے رون کے ساحل پر تمام عبادت گاہیں اور گرجے مسمار ہو گئے۔ لیوں (جسے عرب لودون کہتے ہیں) میں میں نے اس کے سب سے بڑے کلیسا کی ویرانی اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ ایسے ہی ماسون (Macon) شارلون (charlon) اور بون (Bon) کی تباہی ناقابل بیان ہے۔ عرب فاتحین شہر اوٹون (Autun) تک جا پہونچے اور سینٹ نازیر (saint Nazaire) سینٹ جان (saint jean) اور سینٹ مارٹن (Saint marton) کی عبادت گاہوں کو جلا ڈالا۔ صولیو (Saulieve) میں سینٹ انڈوش (saint Andoche) کے گرجے کو لوٹ لیا اور ڈیجن (Dejon) کے قریب بیزر (Beze) کے دیر کو تباہ کر دیا"۔

انہوں نے گالی مورخ مواساک، وون پلانشر (Plaucher) کی تاریخ برغونیا اور تاریخ گالیا کرسٹانیا (gallia christiania) کے حوالے سے ان حادثات کا ذکر کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عربوں نے ان مقامات سے بھی آگے بڑھ کر حملے کئے تھے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عرب فوجیں دریائے لوار کی جانب نیویر (Nevers) کے قریب فرانش کونٹے (Franche counte) کی طرف پہونچیں۔ عربوں نے انہیں

لڑائیوں میں سینٹ کولمبان (colomban) کو تباہ کیا تھا اور سنیر السنون میں ان راہبوں اور قیسوں کو قتل کر دیا تھا جو ان کے سامنے آئے تھے۔ یہ دعویٰ قرین قیاس بھی ہے۔ فرانس کونٹے کے علاقے میں عربی نام اور آثار بکثرت موجود ہیں۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عربوں نے لوکسول (luxeuil) کے گرجے کو جو واژے (vosges) کے کوہستان میں واقع تھا تباہ کر دیا اور وہاں کے راہبوں کو جو قدیس میلین (Mellin) کے ساتھ رہتے تھے قتل کر دیا۔ رینو نے یہ روائتیں پادری لیکوائنٹ (Leconite) اور مابلون (Mabillon) کے حوالے سے بیان کی ہیں۔

رینو کا خیال ہے کہ سینس (sens) کے شہر سے پہلے عربوں کو مقابلے پر آنے والا کوئی نہ ملا سینس (sens) کے مطران ایبون (Ebbon) نے جو اپنے فضل و کمال کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ عربوں کے مقابلے کا ارادہ کیا اور جب عربوں نے منجنیقوں سے پتھر برسائے سنس (sens) کے باشندوں نے فصیلوں پر چڑھ کر ایسی آتشی چیزیں پھینکنی شروع کیں جن سے عربوں کے جنگی آلات جلنے لگے۔

ان روائتوں میں مورخوں نے کہیں ذکر نہیں کیا کہ حملہ آور سراسین (sarrazins) تھے لیکن روائتوں کے الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حملہ آور مسلمان ہی تھے یہ مورخین انہیں ونڈال (vandales) کے نام سے پکارتے ہیں۔ دسویں صدی کے شروع میں مجار (Megyar) کے لئے بھی، جب وہ جرمنی کی طرف سے فرانس میں داخل ہوئے اور فرانس کونٹے برگونیہ اور شمپانیا وغیرہ کو لوٹا یہی لفظ استعمال کیا جاتا تھا۔“

رینو ان روائتوں کو بیان کر کے کہتا ہے کہ ”عربوں کا فرانس کی طرف آنا

اور ملک کے اندر داخل ہونا اچھی طرح ثابت ہو چکا ہے۔ فرانس میں ان کا مقابلہ جم کر کسی نے نہیں کیا۔ جو لوگ لڑے وہ بھی منظم نہ تھے۔ یہی وجہ ہے فرانس کی لڑائیوں میں کسی خاص مقام کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس معاملے میں فرانس اور اسپین میں فرق ہے۔"

"اسپین کے باشندوں نے عربوں کی اطاعت ہی نہیں کی بلکہ ان کا مذہب بھی قبول کر لیا۔ اور ساری مہموں میں دست راست بن کر ان کے ساتھ شریک رہے۔ لیکن فرانس میں یہ شکل نہ تھی۔ چند خود غرض غداروں کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد کسی ذی حیثیت آدمی نے عربوں کی حاشیہ نشینی نہیں کی اور نہ کوئی اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ ناربون اور قرقشونہ کے باشندوں نے بھی کسی قیمت پر اپنا مذہب چھوڑنا پسند نہ کیا حالانکہ عرب وہاں عرصہ تک رہے۔"

"ایکیوٹین کا ڈیوک اوڈان ہنگاموں سے الگ رہا۔ ابھی تک لڑائیاں آس پاس کے ملکوں میں ہو رہی تھیں۔ ایکیوٹین کا علاقہ بیرونی اثرات سے محفوظ تھا۔ چارلس مارٹل (charles martel) بیویرین اور سکسن طاقتوں سے جن کے دریائے رین کو عبور کر کے چڑھ دوڑنے کا اندیشہ تھا۔ نبرد آزما تھا۔ عرب مورخوں کو ان اندرونی ہنگاموں کی اطلاع نہ تھی۔ جو فرانسیسی حکومتوں میں برپا تھے۔ اس لئے انہوں نے چارلس مارٹل کے سکوت کے لئے ایک وجہ تلاش کر لی۔"

عرب مورخ بیان کرتے ہیں کہ امرائے یورپ نے چارلس مارٹل کے مسلمانوں کے حملے کی شکایت کی اور اسے سمجھایا کہ عربوں کے ہاتھوں جو تباہیاں آ رہی ہیں وہ بڑے ننگ و عار کا باعث ہیں۔ مسلمانوں کے پاس ہلکے پھلکے ہتھیار رہیں وہ فرنگی لشکروں پر جو اپنے بھاری ہتھیاروں اور وزنی زرہوں سے بوجھل ہو رہے

ہیں۔ بہت جلد غلبہ پا جائیں گے۔"

چارلس مارٹل[1] نے جواب دیا کہ مسلمانوں کا جوش ابھی نیا ہے وہ ابھی ایسے تیز سیلاب کی طرح ہیں جو راستے کی دشواریوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ اس وقت انہیں نہ چھیڑو۔ جہاں تک بڑھیں بڑھنے دو۔ جب ان کی مٹھیاں گرم ہو جائیں گی اور ان کے گھروں میں دولت کے انبار لگ جائیں گے ان کا جوش خود بخود ٹھنڈا ہو جائے گا۔ دولت کی کثرت اور عیش و آرام کی فضا ان کے حوصلوں کو لسپت کر دیگی۔ یہ تن آسان ہو جائیں گے۔ دولت ان کے دلوں میں خود غرضی کی تخم ریزی کرے گی۔ یہ ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کریں گے اور ان کی جمعیت پارہ پارہ ہو جائے گی۔ اس وقت ہم چڑھ دوڑیں گے اور ان کی جمی جمائی بساط الٹ دیں گے۔"

رینو نے مذکورہ بالا روایت مقری کے حوالے سے بیان کی ہے۔ نفح الطیب مطبوعہ مطبع ازہر کے صفحہ ۱۲۸ میں حسب ذیل عبارت موجود ہے :-

حجازی کا بیان ہے کہ عیسائی امراء موسیٰ بن نصیر کے مقابلے سے بھاگ نکلے اور فرانس اور اندلس کے درمیانی پہاڑوں پر دم لیا۔ عیسائی امراء نے اپنے بادشاہ قارلہ سے فریاد کی کہ :-

ہم نے عربوں کا تذکرہ سنا تھا۔ ہمارا خیال تھا وہ مشرق سے حملہ کریں گے لیکن وہ مغرب کی طرف سے اندلس پر چڑھ دوڑے اور حیرت ہے وہ مٹھی بھر جماعت لے کر جو سامانِ جنگ سے بھی پوری طرح آراستہ نہیں اتنے بڑے ملک پر چھا گئے۔ قارلہ[1] نے کہا، میری رائے میں انہیں اس وقت چھیڑنا مناسب نہیں اس وقت وہ ایک ایسے تیز رو سیلاب کے مانند ہیں جس کے سامنے تمام طاقتیں

---

[1] چارلس مارٹل charles martel

خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔ ان کے دل جوش سے ماموری ہیں۔ اسوقت وہ سامانِ جنگ سے بے نیاز ہیں۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ ان کو مالِ غنیمت اکٹھا کرنے دو دولت کے آتے ہی ریاست کی ہوس ان کے دلوں میں حسد اور نفاق کے جذبات پیدا کردے گی اور وہ اپنے بھائی بندوں کے خلاف مدد مانگیں گے۔ اس وقت ان کے اوپر قبضہ پانا بہت آسان ہوگا۔"

مصنف کا بیان ہے "شامی، بربری، عرب، مصری اور یمنی قبائل کے بارے میں یہ پیشینگوئی حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی یہ آپس میں لڑتے اور اپنے بھائیوں کے خلاف اپنے دشمنوں سے مدد مانگتے پھرتے تھے۔

عربوں کی یہ حیرت انگیز ترقی دو خاص وجہوں سے ایکبارگی رک گئی۔ ایک بڑی وجہ جس کا تذکرہ حجازی نے کیا ہے شامیوں اور بلدیوں کا فتنہ تھا۔ اس فتنے نے ان کی فتح کے سیلاب کو جس کے سامنے بڑی سی بڑی طاقت بے حقیقت تنکے کی طرح بہہ گئی۔ بالکل روک دیا۔ شامیوں اور بلدیوں کے فتنے سے زیادہ نامبارک عربوں اور بربروں کی لڑائی تھی۔ ان باہمی جھگڑوں نے اسلامی جمعیت کو پارہ پارہ کردیا۔

عرب اور یوروپی مورخین سب اسی نتیجے پر پہونچے ہیں کہ شمالی اسپین میں عربوں اور بربروں کے جھگڑے نے جس میں عربوں کو پہلے شکست ہوئی۔ دشمنوں کو بہت فائدہ پہونچایا اور انہوں نے اس نزاع کو فال نیک سمجھ کر موقع سے فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے اپنی پراگندہ جماعتوں کی تنظیم کی اور آگے چل کر مسلمانوں کو شمالی اندلس سے نکال باہر کیا۔

دوبارہ جب عربوں نے بربروں سے انتقام لینے کے لئے جمعیت فراہم کی اور عربوں اور بربروں کے مقابلے شروع ہوئے تو اسپینوں اور فرانسیسیوں نے اس

موقع کو بھی غنیمت خیال کر کے پہلے کی طرح خوب فائدہ اٹھایا۔ ان دونوں فتنوں کے مقابلے میں، جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ قیسیوں اور یمنیوں کا فتنہ اور بھی نامبارک تھا۔ شقندہ کے مشہور معرکے اور دوسرے ہنگاموں میں مسلمان آپس ہی میں دست وگریبان تھے اور دشمن ان کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا رہے تھے وہ قلعے پر قلعہ فتح کرتے۔ شہروں پر تسلط جماتے اور ملکوں پر قبضہ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ عربوں کے پاس نہ وقت ہی تھا نہ جمعیت کہ دشمنوں کی ان دست درازیوں کو روکنے کی فکر بھی کرتے۔

خلیفہ ہشام ثانی کے زمانے میں جب قرطبہ، عرب اور بربروں کے فتنوں کا مرکز بنا ہوا تھا مسلمانوں کا ہر گروہ اپنے بھائیوں کے خلاف دشمنوں سے مدد مانگتا پھرتا تھا اور اس خدمت کے عوض میں اپنے دشمنوں کو شہروں، قلعوں اور زرخیز آبادیوں کا نذرانہ دیتے ہوئے ذرا بھی پس وپیش نہ کرتا تھا۔[۱]

---

[۱] ابن عذاری نے "البیان المغرب" میں بیان کیا ہے:-

"ابراہیم ابن القاسم نے کہا اہل قرطبہ بربروں کی دشمنی میں اندھے ہو رہے تھے ان کے سامنے صلح وصفائی کی تبلیغ کرنے والا تلوار کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ جامع مسجد میں کسی اہل علم نے دعا مانگی "پروردگار! امن وسلامتی نازل فرما"۔ یہ دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ دعا مانگنے والے کا سر قلم ہو گیا۔ ایک سیاہ فام عورت کے ہاتھ سے ہانڈی گر کر ٹوٹ گئی۔ کسی نے کہا یہ سیاہ بربریہ ہے۔ عورت آناً فاناً وہیں ذبح کر دی گئی"۔ ایک طرف باہمی عناد کا یہ حال تھا دوسری طرف "ابن مامتہ القومس (مسیحی سردار) نے جب قلعوں کا مطالبہ کیا تو محض اس خوف سے کہ یہ بربروں سے مل کر سرحدوں پر فتنہ نہ برپا کریں مطلبہ تسلیم کر لیا گیا اور فقہا، علماء اور قاضیوں کی موجودگی میں معاہدہ مکمل کیا گیا"۔

جب عیسائی سفیر قرطبہ پہونچے تھا۔ قاضی اور ارباب عدالت (باقی اگلے صفحہ پر)

دوسری وجہ جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہوئی ۔ دولت کی بڑھتی ہوئی حرص اور مالِ غنیمت کی اندھی محبت تھی۔ عبدالرحمٰن غافقی اور چارلس مارٹل کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اکٹھا ہوئے اور خلیفہ ہشام اور وزیر واضح کے سامنے معاہدہ پڑھا گیا اس معاہدے میں دہ قلعے عیسائیوں کے حوالے کئے گئے جنہیں حکم بن عبدالرحمٰن محمد بن ابی عامر اور مظفر نے فتح کیا تھا۔ جو لوگ اس جلسہ میں حاضر تھے انہوں نے اس معاہدے پر شہادت کے دستخط کئے یہ قلعے عیسائیوں کے حوالے کر کے اہل قرطبہ بہت خوش تھے کہ انہوں نے یہ رشوت دے کر ان کو بربروں کی مدد سے روک دیا۔"

"شانجہ نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا اور دھمکی دی کہ اگر بعض دوسرے قلعے اس کے حوالے نہ کئے گئے تو وہ بربروں سے مل جائے گا۔ اہل قرطبہ نے شانجہ کی دھمکی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کا مطالبہ بلا تامل پورا کر دیا۔"

اسکاٹ نے اپنی کتاب ہسٹری آف مورش ایمپائر میں لکھا ہے :-

"سلطنت کے شقاق کی اب یہ کیفیت تھی کہ وہ صبح کچھ تھی تو شام کو کچھ، دیکھتے دیکھتے اس کے ٹکڑے اڑے چلے جاتے تھے۔ بربادیٔ سلطنت کے لئے دو گروہوں نے گویا ادھار کھایا ہوا تھا۔ دونوں اپنے اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کے لئے عیسائیوں سے مدد لیتے تھے۔ کچھ عرصہ تو ان کی خوشامدیں مانی جاتی رہیں لیکن بعد میں ہر درخواست امداد کے ساتھ وہ علاقے مانگے گئے جہاں کے قلعے خلافت کے سرحدی صوبوں کے لئے باعث حفاظت تھے۔ جیسے جیسے اس فریق کے مصائب بڑھتے گئے جس کے برائے نام سرپرست خلیفہ ہشام تھے ویسے ویسے شاہان لیون اور قستالہ کے مطالبوں میں اور بھی شدت آتی چلی گئی۔ آخر یہاں تک نوبت پہونچی کہ کاونٹ آف کسٹائل نے یہ دھمکی دی کہ اگر وہ قلعے جن کو منصور نے چھینا اور از سر نو مرتب کیا تھا ان کے حوالے نہ کر دیئے گئے تو وہ بربریوں سے مل جائیں گے اور اپنی تمام فوج ان کی مدد کو بھیج دیں گے۔ (باقی اگلے صفحہ پر دیکھئے)

مشہور معرکے میں عربوں کی شکست فاش اور ان کے ہاتھ سے براعظم یوروپ کے نکل جانے کی واحد وجہ مال غنیمت کی یہی مجنونانہ محبت تھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حکومت قرطبہ کی بزدلی و کمزوری دیدنی ہے کہ اس نے مجبور ہو کر یہ شرمناک رعایت دے دی. بہت سے قلعہ بند شہروں سے، جن کو منصور کے جنگ آزمودہ سپاہیوں نے اپنی شجاعت و بسالت سے لیا تھا۔ افواج محافظ کو ہٹا لینا پڑا، جن کو دیکھ کر لیون اور نوار جیسے چھوٹے چھوٹے بادشاہوں نے بھی ایسے ہی پیغام قرطبہ میں بھیجے. نالائق واضح جو خلیفہ کی طرف سے گویا بادشاہ بنے ہوئے تھے، ان جھوٹی دھمکیوں سے کچھ ایسے ڈرے کہ انہوں نے قرطبہ کو بچانے کے لئے تمام قلعے جو اب تک مسلمانوں کے قبضے میں تھے جلدی جلدی کر کے عیسائیوں کے حوالے کر دیئے. اس میں کچھ زیادہ دیر نہ لگی کہ عیسائیوں نے بغیر ہاتھ پیر کھیلائے، ایک تلوار بھی میان سے نکلے، یا معاوضے میں کوئی علاقہ دیئے، وہ تمام علاقے لے لئے جو ان کے باپ دادا کی ہمت و استقلال بھی اپنے ہاتھ میں نہ رکھ سکی تھی"۔

(اخبار الاندلس جلد اول صفحہ ۶۱۷)

اسی سلسلے میں ڈوزی کا بیان بھی ملاحظہ ہو:۔

"اسی زمانے میں سلیمان المستعین نے اپنے سابقہ معاون شانجہ بادشاہ قشتالیہ سے مدد چاہی اور اس کے معاوضہ میں وہ قلعے دینے چاہے جو قشتالیہ کے علاقے میں منصور نے فتح کئے تھے، یہ تحقیق نہیں کہ یہ وہی قلعے تھے جو پہلے دینے کو کہے تھے یا دوسرے تھے۔ بہرکیف شانجہ کو خوب موقع ملا کہ بغیر فوج کشی کے اپنی عملداری کی حدود اس طریقے سے بڑھاتا رہے۔ چونکہ یہ قلعے ابھی تک سلیمان المستعین کے قبضے میں نہ تھے بلکہ واضح کے قبضے میں تھے اس لئے شانجہ نے واضح کو کہلا بھیجا کہ اگر قلعے اس کے حوالے نہ کئے گئے تو وہ قشتالیہ کی فوجوں کو اپنے ساتھ لے کر بربر کو کمک پہونچائے گا۔ فیصلہ جو کچھ کرنا ہے جلد کیا جائے۔ (باقی اگلے صفحے پر دیکھئے)

جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا ہوئیں ہنرار لشکر امیر عبدالرحمن غافقی نے مجاہدین کو مال غنیمت سے ہاتھ اٹھانے کا مشورہ دینا چاہا۔ تاکہ وہ دلجمعی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔ لیکن وہ ان کی دولت پرستی کی کمزوری سے خوب واقف تھا، ایسے موقع پر جب دشمن کی ٹڈی دل فوجیں اسلامی طاقت کو مٹانے کے لئے اکٹھا ہو رہی تھیں۔ وہ انھیں اس حرص سے باز رکھنے کی ہمت نہ رکھ سکا۔ وہ ڈرا کہ اس مشورہ سے فوج بددل ہو جائے گی اور ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اس نے مجبور ہو کر ان کی قومی بہادری اور فطری شجاعت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) واضح نے شہر کے عمائد کو جمع کر کے شانجہ کا معاملہ پیش کیا اور ان کی رائے دریافت کی، اہل مشورت نے اس خوف سے کہ ہر گز کہیں قشتالیہ کی فوجوں سے مدد نہ مل جائے۔ فیصلہ کیا کہ شانجہ جو کچھ طلب کرتا ہے وہ اس کو دے دیا جائے۔ چنانچہ اگست یا ستمبر ۱۰۰۹ء (ماہ محرم ۴۰۰ھ) میں واضح نے شانجہ بادشاہ قشتالیہ سے ایک عہدنامہ کیا عربی مورخ لکھتے ہیں کہ اس عہدنامے کے مطابق شانجہ کو دو سو قلعے تفویض کر دیئے گئے عیسائی مورخوں نے ان قلعوں میں شنت اشتیبان، کرونہ دل کوندے، غرماج اور وشمہ کے قلعوں کو شمار کیا ہے۔

اس مثال سے اور عیسائی ریاستوں کو بھی جرأت ہوئی اور یہ سمجھ کر کہ مضبوط سے مضبوط قلعے بھی محض دھمکیوں سے مل جاتے ہیں ان عیسائی ریاستوں نے بھی مسلمانوں سے قلعے مانگنے شروع کئے اور کہا کہ اگر قلعے نہ دیئے گئے تو وہ سلیمان کو مدد پہونچائیں گے۔ ان عیسائی ریاستوں کی درخواست کو بھی مسلمان نامنظور نہ کر سکے۔ غرض سلطنت اسلامیہ جو خانہ جنگیوں کا شکار ہو رہی تھی اب پارہ پارہ ہو کر برباد اور تباہ ہونے لگی۔ اس حالت میں یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ اہل قرطبہ آج بھی بنی عامر کی تباہی پر ایسے ہی خوش تھے جیسے کہ محمد بن ہشام (مہدی باللہ) کو خلیفہ بنانے اور منصور کے فرزند عبدالرحمن شنجول کو معزول و قتل کرنے کے دن کوتاہ اندیشی نے انھیں خوش کیا تھا۔" (عبرت نامہ اندلس جلد دوم صفحہ ۲۴۴)

پر بھروسہ کر کے صف آرائی کی۔

مال غنیمت کا ذخیرہ پیچھے تھا۔ اہل لشکر کے دل اس میں لگے ہوئے تھے، دشمن کو مسلمانوں کی اس کمزوری کا علم تھا۔ جب میدان کارزار گرم ہوا، عیسائیوں کی ایک جماعت گھوم کر مال غنیمت کی طرف چلی۔ عرب میدان چھوڑ کر بھاگے تاکہ ذخیرے کی حفاظت کریں۔ دشمن مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ صفیں ٹوٹ گئیں۔ یوروپی فوجوں کے آہنی سیلاب کو روکنے کے لئے صرف چند جانباز سپاہی مجاہد میدان میں رہ گئے تھے۔

یہ وجہ تھی اس افسوسناک شکست کی جسے عرب "بلاط شہدا" کے نام سے پکارتے ہیں اور جسے یوروپی مورخین معرکہ پائے ٹیرس کہتے ہیں۔ کچھ مدت پہلے چارلس مارٹل نے عربوں کے متعلق کہا تھا "جب ان کی مٹھیاں گرم ہو جائیں گی، جذبات سرد ہو جائیں گے"۔ مارٹل کی یہ پیشینگوئی غیب کی آواز تھی جو حرف بحرف پوری ہو کر رہی رینو بیان کرتا ہے:-

"سنہ ۷۳۰ء میں عبدالرحمن غافقی[1] اندلس کا امیر ہوا۔ یہ وہی امیر ہے جس نے

---

[1] عبدالرحمن غافقی دو مرتبہ اندلس کی امارت پر فائز ہوئے پہلی مرتبہ فوج نے انتخاب کیا اور ذی الحجہ سنہ ۱۰۲ھ سے صفر سنہ ۱۰۳ھ تک امیر رہے۔ اس کے بعد شعبان سنہ ۱۱۳ھ سے رمضان سنہ ۱۱۴ھ تک حکومت کی اس مرتبہ اسی امارت کی حالت میں شہید ہوئے۔

ان کا دور اہل اندلس کے لئے خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ اکثر شہروں اور قصبوں میں مدرسے مسجدیں اور پل بنوائے اور ملک فرانس پر فوج کشی کی۔ اس مہم میں عثمان لخمی جو ڈیوک آف ایکیوٹین کی عیسائی لڑکی سے اس شرط پر شادی کر چکا تھا کہ بیوی کو مسلمان نہ بنائے گا ڈیوک کے اشارے سے سد راہ ہوا۔ عبدالرحمن کے ایک سردار نے اس سے جنگ کر کے اسے قتل کیا اب عبدالرحمن غافقی جبل البرتات کی رکاوٹ کو دور کرتے ہوئے آگے بڑھے (باقی اگلے صفحے پر)

سمح بن مالک خولانی کی شہادت کے بعد طلوزہ میں اسلامی جماعت کی سپہ سالاری قبول کی تھی۔ یہ بہت بہادر، شجاع اور عادل سردار تھا۔ اپنی جانبازی اور منصف مزاجی کی وجہ سے اپنے لشکر میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ پاکیزگی اور زاہدانہ طرز زندگی کی وجہ سے علما اور محدثین کی جماعتوں میں بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا حضرت عمر کے ایک فرزند کی مصاحبت کی وجہ سے مسلمانوں کی نگاہوں میں خاص امتیاز رکھتا تھا۔"

عبدالرحمٰن غافقی کے حالات مکمل کرنے سے پہلے جو "بلاط شہدا" کے واقع پر ختم ہوں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عنبسہ بن سحیم کلبی اور غافقی کی امارتوں کے درمیانی وقفہ کے حالات بھی بیان کر دیئے جائیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ناربون اور اربونہ کو عبور کیا اور بورڈیو پر قبضہ کر کے دریائے داردون کے کنارے عیسائیوں کے ایک زبردست لشکر کو شکست فاش دی پھر شہر پائی ٹیرس پر قبضہ کرتے ہوئے شہر ٹورس کی طرف بڑھے جو فرانس کا مرکزی مقام تھا۔ اس شہر کے قریب ایک میدان میں عیسائیوں کی بے شمار افواج سے مقابلہ ہوا۔ اس موقع پر چارلس مارٹل فرمانروائے فرانس اور ڈیوک آف ایکیوٹین کی زبردست فوجوں کے علاوہ ہر طرف سے بے تعداد عیسائی فوجیں امنڈ آئی تھیں ان کے مقابلے میں اسلامی لشکر کوئی نسبت نہیں رکھتا تھا۔ تاہم عبدالرحمٰن غافقی نے نشۂ شہادت سے چور ہو کر کوئی پرواہ نہ کی اور جی کھول کر لڑے مگر عین اس وقت جب کہ عیسائی مسلمانوں کے مقابلے میں بھاگنے والے تھے عیسائیوں کی ایک محفوظ فوج جو گھات میں تھی۔ پیچھے سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوئی اور مسلمان جو لڑتے لڑتے شل ہو چکے تھے اس غیر متوقع حملے کی تاب نہ لا سکے تاہم عبدالرحمٰن نے بھاگنے پر موت کو ترجیح دی اور اپنے پیش رووں کی پیروی میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔"

(اخبار مجموعہ بہ حوالہ تاریخ اسلام)

اسپانیولی مورخ کونڈ کہتا ہے :-

"عنبسہ نے سب سے پہلے خراج کی تنظیم کی اور زمینوں کے اصل مالکوں کو نقصان پہونچائے بغیر باقی اراضی مسلمانوں کے درمیان تقسیم کی جن لوگوں نے بلا لڑے بھڑے عربوں کی حکومت تسلیم کر لی تھی۔ ان سے آمدنی کا دسواں حصہ بطور خراج وصول کیا جن لوگوں نے تلوار اٹھائی تھی۔ ان کے اوپر پانچواں حصہ عائد کیا۔

قرطبہ کا پل عنبسہ ہی کا بنوایا ہوا ہے۔"

"عنبسہ نے ملک کا دورہ شروع کیا اور مذہب و ملت کا امتیاز کئے بغیر مظلوموں کی فریادیں سنیں اور ان کی تکلیفیں رفع کیں۔"

"طرسونہ کے لوگوں نے بدعہدی کی، عنبسہ نے حملہ کیا، ان کے قلعوں کو مسمار کر دیا۔ بغاوت کے بانیوں سے قصاص لیا اور ان کے اوپر دوگنا تاوان عائد کیا۔ اس فتنے کو ختم کر کے عنبسہ نے فرنگی ممالک پر حملے شروع کئے۔ عمارتیں ڈھائیں۔ آبادیاں جلائیں، فصلیں برباد کیں۔ اور ایک بڑی تعداد کو غلام بنایا، کہا جاتا ہے کہ وہ دشمنوں کے ملکوں میں غارت گری پسند نہیں کرتا تھا لیکن[۱] اہل لشکر کے رجحان سے مجبور تھا، اور بے حمیتی کے الزام سے بچنا چاہتا تھا۔"

"اسی زمانے میں شام میں ایک مدعی نبوت پیدا ہوا۔[۲] اس کا نام زونار یا (Zonarra) تھا اس کا خیال تھا کہ وہ وہی نبی ہے جس کا انتظار یہودی کر رہے ہیں۔ یہ خبر اندلس پہونچی، شام کے بہت سے لوگوں نے اس کی سچائی کا یقین کیا اور

---

[۱] غافقی علوم شریعت کا فاضل تھا، خوب جانتا تھا کہ اسلام نے دشمنوں کے ملک میں بھی فصلیں اجاڑنا، درخت کاٹنا، عمارتیں ڈھانا اور بستیاں جلانا جائز نہیں رکھا۔

[۲] کونڈی نے یہ روایت بیان کی ہے۔ اس کی تصدیق کسی دوسرے ماخذ سے نہیں ہوئی ممکن ہے یہ شخص یہودی ہو۔

مالِ غنیمت، مکانات اور آراضیاں چھوڑ کر شام چلے گئے۔ عنبسہ نے ان کی ملکیت ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دی۔"

"دوسرے سال عنبسہ نے فرانس پر حملہ کیا۔ ابتدائی مہموں میں کامیاب رہا اور مشرق میں دریائے رون کو عبور کر کے آگے بڑھ گیا لیکن کسی معرکے میں زخمی ہوا اور ۱۰۶ھ میں وفات پا گیا۔"

"عنبسہ نے وفات سے پہلے حدیرہ نہری کو جانشین مقرر کیا تھا۔ چند دنوں کے بعد امیر افریقیہ نے یحیٰی ابن سلمہ کو امیر مقرر کیا اور حدیرہ منہری امارت سے سبکدوش کر دیا گیا۔"

"یحیٰی ابن سلمہ تجربہ کار اور عادل امیر تھا۔ اس کی منصف مزاجی اور حق پرستی سے عیسائی اور مسلمان سب ڈرتے تھے۔ اس نے ملک کا دورہ شروع کیا۔ اس کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر اس کے دشمنوں نے امیر افریقیہ کے کان بھر دیئے امیر افریقیہ نے اسے معزول کر کے عثمان ابن ابی لنعہ کو امیر بنا دیا۔"

"یہ امیر بھی بہادری اور شجاعت میں بہت مشہور تھا اس نے خلافت کا کام تندہی سے شروع کیا۔ جو لوگ اس کو اپنا آدمی سمجھتے تھے اور اس کی امارت سے ذاتی منافع کی ناجائز امیدیں رکھتے تھے، وہ بہت مایوس ہوتے۔ ان بندگانِ غرض نے ان کے ساتھ بھی وہی کیا جو اس کے پیشرو یحیٰی بن سلمہ کے ساتھ کر چکے تھے۔ انہوں نے خلیفہ ہشام کو بھڑکا کر اس کی جگہ پر حذیفہ بن احوص کو اندلس کا امیر مقرر کرا دیا۔"

"حذیفہ کی امارت بھی چند روزہ تھی۔ امیر افریقیہ نے اس کی جگہ پر عثمان ابن ابی لنعہ کو امیر مقرر کیا۔ لیکن یہ بھی عارضی امیر تھا۔ خلیفہ نے ھیثم بن عبید الکنانی کو مستقل امیر مقرر کیا۔"

ھیثم شامی تھا۔ لیکن بے فیض اور بخیل آدمی تھا۔ اس لئے عرب اور بربر دونوں کو اپنی گذشتہ سازشوں پر افسوس ہوا۔ ان لوگوں نے اس کے خلاف مظاہرہ کیا۔ اس نے کچھ باغیوں کو قید بعضوں کو قتل کرادیا ان مظلوموں میں زیاد بن زید بھی تھا۔ اس نے خلیفہ کے دربار میں فریاد کی۔ اس کے ساتھ دوسرے فریادی بھی تھے انہوں نے ھیثم کے طرز امارت کو ملک اور ملت کے لئے ہلاکت خیز بتایا اور اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر حالات کی اصلاح نہ کی گئی تو بہت جلد ایسی صورتیں پیدا ہو جائیں گی جو مسلمانوں کی تباہی کا باعث ہوں گی۔"

"ہشام نے محمد بن عبداللہ کو تحقیق کے لئے بھیجا اور اختیار دیا کہ اگر ھیثم کے خلاف الزامات صحیح ثابت ہوں تو اسے معزول کر کے قصاص لیا جائے اور کسی موزوں سردار کو اس کی جگہ امیر بنایا جائے۔"

"محمد بن عبداللہ نے بڑی عمدگی سے تحقیقات کی۔ الزامات صحیح ثابت ہوئے ھیثم قید ہوا۔ مظلوموں کی جماعت رہا کر دی گئی اور ان کا ضبط شدہ مال واپس کیا گیا۔"

"ھیثم کو معزول کر کے گدھے پر سوار کیا گیا۔ اور اسے قرطبہ کی گلیوں میں پھرایا گیا تاکہ ظالموں کو عبرت ہو۔"

"محمد بن عبداللہ نے عبدالرحمٰن غافقی کو امیر مقرر کیا۔ یہ شریف اور خوبیوں کا آدمی تھا۔ جمہور نے اس انتخاب کو ہر حیثیت سے پسند کیا۔ صرف عثمان ابن ابی لسنعہ کو اس تقرر سے اختلاف تھا وہ اس عہدے کے لئے اپنے آپ کو سب سے زیادہ موزوں خیال کرتا تھا۔"

عبدالرحمٰن نے سنہ ۱۱۱ھ مطابق ۷۲۸ء میں امارت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اس نے غیر جانبداری سے کام شروع کیا حقداروں کے حقوق توجہ اور مستعدی سے بحال کئے۔ دو سال تک دورے کرتا رہا تاکہ فریادیوں کی فریادیں سنے۔ اور شکایتوں

کا ازالہ کرے۔ اس نے انصاف کے بارے میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کے امتیاز کو روا نہ رکھا۔ اس نے بہت سے سرداروں اور امیروں کو ظلم کے الزام میں معزول کر دیا۔ ان ظالم حاکموں نے عیسائیوں کے بعض گرجے زبردستی چھین لئے تھے۔ عبدالرحمٰن نے یہ عبادت گاہیں واپس کر دیں اور وہ گرجے جو افسروں نے رشوتیں لے کر تعمیر کرا دیئے تھے گروا دیئے۔"

"عبدالرحمٰن غافقی کو فرانس پر تسلط کی آرزو تھی۔ وہ اگر پورا ملک نہ سہی تو کم از کم ان مقامات کو جو گوط (goth) کے قبضے میں رہ چکے تھے اپنی حکومت میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے جنگ آزما سپاہیوں اور محنت کش مجاہدوں کی ایک فوج تیار کی اور امیر افریقیہ سے مدد مانگی۔ امیر افریقیہ نے حوصلہ مند جوانوں کے دستے جن کے دل جہاد کے شوق سے بھرے ہوئے تھے۔ روانہ کئے عبدالرحمٰن نے یہ لشکر سرحد کی طرف بھیج دیا اور عثمان بن ابی لنعہ کو حکم دیا کہ دشمن کو اپنے حملوں میں پھنسائے رکھے۔ وہ بہت جلد لشکر جرار لے کر آگے بڑھ رہا ہے۔"

"عثمان کو عبدالرحمٰن کا یہ فرمان اچھا نہ معلوم ہوا وہ امارت کے معاملے میں عبدالرحمٰن کا رقیب رہ چکا تھا اس کو کسی ایسے کام سے راحت نہیں مل سکتی تھی جو عبدالرحمٰن کے ہاتھوں شروع ہوتا اور جس کی تکمیل اسی کی نیکنامی کا باعث ہوتی اس وجہ کے علاوہ اس کی بے دلی کے بعض اور اسباب بھی تھے۔"

"کسی معرکے میں ڈیوک ایکیوٹین کی لڑکی نومیرانسہ (Nomuranca) جسے مینین (Minine) بھی کہتے ہیں اور جو لا مجیبہ (Lampegic) کے نام سے مشہور ہے اس کے ہاتھ لگی۔ یہ شاہی خاندان کی عورت تھی۔ اور اپنے حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی۔ عثمان اس کی محبت میں دیوانہ ہو گیا۔ اور (عبدالعزیز بن موسیٰ نصیر کی طرح جس نے امیرہ ایجیلونہ Egilone سے شادی کی تھی)

اس حسینہ سے نکاح کر لیا۔ اس تقریب سے عثمان ڈیوک ایکیوٹین کا رشتہ دار ہو گیا۔ اور دونوں نے ایک مدت کے لئے باہمی امن و سلامتی کے معاہدے کر لئے۔"

"عثمان امیر عبدالرحمٰن کے حکم سے بڑے شش و پنج میں پڑ گیا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ انقضائے مدت سے پہلے اپنے ہمسائے پر حملہ نہیں کر سکتا۔ عبدالرحمٰن کو عثمان کے رشتے کی اطلاع مل چکی تھی وہ اس کے عشق سے بھی بے خبر نہ تھا۔ وہ اس کی پہلو تہی سے بہت خفا ہوا اس نے عثمان کو لکھا کہ کوئی معاہدہ اس کی منظوری کے بغیر جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس نے عثمان کو آخری طور پر بے حیل و حجت حملے کا حکم دیا۔"

"جب عثمان کے لئے کوئی صورت باقی نہ رہی۔ اس نے ڈیوک ایکیوٹین کو صورت حال سے مطلع کیا اور کہلا بھیجا کہ وہ اپنی مدافعت کا پورا انتظام کرے۔ امیر عبدالرحمٰن کو عثمان کی غداری کا پورا علم ہو گیا۔ اس نے ابن زیان کی قیادت میں اپنے منتخب اور مخلص آدمیوں کا ایک دستہ عثمان کی گرفتاری کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ اگر وہ اطاعت پر آمادہ نہ ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔"

"ابن زیان نے عثمان کو اچانک جا لیا۔ وہ اس کی گرفتاری کا بندوبست کر رہی رہا تھا کہ وہ جان بچا کر نکل بھاگا اور چند ساتھیوں کے ساتھ پہاڑوں میں جا چھپا ابن زیان نے تعاقب کیا اور پتہ لگا کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ دشمن کے دباؤ سے تنگ آ کر عثمان کے ساتھی بھاگ گئے اور صرف اس کی محبوبہ لمبیجیہ جس کے بغیر اس کو دم بھر قرار نہ تھا اس کے ساتھ رہ گئی۔

اس نے بڑی دلیری سے مقابلہ کیا لیکن بے شمار زخم کھا کر قتل ہو گیا۔ ابن زیان اس کا سر لے کر لمبیجیہ کے ساتھ امیر عبدالرحمٰن کے پاس پہونچا۔ جب امیر کی نگاہیں لمبیجیہ پر پڑیں تو وہ بے ساختہ چلا اٹھا "خدا کی قسم مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ فرانس کی پہاڑیوں میں ایسا شکار بھی ہاتھ آ سکتا ہے"۔ یہ واقعہ ۱۱۳ھ (مطابق ۷۳۰ء)

میں پیش آیا تھا:

"امیر عبدالرحمن نے لمپیجیہ کو خلیفہ کی خدمت میں بھیجدیا۔ اس شہزادی نے باقی عمر عموی خلیفہ ہشام ہی کے محل میں گذاری"

"عثمان کے قتل کی خبر ایکیوٹین پہونچی تو ڈیوک کو لڑائی کا یقین ہوگیا۔ اس نے دفاع کی مکمل تیاری کی۔ اسلامی لشکر کا سیلاب پرینیز کے کوہستان سے موجیں مارتا ہوا آگے بڑھا اور ناوار (Navara) سے بوردو (Bardeaeer) تک پھیلتا ہوا چلا گیا۔ ان فتوحات میں مسلمان مالا مال ہوگئے"

"بوردو میں دشمنوں نے مقابلہ کیا لیکن حملہ آوروں نے مدافعین کی طاقت پارہ پارہ کردی۔ شہر کو بزور شمشیر فتح کرکے باشندوں کو تہہ تیغ کیا اور جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ جو لوگ گرفتار ہوئے انہوں نے فدیہ دے کر جان بچائی۔ بوردو کا امیر اس معرکے میں مارا گیا"

"امیر عبدالرحمن بوردو کی تسخیر سے فارغ ہوکر شمال کی طرف بڑھا۔ راستے میں ڈیوک ایکیوٹین ڈوردڈون (Dordogne) کے درے میں راستہ روکے ہوئے کھڑا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے حملوں کا روکنا آسان نہ تھا ڈیوک کو شکست ہوئی اور وہ اپنا لشکر لے کر بھاگ کھڑا ہوا"

"جب کامیابی کی کوئی صورت نہ رہی ڈیوک ایکیوٹین نے چارلس مارٹل کی پرانی دشمنیوں کو بھلا کر دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ چارلس کے لئے بھی مصالحت کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے انسانیت کے لئے نہیں بلکہ محض سیاسی نقطۂ نظر سے ڈیوک کی مدد کا وعدہ کیا دونوں فرمانروا خوب سمجھتے تھے کہ اسی جنگ کے نتیجے پر فرانس کی قسمت کا انحصار تھا۔ اگر اس لڑائی میں یورپی طاقتوں کو شکست ہوجاتی تو عرب شاہسواروں کو بالٹک کے ساحل تک کوئی طاقت روکنے والی نہ تھی"

پورے فرانس میں ایک حرکت پیدا ہوگئی، تمام گوشوں سے فوجیں آنے لگیں اور چارلس مارٹل کی سرداری میں اکٹھا ہونے لگیں۔ عرب شہسوار بڑھتے گئے اور شہر ٹورز (Tours) میں ان کو دشمنوں کی عظیم الشان جمعیت کا پتہ چلا۔"

"عبدالرحمٰن ایک جنگجو سپاہی تھا۔ لیکن تہور اور شجاعت کے ساتھ ساتھ تدبر اور دور اندیشی کے جوہروں سے خالی نہ تھا۔ اس نے حالات کا بڑی سوجھ بوجھ سے جائزہ لیا۔ اسے مسلمانوں کی دولت اور ساز و سامان کی کثرت کی وجہ سے بڑی بے اطمینانی ہوئی۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ جنگ کی نازک گھڑیوں میں اتنی بے شمار دولت اور بے انداز خیمہ و خرگاہ کی نگرانی بڑے انتشار کا باعث ہوگی۔ وہ ان تمام نعمتوں سے دست کش ہونے کے لئے تیار تھا لیکن اسے امید نہ تھی کہ اس کے رفقاء اس کمائی کو جسے وہ اب تک اپنے سینے سے لگائے رہے ہیں آسانی سے چھوڑیں گے۔ اس لئے اس نے عربوں کی فطری شجاعت پر بھروسہ کیا۔ اور مالِ غنیمت کی اس بڑھتی ہوئی حرص کو نہ چھیڑا۔"

"چارلس مارٹل کی فوجیں صفیں باندھے پڑی ہوئی تھیں لیکن امیر عبدالرحمٰن نے آگے بڑھ کر ٹور کا محاصرہ کیا اور تلوار کے زور سے شہر پر قبضہ کر لیا۔"

"ٹورز (Tours) اور پائے ٹیرس (Poitiers) کے درمیان میں چارلس مارٹل کی فوجوں سے مقابلہ ہوا۔ امیر عبدالرحمٰن نے حملہ کیا۔ بڑی دیر تک قوت آزمائی ہوتی رہی نتیجہ کسی کے حق میں برآمد نہ ہوا۔"

"چند گھنٹوں کے بعد مسلمانوں کی صفوں میں ابتری شروع ہوئی۔ عبدالرحمٰن نے خطرہ کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور تلوار کھینچ کر دشمنوں کی صفوں پر جا گرا۔ امیر کی اس دلیری سے اکھڑے ہوئے قدم کچھ سنبھل گئے لیکن اس ہنگامے میں وہ زخمی ہو کر گرا اس کی بے وقت شہادت سے مجاہدوں کے دل بیٹھ گئے۔ فتوحات کا چڑھتا ہوا سیلاب پیچھے لوٹ پڑا۔ دشمنوں نے بھاگنے والوں میں سے بہتوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا

جو باقی بچے انہوں نے بھاگ کر ناربون میں پناہ لی[1]۔

"یہ حادثہ مسلمانوں کے لئے معمولی نہ تھا۔ جب افریقہ اور اندلس میں اس شکست کی خبریں پہونچیں۔ گھر گھر صفِ ماتم بچھ گئی مسلمانوں نے ان شہیدوں کے غم میں ماتمی لباس پہنا۔ امیر افریقہ نے عبدالملک بن قطن الفہری کو امیر عبدالرحمٰن الغافقی کی جگہ پر لشکر جرار کے ساتھ بھیجا خلیفہ کو اس دردناک واقعہ کی اطلاع دی اور امیر عبدالرحمٰن کی جگہ پر عبدالملک بن قطن الفہری کے تقرر سے مطلع کیا خلیفہ نے یہ انتظام منظور کیا اور حکم دیا کہ فرانس کو چاروں طرف سے گھیر کر مسلمانوں کے خون کا

---

[1] دوما میں گونڈی کے کتاب کے حاشئے پر لکھتا ہے:-

فرنگی مورخین تاریخ اور محلِ وقوع کے بارے میں متفق نہیں ہیں بعض ۱۷ اکتوبر ۷۳۲ء بتلاتے ہیں اور بعض ۷۳۳ء۔ عربوں کا بیان اس بارے میں زیادہ قابلِ اعتبار ہوگا اس واقعہ نے ان کی تاریخ کا رخ بدل دیا۔ اور اسلامی فتوحات کا بڑھتا ہوا دھارا یکبارگی رک گیا۔ اسی معرکے میں تاریخ اسلام کا ایک بڑا امیر شہید ہوا۔ نفح الطیب کے بیان کے بموجب رمضان ۱۱۴ھ (۷۳۲ء) اس واقعہ کی صحیح تاریخ ہے۔

محلِ وقوع کی تعین کے بارے میں بھی مؤرخین کی رائیں مختلف ہیں بعض فرنگی مورخین جن میں ویلی (Velly) بھی شامل ہے ٹورس سے پانچ منزلوں کے فاصلے پر کوئی مقام تجویز کرتے ہیں دوسرے مورخین پائے ٹیرس کے پاس کوئی جگہ بتاتے ہیں۔ عربوں کا بیان ہے کہ یہ معرکہ دریائے ادوار (Ovvar) کے کنارے پیش آیا تھا۔ بعض اوقات عرب ادوار سے دریائے وین (Vienne) بھی مراد لیتے ہیں۔ عربوں کی رائے میں یہ شکست غنیمت کی محبت کی وجہ سے ہوئی۔ عربوں نے مال ومتاع عقبی خیموں میں رکھ دیا تھا جب فرنگیوں نے گھوم کر حملہ کیا عرب دولت کی حفاظت کے لئے گھوم پڑے عبدالرحمٰن کو پہلے ہی سے یہ اندیشہ تھا جو پورا ہو کر رہا اور مسلمانوں کو اس معرکے میں فاش شکست ہوئی۔

بدلہ لیا جائے۔"

"عبدالملک بن قطن الفہری کے ارادے بہت بلند تھے۔ لیکن شکست خوردہ مسلمانوں کے پاؤں جہاد کے نام سے اٹھتے نہ تھے۔ امیر عبدالملک نے بہت جوش دلایا لیکن ان کے پست حوصلے ابھر نہ سکے۔ عبدالملک آگے بڑھا لیکن بددل فوجیں جن کے دل امید اور حوصلے سے خالی تھے کوہستان پری نیز میں ہار کر بھاگ کھڑی ہوئیں

"خلیفہ نے عبدالملک کی جگہ پر عقبی بن الحجاج سلولی کو امیر مقرر کیا۔ بربروں کی لڑائی میں اس کی خوش تدبیری کی شہرت ہو چکی تھی۔ یہ ذہین، انصاف پسند اور بیدار مغز سردار تھا اس نے حالات کا جائزہ لیا اور ان تمام عہدیداروں کو جنہوں نے رعایا کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا تھا، علیحدہ کر دیا ان کو جنہوں نے غبن کیا تھا یا غیر آئینی طور پر ناجائز رقمیں وصول کی تھیں۔ قید کیا۔ زیردستوں کی حمایت کی اور زبردستوں سے ان کے بے پناہ مظالم کا قصاص لیا۔"

"اس نے ماتحت امیروں کو راہزنی کے انسداد پر مامور کیا، متعدد مدرسے قائم کئے مسجدیں بنوائیں اور ان کاموں کی دیکھ بھال کے کارکنوں کا تقرر کیا۔ اس کا برتاؤ رعایا کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اس کی انصاف پسند نگاہ میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر تھے۔"

"عقبہ نے اپنے پیش رو عبدالملک فہری کے متعلق تحقیق کی اور اسے بے قصور پاکر سوار فوج کا سردار بنایا وہ خلیفہ کے حکم سے فرانس پر حملہ کرنے چلا[۱۵] لیکن

---

۱۵ نفح الطیب میں آیا ہے کہ عقبہ بن حجاج سلولی عبداللہ حبحاب کی طرف سے والی مقرر ہوا تھا۔ ۱۲۱ھ میں عبدالملک بن قطن الفہری نے اسے قتل کر دیا۔ اسپینی مورخ گونڈی اس باب میں کچھ اور بیان کرتا ہے اس کا بیان ہے کہ عقبہ کی عدم موجودگی میں حکومت کا نظام بہت ابتر ہو گیا تھا اور ہر امیر اپنی جگہ پر خود مختار ہو بیٹھا تھا۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

سرقسطہ میں افریقیہ کی بغاوت کی اطلاع ملی۔ امیر افریقیہ نے اسے بربروں کی سرکوبی کے لئے طلب کیا۔ اس ہنگامی حادثے کی وجہ سے فرانس کی مہم شروع نہ ہوسکی اور وہ سرقسطہ سے ہی لوٹ پڑا اور سمندر عبور کر کے طنجہ چلا گیا۔"

سنہ ۱۲۰ھ مطابق ۷۳۷ء میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اسی سال آخر دنوں میں آشٹوریہ کے ہیرو بیلائی (پلیجیوس) نے وفات پائی۔ یہ تنہا شخص تھا جس نے عرب حکومت کے سامنے گردن نہیں جھکائی۔ پورے اسپین پر اسلامی اقتدار چھا گیا۔ لیکن بیلائی اسپانیولیوں کی بچی کھچی جماعت کو لیکر کسی نہ کسی طرح مقابلے پر ڈٹا رہا۔ یہ اسٹوریہ کے پہاڑی غاروں میں چھپ گیا تھا اور وہیں قرب وجوار کے مواضعات پر چھاپے مارتا رہتا تھا۔"

" بیلائی نے مسلمانوں کے باہمی اختلاف سے فائدہ اٹھایا وہ جب موقع پاتا لوٹ مار کر کے تھوڑا بہت رقبہ اپنے حدود امارت میں بڑھا لیتا۔ یہ حلقہ بڑھتا گیا اور چند صدیوں میں یہی جماعت اسپین پر چھا گئی اور عربوں کو نکال باہر کیا۔"

ہم دوسرے جزو میں بیلائی کے حالات اس کے عہد حکومت اور جانشینوں کی تاریخ بیان کرینگے اور دکھائیں گے کہ یہ مختصر سی جماعت جو ابتدا میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی آٹھ سو سال میں اتنی ترقی کر گئی کہ عرب حکومت کو اس کے لئے جگہ خالی کرنی پڑی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امیر عبدالملک فہری کے سوا کوئی دوسرا فرض شناس سردار نہ تھا جو فوجی نظام قائم رکھتا اور سرحدوں کی نگرانی کا فریضہ پوری طرح انجام دے سکتا اس زمانے میں اشٹوریوں نے بھی سر اٹھایا۔ عبدالملک نے آگے بڑھ کر ان کی پیش قدمی روکدی امیر عقبہ نے واپسی پر دیکھا کہ امیر عبدالملک کے سوا کوئی دوسرا بگڑے ہوئے امور کی سربراہی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ اس کے حق میں امارت سے دست بردار ہو گیا اور خلیفہ کی خدمت میں عبدالملک کے تقرر کی سفارش لکھ بھیجی۔ عقبہ نے قرطبہ میں انتقال کیا۔

بلاط شہداء (گنج شہیداں)

رینو بیان کرتا ہے :۔

"تفصیل بیان کرنے سے پہلے اس واقعہ کے ہیرو چارلس مارٹل اور امیر عبدالرحمن غافقی کے حالات بیان کر دینا مناسب ہوگا"

"چارلس مارٹل جسے عرب قارلہ کہتے ہیں۔ سپین ڈی ہرسٹیال[۱] کا لڑکا تھا۔ ۶۸۹ء میں پیدا ہوا۔ پپن نے اسے اپنے چھوٹے بچے کے قتل کے الزام میں قید کر دیا۔ یہ گولونیہ (gologne) میں اپنے باپ کی موت (۷۱۴ء) تک قید رہا۔ اس زمانے میں مملکت میرو و نجیہ کے مشرقی علاقے کے باشندوں نے بغاوت کی اور چارلس کو سردار بنایا۔ اس نے سالہا سال کی خانہ جنگی (۶۷۰ء و ۷۱۷ء تا ۷۱۹ء) کے بعد اپنا تسلط قائم رکھا۔"

شاہ شیلڈرک[۲] نے چارلس کو وزیر بنا کر تمام امور حکومت اس کے سپرد کر دیئے چارلس نے حکومت کے سفید و سیاہ پر تسلط جما لیا۔ یہ شاہ شیلڈرک ثانی اور شاہ تیئتری چہارم کا وزیر رہا۔ اس نے اپنے زمانۂ وزارت میں بادشاہوں کو ویسے ہی بے اختیار بنا دیا جیسے اندلس میں اموی خلیفہ ہشام کو منصور بن ابی عامر نے بے بس کر رکھا تھا۔ اور عباسی خلیفہ طائع عباسی کو عزالدولہ نے شاہ سطرنج بنا دیا تھا۔

اس نے بادشاہوں کے ساتھ وہی سلوک کیا جو آج مغربی ایجنٹ ان اسلامی بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں جن کی بادشاہی صرف نام کے لئے باقی ہے۔ چارلس نے قرب وجوار کے ممالک میں اپنا اقتدار قائم کیا اور سکسن، بیویرین اور بعض جرمن

---

[۱] Pepin Deheristal

[۲] childoric

نسل کے قبیلوں کا زور توڑ دیا۔ اکتانیہ کے ڈیوک اوڈ پر حملہ کیا اور اسے شکست دی لیکن ان کامیابیوں کے باوجود چارلس کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی جو پائے ٹیرس کے معرکے میں اس کو نصیب ہوئی۔ اس معرکے میں اس کے نام کے ساتھ مارٹل (توڑنے والا) کا اضافہ ہوا۔

گرگیور (gregoire.) اور موریس وال (Maurice vahl) نے تاریخی النسائیکلوپیڈیا (Dictionnaire Encyclopedique) میں لکھا ہے "عربوں نے اسپین اور سیپٹی مانیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب فرانس اور دوسرے مسیحی ممالک ان کی زد میں تھے ایکوٹین کے ڈیوک نے عربوں سے شکست کھا کر چارلس سے مدد کی درخواست کی۔ وہ جنگ آزما سپاہیوں کو لے کر عربوں کے مقابلے پر آیا اور ٹور اور پائے ٹیرس کے درمیان میں امیر عبدالرحمٰن کو ۷۳۲ء میں شکست دی۔ اسی واقعہ کے بعد سے وہ مارٹل (توڑنے والا) کے لقب سے مشہور ہوا۔ یہ سیپٹی مانیا میں بھی داخل ہوا اور عربوں کو نیم اور دوسرے شہروں سے بھی نکال دیا۔ لیکن ناربون پر اس کا قابو نہ چلا۔ یہ شہر اس کے چھوٹے لڑکے پیپن نے فتح کیا"۔

چارلس مارٹل ۷۴۱ء میں مر گیا۔ اس نے میروونجین بادشاہوں کا نام و نشان مٹا دیا۔ اس کے سات لڑکے تھے ان میں پیپن اور کارلومان (شارلیمان) نے شہرت پائی اور حکومت بھی انہیں دونوں کے حصے میں آتی"۔

امیر عبدالرحمٰن غافقی سمح بن مالک خولانی کے ساتھ طلوزہ کے معرکے میں شریک تھا۔ رینو کا بیان ہے جب سمح بن مالک خولانی نے اس معرکے میں شہادت پائی عبدالرحمٰن اس کا قائم مقام ہوا تھا اور اسلامی فوجوں کو اپنی قیادت میں اندلس واپس لایا تھا"۔

مقری نے ابن سعید کے حوالے سے نفح میں اس کا تابعی ہونا بیان کیا ہے۔ اس

کا شمار ان مشاہیر میں ہوتا ہے جو اسلام کی تاریخ میں اپنی جوانمردی و شجاعت، تدبیر وسیاست اور انصاف و رعیت پروری کے لئے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔

رینو بیان کرتا ہے: "عبدالرحمٰن غافقی ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا جو اس کی امارت سے چند سال پہلے شہید ہوئے تھے۔ وہ فرانس فتح کر کے جرمنی اور اٹلی کی تسخیر کا ارادہ رکھتا تھا اور آگے بڑھ کر قسطنطنیہ تک تمام علاقے اسلامی سلطنت میں شامل کرنے کا حوصلہ رکھتا تھا"

"اس زمانے میں عربوں کی ہمتیں بلند تھیں۔ اندلس اور جنوبی فرانس کے علاقے اپنی شادابی اور آب وہوا کی عمدگی کی وجہ سے مسلمان شہسواروں کی تاخت وتاراج کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ جزیرہ عرب اور کوہستان اطلس سے حوصلہ مند مجاہدوں کے دستے آتے اور امیر عبدالرحمٰن کی زیر نگرانی فوجی تربیت حاصل کرتے تھے"

"قرطبہ حکومت کا صدر مقام تھا۔ لیکن امیر عبدالرحمٰن اندلس کے اطراف میں ایک عرصہ تک گھومتا رہا۔ وہ فریادیوں کی فریادیں سنتا اور مظالم کا انسداد کرتا تھا ان عہدہ داروں کو جو بے راہ روی میں بدنام ہوتے معزول کرتا تھا اور ان کی جگہ نیک اور قابل لوگوں کا تقرر کرتا تھا۔ غیر مسیحی رعایا کے ساتھ جو عہد وپیمان ہوتے تھے ان کی پاسداری کا خاص لحاظ رکھتا تھا"

اس زمانے میں ناربون اور قرقشونہ کے مسلمان آس پاس کے ملکوں پر حملہ کرتے تھے۔ لیکن ایک ایسا حادثہ پیش آگیا جس نے ان حملوں کا زور توڑ دیا اور عیسائیوں کو دم لینے کا موقع مل گیا"

کوہ پیری نیز کے دامن میں ایک بربر سردار تھا۔ ازیدور باجی اور لذریق شمنیس کا بیان ہے کہ اس نے عربوں کے ساتھ اندلس کی تسخیر میں حصہ لیا تھا۔ اس امیر کا نام مولوزہ تھا۔ یہ سخت گیر آدمی تھا یہ عیسائیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا کرتا تھا اس

نے اسقف انامبادوس کو زندہ آگ میں جلوادیا تھا۔ جب عرب اور بربر فتنہ شروع ہوا اس نے قوم بربر کی پاسداری کی۔ اس نے جنوبی فرانس کے فرمانروا اوڈ سے مصالحت کی تاکہ اس کی بیٹی لمبجیہ سے شادی کر سکے یہ شہزادی اپنے حسن و جمال میں بہت مشہور تھی۔[1]

اسپینی مورخ گونڈے نے اس واقعہ کو عرب مورخوں کے حوالے سے دوسری طرح بیان کیا ہے اس کا خیال ہے:۔

"مولنوزہ" عثمان بن ابی نسعہ کی خرابی ہے۔[2] عثمان دوبار اندلس کا امیر رہا۔ یہ امارت کے معاملے میں عبدالرحمٰن غافقی کا رقیب تھا اور اپنے آپ کو اس جگہ کے لئے اس سے زیادہ موزوں سمجھتا تھا۔

کونڈی بیان کرتا ہے کہ عثمان نے اس شاہزادی کو کسی معرکے میں گرفتار کیا تھا وہ بہت خوبصورت تھی۔ عثمان اس کے حسن سے بہت متاثر ہوا اور اس کے باپ اوڈ سے معاہدہ کر لیا۔

جب عبدالرحمٰن غافقی نے عثمان کو ایکیوٹین پر حملے کا حکم دیا۔ اس نے معاہدے کا عذر کیا۔ لیکن عبدالرحمٰن نے اس عذر کو معقول نہ خیال کیا اور اپنے حکم پر اصرار کرتا رہا۔ عثمان نے گھبرا کر اوڈ کو واقعہ کی اطلاع دی اور دفاعی تیاریوں کا مشورہ دیا۔ امیر عبدالرحمٰن

---

[1] رینو نے بیان کیا ہے کہ "اس دور کے بعض مورخین کہتے ہیں کہ اوڈ ہی وہ شخص ہے جس نے عربوں کو فرانس پر حملے کی دعوت دی۔ لیکن اس کے نزدیک یہ الزام صحیح نہیں"۔

[2] عربی ماخذوں سے عثمان بن ابی نسعہ کے عربی لخمی ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے عرب اور یوروپی روایتوں کے بموجب اوڈ کی لڑکی سے شادی کی تھی یہ خیال کہ اوڈ کا داماد عرب نہ تھا بلکہ مولنوزہ نامی بربر تھا۔ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس خیال کی تائید میں کوئی تاریخی روائت نہیں ملتی۔

کو اس سازش کا پتہ چل گیا۔ اس نے اپنے خاص آدمی عثمان کی گرفتاری کے لئے بھیجا اور حکم دیا۔ زندہ یا مردہ جیسے بھی ممکن ہو عثمان کو حاضر کریں۔

عثمان نے مقابلے کی طاقت نہ دیکھی اور بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی بیوی لمبیجیہ بھی کوہستانی پری نیز میں جا چھپی۔ امیر عبدالرحمٰن کے آدمیوں نے اس کا تعاقب کیا اور عثمان کا سر کاٹ کر دمشق بھیجا۔ شاہزادی بھی گرفتار ہوئی اور خلیفہ کے حرم میں داخل کی گئی۔ ایزیدور پاجی اور لذریق شمنیس دونوں نے یہ روایت بیان کی ہے ان مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ پائے ٹیرس کے معرکے سے پہلے مسلمانوں نے "ارل" فتح کر لیا تھا۔

رینو کا بیان ہے :۔

مسلمانوں نے اس شہر کا نام تو نہیں لیا لیکن جن صفات کا تذکرہ کیا ہے وہ اسی شہر میں پائی جاتی ہیں۔ سب سے بڑے دریا کے کنارے جہاں سمندر کی راہ سے کشتیاں آتی جاتی رہتی ہوں۔ یہی شہر آباد ہے۔ بعض یوروپی مورخین کی رائے میں عربوں نے ارل پر حملہ دشمنوں کی توجہ پھیرنے کے لئے کیا تھا۔ دراصل وہ شمال کی جانب بڑھنا چاہتے تھے۔

عبدالرحمٰن نے دو سال تک لڑائی کی تیاری کی اور لشکر گراں کے ساتھ کوہستان پری نیز کی طرف بڑھا۔ اس کی روانگی کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ لیکن ربیع ۱۳۲ھ زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

عبدالرحمٰن بیگور (Bigorra) اور برن (Bearn) کی وادیوں سے گذرا اور راستے میں سینٹ سیون (saint saven) سینٹ گروکس (saint groin) کے گرجوں کو تباہ کیا۔ بیگور میں سینٹ سیور ڈی رسٹن (Saintsever-De Rustun) برباد ہوا۔ اور امیر

(Aix) بازاس (Bassas) اولیرن (olcron) اور بیرن (Bearn) عربوں کی تاخت و تاراج کا شکار ہوئے۔

مسلمانوں نے بورڈو بزور شمشیر فتح کیا اور ڈور ڈون کی طرف بڑھے۔ راستے میں ایکیوٹین کے ڈیوک نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ ان معرکوں میں کشت و خون کی انتہا نہ رہی۔ ایذ دور باجی اس خونریزی کے بارے میں کہتا ہے کہ "خدا ہی مقتولوں کی تعداد جان سکتا ہے"۔

شکست کے بعد ڈیوک ایکیوٹین اوڈ نے مقابلے کی کوئی صورت نہ دیکھی۔ اور مجبور ہو کر چارلس مارٹل سے مدد کی درخواست کی۔ چارلس اس زمانے میں اپنے دشمنوں سے برسرپیکار تھا۔

عرب اوڈ کو شکست دے کر قتل و غارت کرتے ہوئے پائے ٹیرس Poitears جا پہونچے اور وہاں سینٹ امیلین (saint. Emilion) اور سینٹ ایلیر (Saint Hilaire) کے گرجوں کو جلا دیا۔

رینو بیان کرتا ہے کہ "عربوں کی شجاعت اور دلیری ان معرکوں میں اپنی انتہا کو پہونچ گئی تھی۔ وہ آندھی کی طرح بڑھتے اور سامنے آنے والی طاقتوں کو خس و خاشاک کی طرح صاف کر کے آگے نکل جاتے تھے۔ عرب شہر ٹور پر بھی جہاں سینٹ مارٹن (saint martin) کی عبادت گاہ اپنی بیش بہا دولت کے لئے مشہور تھی حملے کی نیت رکھتے تھے۔ یہاں پہونچتے ہی ان کو چارلس مارٹل کے آگے بڑھنے کی اطلاع ملی۔

یہ معرکہ جو اب ہونے جا رہا تھا تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ یادگار رہے گا عیسائی اپنے دین و ملت اور روایات و مذہب کی حفاظت کے لئے مجاہدانہ عزائم کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ مسلمان جو خدا کی راہ میں جان و مال کی بازی لگا کر آئے تھے شجاعت

اور جانبازی کے جوہر دکھانے کے لئے بے چین تھے۔ ان کو مال غنیمت کی حفاظت کی فکر کسی حد تک ضرور بے چین کئے ہوئے تھی۔

رینو ایک عرب مورخ کے حوالے سے بیان کرتا ہے "عبدالرحمن کو اس مال غنیمت کی وجہ سے جو اسلامی فوجیں ساتھ لئے گھوم رہی تھیں بڑی پریشانی تھی۔ وہ ان کو دولت سے دست برداری کا مشورہ دینا چاہتا تھا۔ لیکن یہ سوچ کر کہ کہیں سپاہیوں کا دل چھوٹا نہ ہو جائے چپ ہو رہا۔ اس نے اللہ کا نام لے کر ان کی فطری جرأت اور جانبازی پر بھروسہ کیا اور ٹور پر ایسے وقت حملہ کیا جب چارلس مارٹل کی فوجیں صفیں باندھے اس کے مقابلے کے لئے تیار تھیں۔ عربوں کا یہ حملہ بہت خونریز تھا۔ انہوں نے ٹور فتح کر کے وہاں کے باشندوں کو بے دریغ قتل کیا۔ عیسائی مورخوں نے اپنی کتابوں میں ٹور کے معرکے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے"۔

مسیحی اور مسلمان دونوں فوجیں آٹھ روز تک آمنے سامنے صفیں باندھے پڑی رہیں اس عرصہ میں معمولی جھڑپوں کے سوا کوئی اہم معرکہ نہیں ہوا۔ آخر کار دونوں جماعتوں نے فیصلہ کن مقابلے کا ارادہ کیا اور عرب مورخین کے قول کے بموجب جس کی تائید دشمنوں کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ ٹور کے میدان میں دونوں فوجوں کی مٹ بھیڑ ہوئی۔

بعض یوروپی مورخین ٹور کے بجائے پائے ٹیرس (Poitiers) کو میدان جنگ قرار دیتے ہیں اور دلیل میں وہ آثار پیش کرتے ہیں جو دیر مواساک میں محفوظ تھے۔ ان دونوں روایتوں میں تطبیق دشوار نہیں معلوم ہوتی۔ ہو سکتا ہے لڑائی ٹور کے میدان میں شروع ہوئی ہو اور پائے ٹیرس کے قریب ختم ہوئی ہو بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ معرکہ اکتوبر ۳۲ے۷ء میں ہوا تھا۔

چارلس مارٹل کے حوصلے بہت بلند تھے۔ وہ بہت سے معرکے سر کر کے آیا تھا۔ اس کے سپاہی بھی جنگ آزما اور منچلے تھے انہیں اپنے سپہ سالار کی قیادت پر

پر بھروسہ تھا۔ عربوں کے حملے بہت سخت تھے۔ لیکن چارلس کا کوہ وقار لشکر ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا۔ دن بھر لڑائی جاری رہی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

دوسرے دن پھر مقابلہ شروع ہوا مسلمانوں نے بڑا خون ریز حملہ کیا لاشوں سے میدان پٹ گیا لیکن چارلس کے ثبات قدم میں کوئی فرق نہ آیا۔ عرب بڑھ بڑھ کر حملہ کرتے تھے لیکن دشمن کی صفوں میں کوئی رخنہ نہیں پیدا ہوتا تھا۔

عربوں نے جان توڑ کر فیصلہ کن حملہ کیا۔ لیکن ناگاہ ایکیوٹمین ڈیوک اوڈ ایک دستہ لے کر پیچھے سے مال غنیمت کے خیموں پر چڑھ دوڑا۔ عربوں کو یہ دولت بہت عزیز تھی۔ خطرناک سے خطرناک موقعوں پر بھی انہوں نے اس بار عزیز" کو الگ نہ کیا تھا۔ اوڈ کی اس تدبیر نے محاذ جنگ کا رخ بدل دیا۔ مسلمان منہ پھیر کر مال غنیمت بچانے دوڑ کھڑے ہوئے۔

عبدالرحمٰن نے بگڑی ہوئی صفوں کو بہت سنبھالا لیکن اس کی عرق ریزیوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ میدان جنگ میں دشمن کا دباؤ بڑھ گیا۔ مال غنیمت تو عربوں نے بچا لیا۔ لیکن میدان جنگ دشمن کے ہاتھ رہا۔ امیر عبدالرحمٰن تیر کا ایک کاری زخم کھا کر شہید ہو گیا۔ رات کی تاریکی میں شکست خوردہ مسلمان شہیدوں کی بے شمار لاشیں بے گور و کفن چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے اور کوہستان پیری نیز میں پناہ لی۔

"چارلس مارٹل ایک فیصلہ کن حملے کی تیاری کر رہا تھا۔ تاکہ صبح ہوتے ہی دشمن کو صبح ہوتے ہی گھیرے۔ لیکن عرب رات ہی کو میدان خالی کر چکے تھے۔ جلدی میں انہوں نے اپنے خیمے بھی نہ اکھاڑے تھے۔ چارلس نے جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ کر اپنی فتح مکمل کر لی۔

اس نے عربوں کا تعاقب نہ کیا۔ عربوں کی شکست کے بعد اب اس کی حکومت کے لئے کوئی خطرہ باقی نہ رہا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے عربوں کے فرار کو

ایک جنگی چال خیال کیا اور تعاقب خلاف مصلحت سمجھ کر آگے نہ بڑھا۔

چارلس نے اس فتح کے بعد دریائے لوار عبور کر کے شمال کی جانب لوٹ گیا یہ فتح غیر معمولی تھی۔ اس کامیابی کی یادگار میں قوم نے اس کو مارٹل (توڑنے والے) کے خطاب سے سرفراز کیا۔ کوئی شبہ نہیں اس نے اپنی مستقل مزاجی اور بہادری سے عربوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔

بعض عیسائی مورخوں نے مسلمان مقتولوں کی تعداد تین لاکھ ساٹھ ہزار بتائی ہے۔ یہ روائت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ اس معرکے میں مسلمانوں کی پوری تعداد قتل نہیں ہو گئی تھی۔ اگر روایت صحیح مان لی جائے تو مسلمانوں کی کم سے کم تعداد پانچ لاکھ فرض کرنی پڑے گی۔ اس زمانے میں اتنی بڑی فوج اکٹھا کرنا آسان نہ تھا۔ بفرض محال اگر اتنے آدمی اکٹھا بھی کر لئے جاتے تو ان کو رسد کیسے پہونچائی جاتی۔ لڑائیوں کے سلسلے نے ملکوں کو تباہ کر دیا تھا۔ اس لیے راستوں میں اتنی بڑے لشکر کے لئے کھانے پینے کا انتظام ممکن نہ تھا۔

کوئی شبہ نہیں امیر عبدالرحمن کا لشکر بہت بڑا تھا اب تک جتنی فوجیں یوروپی ملکوں پر حملہ آور ہوتی تھیں اس لشکر کی تعداد ان سب سے زیادہ تھی اور سب سے زیادہ جنگ آزما اور شجاع سردار اس فوج میں شریک تھے اس کو روکنے کے لئے پورے فرانس کی تمام طاقتوں نے اپنی امکانی کوششیں صرف کر دی تھیں۔ یہ معرکہ ابھی تک اپنی اہمیت اور سختی کے لحاظ سے یوروپی مورخوں کے ذہنوں میں تازہ ہے

عربوں کو اس معرکے کی تفصیل کا علم یوروپی مورخوں سے زیادہ نہ تھا۔ عرب بلاط شہدا کے معرکے میں بڑی تعداد کی شہادت کی خبر دیتے ہیں اور روائت کرتے ہیں کہ وہاں آسمان سے اترنے والے فرشتوں کی آوازیں سنی جاتی ہیں جو اس گنج شہیداں میں فاتحہ کے لئے آتے ہیں۔

رینو کا بیان ہے کہ اس شکست کے بعد مسلمانوں کی بچی کھچی جماعت راستے میں جو کچھ سامنے آیا اسے تباہ کرتی ہوئی کوہستان پیری نیز کی طرف بڑھی۔ دیر سولیناک (Solig nac) بھی انہیں شکست خوردہ مسلمانوں کے ہاتھوں برباد ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فرانسیسیوں نے ناربون تک مسلمانوں کا تعاقب کیا۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔[1]

اس شکست نے عیسائیوں اور مسلمانوں پر مختلف اثرات ڈالے عیسائیوں کے پست حوصلے ابھر چلے اور ٹوٹی ہوئی ہمتیں بندھ گئیں ان کو تائید غیبی کا یقین ہو چلا اور وہ انتقام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کے بڑھے ہوئے حوصلے اس شکست سے اکبارگی پست ہو گئے اور عزم و ہمت میں ناقابل تلافی کمزوری آگئی۔ دیندار لوگ اس ادبار کو عذاب الٰہی قرار دینے لگے جو ان کی نافرمانیوں اور نفس پرستیوں کی وجہ سے نازل ہوا تھا۔

نائب حکومت نے جسے امیر عبدالرحمٰن نے اپنا قائم مقام بنایا تھا، خلیفہ کو حادثے کی اطلاع دی۔ خلیفہ کو اس خبر سے بہت صدمہ ہوا۔ اس نے عبدالملک بن قطن الفہری کو عبدالرحمٰن کی جگہ بھیجا اور اس کو ہدایت کی ایک لشکر گراں بھیج کر عیسائیوں سے انتقام لے۔

عبدالملک اندلس پہونچا۔ اس نے نقصان کی تلافی کے لئے کمر ہمت باندھی مسلمانوں کو جہاد کے لئے آمادہ کرنا شروع کیا اور جہاد و شہادت کی فضیلت اور مرتبے کے بارے میں متعدد تقریریں کیں۔ لیکن بجھی ہوئی طبیعتوں میں کوئی امنگ نہ پیدا ہوئی۔ شمالی اسپین اور جنوبی فرانس کے عیسائیوں کے حوصلے بڑھ چکے تھے۔ وہ

---

[1] چارلس بلاط شہداء سے لوٹ گیا تھا۔ عیسائی ڈرتے تھے کہ کہیں عرب گھوم کر حملہ نہ کر بیٹھیں۔

مسلمانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے لگے تھے۔ ایک عرب مورخ کا بیان ہے کہ فرانسیسیوں کے ایک لشکر نے کوہ پری نیز سے اتر کر بنلونہ اور جیرونہ پر قبضہ بھی کر لیا تھا۔

امیر عبدالملک پہلے کٹلونیہ، اداگون اور ناوار کی جانب بڑھا پھر لینگیوڈاک کی طرف گھوما۔ ان شہروں کے قلعوں پر جو پہلے مسلمانوں کے قبضے میں رہ چکے تھے حملہ آور ہوا اور آگے بڑھ کر غنیم کے ملکوں پر اپنے حملوں کا سلسلہ وسیع کیا۔

اس زمانے میں سپٹی مانیا اور پراونس بدامنی کے شکار تھے۔ جس کا زور چلتا تھا اپنی حکومت قائم کرتا تھا۔ ان میں سے بعض امراء ایکیوٹین کے ڈیوک کے زیر اثر تھے اور بعض چارلس مارٹل کے زیر سایہ حکومت کر رہے تھے۔ یہ سب اپنے استقلال کے لئے بے چین تھے۔ بعض امرا ناربون کے مسلمانوں کے حلیف تھے۔ تاکہ بڑی طاقتوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رہیں۔ ان امیروں میں موروند بھی تھا۔ یہ مرسلیہ کا ڈیوک کہلاتا تھا اور پراونس کا بڑا حصہ اس کے قبضے میں تھا۔

اس زمانے میں چارلس مارٹل برگونیہ اور لیون کے علاقوں پر اپنا تسلط قائم کر رہا تھا۔ جب مسلمانوں نے تاخت و تاراج شروع کی وہ فرنرلش (Frsons) کے مقابلے میں مصروف تھا۔ اسے ان کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہ ملا۔

سنہ ۱۲۲ھ میں عربی ناربون کے امیر یوسف اور مرسلیہ کے ڈیوک موروند میں دوستی کا معاہدہ ہوا اور مسلمانوں نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ دریائے رون عبور کر کے اول پر قبضہ کر لیا۔ رسل اور عذرا کی عبادت گاہیں[1] لوٹ لیں اور سینٹ سیزیر (saint cesaires) کا مقبرہ برباد کر دیا۔ یہاں سے پراونس پر چڑھائی کی اور شہر فرنتیا پر جو آجکل سینٹ رومی (saint Remi) ۔۔۔

---

[1] convents des saints - Apotres et de la - vierge

کے نام سے مشہور ہے تسلط قائم کیا۔ یہاں سے آگے بڑھ کر اے وگنان پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کا سیل رواں ان کو خس وخاشاک کی طرح اپنی راہ سے ہٹاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اے وگنان اس زمانے میں ان چٹانوں کا نام تھا جہاں بعد کو پوپ کا محل بنا۔ عرب مورخین اس مقام کو صخرہ ابنیون کے نام سے پکارتے تھے۔

مسلمان چار سال تک پراونس کے علاقے پر قابض رہے۔ ۷۳۵ء میں ڈیوک ایکوٹین اوڈ مر گیا۔ چارلس مارٹل نے اس کے ملک پر قبضہ کر لیا اور اوڈ کے لڑکوں نے اس کی اطاعت کر لی۔

امیر عبدالملک ان معرکوں کو سر کرتا ہوا کوہستان پری نیز کی طرف لوٹا۔ تاکہ ان پہاڑی علاقے کے باغیوں کی سرکوبی کرے لیکن باد وباراں کے طوفان نے اس کا شیرازہ منتشر کر دیا۔ ان ننگے پہاڑوں پر مجاہدوں کو کہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملی اور آخر کار امیر کو شکست اٹھانی پڑی۔

خلیفہ کو عبدالملک کی ناکامی کا علم ہوا اس نے اس کی جگہ پر عقبہ بن حجاج سلولی کو اندلس کا امیر بنایا۔ اور عبدالملک صرف ان علاقوں کا حاکم رہا جو پری نیز کے دامن میں واقع تھے۔

عقبہ کا دل حمیت اسلامی سے لبریز تھا۔ مجاہدانہ کارنامے اس کی روحانی غذا تھے۔ عرب مورخین کہتے ہیں کہ اس نے صرف جہاد کے شوق میں اندلس کی امارت قبول کی تھی جب کوئی عیسائی قیدی ہاتھ آتا وہ اسے اسلام کی دعوت دیتا۔ اس نے اپنے زمانے میں لینگیوڈاک علاقے میں قلعے بنوائے۔ دریائے رون کے کنارے بھی ایک قلعہ تعمیر کرایا اور ان کی حفاظت کے لئے محافظ دستوں کا تقرر کیا۔

عقبہ نے بلاد ڈوفینی (Dauphine) پر حملہ کیا سینٹ پال اور ٹردیز

(Teris) کی آبادیاں ویران کر دیں ۔ ویلینس (Valence) پر قبضہ کر لیا اور شہر وینی (Vienne) کے قرب و جوار کے گرجے اور دیر زمین کے برابر کر دیئے
مسلمان چارلس مارٹل سے بلاط شہداء کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ انہوں نے اس غرض سے شہر لیون پر از سر نو تسلط جما لیا اور وہاں سے برگونیہ (Bargogna) پر حملے شروع کئے چارلس مارٹل نے بھی مقابلے کی تیاریاں شروع کیں۔
چارلس کی خوش قسمتی سے شمالی اور مشرقی فرانس کی بغاوتیں جو عرصے سے جاری تھیں بر وقت ختم ہو گئیں اور اسے یکسوئی سے مسلمانوں کے مقابلے کا موقع ملا۔ اس نے اپنے بھائی شیلڈ برانڈ (Child Brand) کو لشکر جرار کے ساتھ لیون کی طرف بھیجا اور لمبارڈی (Lome bardy) کے بادشاہ لوٹ پراند (Luit. Praund) سے مسلمانوں اور مرسلیہ کے ڈیوک مورونند کے مقابلے کی درخواست کی تاکہ ان کو کوہستان ڈوفینی اور پیمنٹ (Piemont) سے بے دخل کر دے۔
شیلڈ برانڈ نے اے وگنان میں مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ بندی توڑنے کے لئے اس زمانے کے قلعہ شکن آلات استعمال کئے۔ چارلس مارٹل بھی تازہ دم لشکر لے کر آ پہونچا۔ اے وگنان بزور شمشیر فتح کر لیا گیا اور وہاں کے مسلمان بلا امتیاز تلوار کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔
اب چارلس مارٹل ناربون کی طرف بڑھا۔ اس زمانے میں وہاں اثیما[۱] نامی کوئی امیر حکومت کرتا تھا۔ کوہ پری نیز کی عیسائی آبادیوں کی وجہ سے خشکی کے راستے محفوظ نہ تھے۔ اس لئے اندلس اور سپٹی مانیا کے درمیان رسل و رسائل کے لئے بحری راستے زیادہ موزوں خیال کئے جاتے تھے۔ عقبہ نے ناربون کے محاصرے کی

---

[۱] اثیما غالباً ہیثم کی خرابی ہے

خبر سن کر بحری راستے سے کمک بھیجی، چارلس نے اس فوج کو اچانک گھیر لیا اور انہیں شکست فاش دی۔ اس فوج کا سپہ سالار مارا گیا۔ صرف چند آدمی بچے جن میں سے بعض ناربون پہونچے اور کچھ کشتیوں پر بیٹھ کر اندلس لوٹ گئے۔ چارلس نے ناربون کی تسخیر کے لئے ایڑی سے چوٹی تک کا زور دیا لیکن پھر بھی اس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔

ناربون میں چارلس مارٹل کو فریزین اور سکسن قبیلوں کی بغاوت کی خبر ملی وہ محاصرہ چھوڑ کر لوٹ گیا اور اس خوف سے کہ کہیں عرب قلعہ بندی نہ کرلیں بیزیہ (Beziers) اور اگڈے (Agde) کے قلعے مسمار کرتا گیا۔ اس نے نیم (Nime) کے مشہور پھاٹک اور رومانی تھیٹر کے ایک حصے کو بھی برباد کر دیا۔ شہر میگلن بھی تباہ کیا گیا اور وہاں کے باشندے اور عیسائی قیدی جو بطور یرغمال مسلمانوں کے ساتھ تھے، گرفتار کر لئے گئے۔

چارلس مارٹل نے عیسائی آبادیوں کو مسلمانوں کی غلامی سے نجات دلائی تھی لیکن اس احسان کے باوجود یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جنوبی فرانس کے تمام باشندے اس کو پسند بھی کرتے تھے۔ جنوبی فرانس کے لوگ رومیوں کے زمانے سے ایک امتیازی تہذیب کے مالک تھے ان کی نگاہ میں چارلس اور اس کی قوم کے افراد شمالی وحشی قوموں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔

کوئی شبہ نہیں فاتح مسلمانوں نے گرجے اور دیر تباہ کئے تھے اور موقوفہ زمینیں ضبط کر لی تھیں۔ لیکن چارلس مارٹل نے بھی ان ملکوں پر قبضہ کر کے یہ جائدادیں اور زمینیں قدیم پادریوں کو جو ان کے اصل مالک تھے واپس نہ کیں بلکہ مال غنیمت کے طور پر اپنے امیروں اور سرداروں کو بخش دیں۔ کہا جاتا ہے وین کا مطران ویلیکانوئین (Vilicanus) اشقفیت کی کرسی پر بحال نہ ہو سکا اور یہ جگہ ویران ہی پڑی رہی۔ جب اس کو مسلمانوں کے جانے کے بعد بھی اپنا قدیم عہدہ نہ ملا یہ دنیس

(Valais) چلا گیا اور وہاں سینٹ مورس (saint maurice) کے گرجے کا اسٹس بنا دیا گیا۔

عیسائی راہب اور پادری ان مصیبتوں کو عذاب الہٰی قرار دیتے تھے جو گمراہ بندوں کو راہ راست پر لانے کے لئے نازل کیا گیا تھا۔ یہ مذہبی سردار چارلس کی فوج میں شریک ہو کر مسلمانوں سے لڑے تھے۔ ان جنگجو پادریوں میں اکسیر (Auxerre) کا مطران ھینمار دس بہت مشہور ہے یہ کوہ پری نیز میں مسلمانوں سے اپنے عالمانہ لباس میں دست بدست لڑا تھا۔

مرسلیہ کا ڈیوک مورونڈ چارلس کے خوف سے روپوش ہو گیا تھا۔ جب وہ مورچہ چھوڑ کر چلا گیا تو یہ پھر لوٹا اور مسلمانوں سے معاہدے کی تجدید کی۔ چارلس کو اس اتحاد کی خبر ملی وہ ۷۳۹ء میں پھر جنوبی فرانس کی طرف بڑھا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی شیلڈ برانڈ بھی تھا۔ مرسلیہ پر چارلس کا قبضہ ہو گیا۔ اور مسلمانان ناربون کے لئے دریائے رون کے پار جانا ممکن نہ رہا۔

ہمیں نہیں معلوم پراولس کے باشندوں کے ساتھ مسلمانوں نے کیسا برتاؤ رکھا ممکن ہے مورونڈ کی دوستی نے ان کو کچھ فائدہ پہونچایا ہو۔ لیکن پراولس اور لینگیوڈاک پر مسلمانوں کے بحری حملوں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ جنوبی فرانس کے ساحلوں پر حملے ہمیشہ ہوتے رہتے تھے۔

دور اول کے مسلمانوں نے بحری راستوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہ کی تھی لیکن شام، مصر اور افریقیہ کی تسخیر کے بعد بحری بیڑے کا انتظام ضرور ہو گیا۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے پندرہ سال بعد امیر معاویہ نے جزیرہ قبرص پر چڑھائی کی اور ۶۶۹ء میں سسلی پر عربوں نے حملہ کیا۔ اسی زمانے سے قسطنطنیہ کے ساحلوں پر اسلامی بحری بیڑے کے حملے ہونے لگے۔

ابتدائی زمانے میں جب ان بحری لڑائیوں کا آغاز ہوا۔ اسلامی بیڑے میں متعدد قوموں کے افراد شامل ہوتے تھے لیکن رفتہ رفتہ مہارت پیدا کرکے مسلمانوں نے اپنے مستقل بیڑے بنائے اور سمندری مہموں کا باقاعدہ آغاز کیا ان میں سے بعض لوگ محض مالِ غنیمت کے خیال سے لوٹ مار کرتے تھے اور بعض جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے نقل و حرکت کرتے اور ثواب دارین کی امید رکھتے تھے۔ یہ رسول اللہ صلعم کی وہ حدیثیں جن میں بحری جہاد کی فضیلت ظاہر کی گئی ہے بیان کرتے تھے۔ یہ ولولہ مردوں سے گذر کر عورتوں میں پہونچا اور قبرص میں ایک صحابی کی بیوی ام حرام بحری لڑائی میں ماری گئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اسلامی بیڑے نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ حضرت عمر کے ایک صاحبزادے موجود تھے۔ کسی نے امیر البحر سے مجاہدوں کے گناہوں کے بارے میں سوال کیا۔ امیر نے کہا "ان کے گناہ گردنوں میں معلق رہیں گے۔" ابن عمر نے جواب دیا

"خدا کی قسم وہ اپنے گناہ ساحلوں پر چھوڑ آئے۔" انہوں نے رسول اللہ صلعم کے حوالے سے بیان کیا کہ بحری جہاد میں دس گنا زیادہ ثواب ہے۔"

شروع میں مسلمانوں کے بحری حملے رومی سلطنت کے ساحلوں تک محدود رہے اور قرطاجنہ پر حملہ کرنے کے بعد بھی انہوں نے آگے بڑھ کر جہاد کا کوئی ارادہ نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی کہ قیروان کی بنیاد ساحل سمندر سے بہت دور رکھی گئی۔ جب موسیٰ بن نصیر نے اندلس پر حملہ کیا مسلمانوں کے پاس صرف چار کشتیاں تھیں جو مجاہدوں کو لے کر افریقہ سے جبرالٹر آتی جاتی رہتی تھیں۔ اس وقت موسیٰ کو بحری بیڑے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اندلس میں جہاز سازی کے کارخانے کھولے گئے اور طرابلس سے جبرالٹر تک بندرگاہوں میں بحری کشتیاں اور جہاز بننے لگے۔ بسنہ ۲۳۶ ھ

میں ٹولن میں عربوں نے جہاز سازی کا بڑا کارخانہ کھولا۔ اندلس میں بحری سپہ سالار کو امیر الماء کہتے تھے۔ یہی لفظ بگڑ کر ایڈمرل (Admiral) بن گیا۔

عرب مورخین کا بیان ہے کہ موسیٰ نے ۷۱۲ء میں جزیرہ سارڈینیا پر حملہ کیا مسیحی مورخین جزیرہ کورسیکا[1] پر بھی عربی حملوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اس زمانے میں جزیرہ سارڈینیا۔ کورسیکا اور سسلی شاہ قسطنطنیہ کے ماتحت تھے شروع میں عربوں نے صرف ساحلی مقاموں پر قبضہ کیا لیکن بعد کو پورے جزیرے پر قابض ہو گئے

ساحل فرانس پر مسلمان سب سے پہلے جزیرہ لیرینس (Lerins) میں عین الطیب (Antibes) کے قریب اترے۔ عربی قبضے کی صحیح تاریخ معلوم نہیں۔ بعض کے نزدیک ۷۲۹ء میں حملہ ہوا اور بعض ۷۳۹ء بتاتے ہیں اس جزیرے میں ایک مشہور دیر تھا۔ جس دن عربوں نے حملہ کیا۔ یہاں فرانس اٹلی اور یوروپ کے دوسرے مقامات کے پانچ سو راہب موجود تھے۔ اس دیر کے رئیس کا نام پورسیر (saint Porcaire) تھا۔ اس نے تمام راہبوں کو جمع کر کے صبر و شکر کے ساتھ انجام کے انتظار کی وصیت کی۔ مسلمانوں نے مال غنیمت کی جستجو کی۔ لیکن دیر میں کوئی قابل قدر چیز ہاتھ نہ لگی۔ انہوں نے راہبوں کو اسلام کی دعوت دی لیکن کوئی اپنا آبائی مذہب چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا اور عربوں نے سب کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔

۷۴۱ء میں چارلس مارٹل مر گیا اور اس کا بیٹا پیپن قصیر (Pepin the Little) جانشین ہوا۔ یہ شمالی اور جنوبی فرانس میں اپنا تسلط

---

[1] پندرھویں صدی کے ایک مورخ کا خیال ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلعم کے زمانے میں کورسیکا میں داخل ہو گئے تھے اور شارلیمان کے زمانے تک وہاں رہے تھے لیکن یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔

جمانے کے لئے ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ مسلمانوں کے لئے موقع تھا۔ اگر چاہتے تو اس موقع سے فائدہ اٹھاتے اور کھوئے ہوئے مقامات پر پھر قبضہ کر لیتے لیکن بدقسمتی سے وہ آپس ہی میں دست وگریباں تھے۔

ان خانہ جنگیوں میں عربوں کے ساتھ بربر بھی شریک تھے۔ ان دونوں قوموں میں کبھی صفائی نہیں رہتی۔ عرب بھی یمانی اور عدنانی نسلوں میں بٹے ہوئے تھے ان دونوں قبیلوں میں پشتینی عداوت تھی۔ جب عرب میں ان قبیلوں میں چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ مصر، شام، اندلس اور فرانس میں بھی پرانی عداوتیں بھڑک اٹھیں عربوں نے ان لوگوں کو جنہوں نے اطاعت قبول کی اور ان کے ساتھ لڑائیوں میں بھی شرکت کی جزیئے سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ بربر انہیں قوموں میں تھے۔ سنہ ۷۴۲ء میں امیر افریقیہ نے ان سے جزیے کا مطالبہ کیا۔ بربروں کے لئے یہ مطالبہ نیا تھا۔ انہوں نے بغاوت کر دی اور امیر اندلس عقبہ کو بغاوت فرو کرنے کے لئے افریقیہ جانا پڑا۔ چارلس مارٹل کو میدان خالی ملا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور جنوبی فرانس میں اسلامی قوت کا خاتمہ کر دیا۔[1]

افریقیہ میں بربر عربوں پر غالب آئے اور مغلوب جماعت نے اندلس میں پناہ لی۔ اندلس میں عرب اور بربر سرداروں نے زمینیں بانٹ لی تھیں۔ اس لئے اندلسی بربر ڈرے کہ یہ نو وارد عرب ان کی زمینوں کے بارے میں جھگڑا نہ کریں۔ انہوں نے ان عربوں کو نکال باہر کرنے کا ارادہ کیا۔ امیر عبدالملک ان نو وارد عربوں کا دشمن تھا عربوں نے اس کو قتل کر کے اس کا سر قرطبہ کے پل پر لٹکا دیا۔

---

[1] اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر بربروں کا فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہوتا تو چارلس مارٹل کے لئے جنوبی فرانس پر قبضہ آسان نہ ہوتا اور پراونس، لینگیوڈاک اور سپٹی مانیا مسلمانوں کے ہاتھ سے نہ نکل سکتے۔

ناربون میں عبدالملک کا دوست عبدالرحمٰن امیر تھا۔ وہ ایک لاکھ سپاہیوں کا دل بادل لے کر چلا۔ قرطبون میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا۔ عبدالرحمٰن نے عبدالملک کے خون کے انتقام میں عرب فوج کے سپہ سالار کو قتل کر دیا اور ناربون لوٹ گیا۔

اتنے دور دراز ملکوں میں امن کا قیام خلفائے دمشق کے بس میں نہ تھا۔ مشرقی ملکوں میں بھی بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اس لئے مغربی ملکوں کی طرف فوجیں بھیجنا اور بھی دشوار تھا۔ ان حالات نے جنوبی فرانس میں عیسائیوں کے لئے فضا صاف کر دی اور پیپن قصیر (Pepin the Little) اپنی دون ہمتی کے باوجود ان علاقوں پر قابض ہو گیا۔

ناربون کے مسلمان نیم (Nimes) اور آس پاس کے ملکوں پر قابض تھے لیکن حمیت اسلامی رفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔ سرکش اور خود مختار امراء، نیم، بیزیر یہ اور ماگلون میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر رہے تھے۔ اگرچہ یہ ابھی تک بظاہر خلیفۃ المسلمین کے ماتحت تھے[1]۔ شمالی اسپین کی حالت بھی اچھی نہ تھی، وہاں بھی اشٹوریہ اور نادار کے علاقوں میں لامرکزیت پھیلی ہوئی تھی۔

۷۴۷ء میں اندلس کی امارت یوسف بن عبدالرحمٰن الفہری کے ہاتھ میں آئی اس نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوہستان پری نیز کی طرف بھیجا۔ عیسائیوں نے بڑا سخت مقابلہ کیا۔ ناربون اور قرطبہ کا تعلق پری نیز کی بدامنی کی وجہ سے منقطع ہو چلا اور عیسائیوں نے موقع دیکھ کر سپٹی مانیا میں بغاوت کر دی۔

سپٹی مانیا کے لئے ایکوٹین کے ڈیوک اوڈ کے بیٹے ولیفر (Vaifre) اور پیپن میں زور آزمائی ہو رہی تھی۔ پوپ نے پیپن کو شاہ کے لقب سے سرفراز کر کے

---

[1] ہینو نے یہ روائت تاریخ لینگیوڈاگ مؤلفہ ولیسیٹ (Vaissette) اور تاریخ نیم مؤلفہ میناڑ (Menard) کے حوالے سے بیان کی ہے۔

اس کی اہمیت بڑھادی تھی یہ وہ عزت تھی جو چارلس مارٹل اپنی شہرت اور قابلیت کے باوجود نہ حاصل کرسکا تھا۔

۷۵۲ء میں پیپن نے لینگیوڈاک پر چڑھائی کی اور نیم اگڈے، ماگلون اور بنیریہ پر قبضہ کرلیا اور آگے بڑھ کر ناربون کو گھیر لیا۔ جب محاصرے نے طول کھینچا وہ اپنے ایک قوطی سردار انسمانڈس (Ansemandus) کی قیادت میں ایک فوج چھوڑ کر لوٹ گیا۔ عربوں نے انسمانڈس کو قتل کردیا۔

اسی زمانے میں بنو عباس نے بنوامیہ کو شکست دے کر مشرق میں ان کا نام ونشان مٹادیا اور خلافت کا مرکز دمشق سے بغداد میں آگیا۔ بنوامیہ کے خاندان کا ایک نوعمر شاہزادہ عبدالرحمٰن جان بچا کر ۷۵۵ء میں افریقیہ پہونچا۔ یہی خوش قسمت امیر آگے چل کر اندلس کی اسلامی حکومت کا بانی ہوا۔ اس کے زمانے میں عربی تہذیب اسپین میں پھیلی، بڑھی اور اس کی بنیادیں اتنی گہری ہوگئیں کہ آج سینکڑوں سال کے بعد بھی ان کے نشانات تازہ ہیں۔ عبدالرحمٰن نے پہلے اندلس کے امراء کو خانہ جنگیوں سے چھٹی نہ ملی اور بدامنی کی وجہ سے ان کو کسی باقی رہنے والی تعمیر کا موقع نہیں ملا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس باہمت نوجوان نے صبر واستقلال سے تمام مشکلوں کو آسان بنایا۔ بغاوتوں کے فرو کرنے میں بڑی مدت لگی لیکن آخر کار پورا اندلس اس کے زیر فرمان آگیا۔ لیکن وہ اندلس کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکا۔ اسی وجہ سے اس نے امیر کے لقب پر اکتفا کیا اور کبھی اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلایا۔ اس کے بعد دسویں صدی تک اندلس کے فرمانروا امیر ہی کہلاتے رہے ان کا دارالحکومت قرطبہ رہا۔ یہ شہر علم وفضل اور صنعت وحرفت کے لحاظ سے پوری دنیا کے لئے منارۂ ہدایت کا کام کرتا تھا۔

امیر عبدالرحمٰن نے اندلس میں تسلط قائم کرکے ناربون کے مسلمانوں کی مدد کا

ارادہ کیا اور سلیمان کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا۔ لیکن یہ مہم کامیاب نہ ہوئی۔

ناربون کے عیسائی باشندے محاصرے کی طوالت سے تنگ آ گئے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں سے غداری کی اور دشمنوں سے ساز باز کرنے لگے۔ پیپن نے آزادی کا وعدہ کیا اور قوطی طرز پر حکومت قائم کرنے کی اجازت دی۔ مسلمانوں کو اس سازش کا پتہ نہ چلا۔ عیسائیوں نے پیپن سے تمام معاملے طے کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے عیسائیوں نے مسلمانوں کو بلا امتیاز قتل کر دیا۔ اور ۷۵۹ء میں ناربون سے اسلامی حکومت کا نشان بھی مٹ گیا۔[1]

پیپن نے ان ملکوں کی نگرانی کے لئے ایک بڑا لشکر متعین کیا

---

[1] رینو نے بوکیہ (Bonquet) کے حوالے سے لکھا ہے:۔

"بعض مسیحی مورخ لکھتے ہیں کہ مسلمان اس معرکے میں جنوبی فرانس سے خارج نہیں ہوئے بلکہ ان کی بعض جماعتیں، ڈوفینی، نیس، نیکا اور کوہستان آلپس میں باقی رہیں اور یہ لوگ پیپن کے بیٹے شارلمان کے زمانے تک ان اطراف میں حکمراں رہے۔ بعض دوسری تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان شہر گرینوبل (granoble) پر قابض رہے۔ مورخ فنسان بارل کا بیان ہے کہ مسلمان نیس میں موجود رہے اور شارلمان نے ان کو نکالا۔ بعض مورخوں کا خیال ہے چارلس مارٹل کے زمانے میں دسویں صدی کی ابتدا تک مسلمان ڈوفینی پر قابض رہے اور انہوں نے یہیں سے پراونس پر دوبارہ حملے کئے اور پیمنیٹ اور سوئٹزرلینڈ کی طرف بڑھے"۔

فرانس پر عربوں کے حملے

(ناربون سے نکلنے کے بعد)

(۶۰۷۵۹ تا ۶۰۸۸۹)

اب ہم تاریخ کے اس دور کا حال بیان کرنے جا رہے ہیں جو اس زمانے سے بہت مختلف ہے جس کا ذکر ہم گذشتہ صفحوں میں کر آئے ہیں۔ عربوں کا فرانس پر حملہ صرف قبضے اور تبلیغ اسلام کی نیت سے نہ تھا بلکہ وہ آگے بڑھ کر پورے براعظم یوروپ کو جو رومیوں کے زمانے میں تمام دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ اسلامی حکومت میں شامل کرنا چاہتے تھے"

عرب مجاہدین اور امراء جزیرۂ عرب، شام اور عراق کے رہنے والے تھے۔ ان کی قوت اور حکومت کا مرکز مشرق میں تھا۔ اپنے وطن سے باہر نکل کر اتنی دشواریوں پر قابو پانے کے بعد اب کوئی مشکل ان کی نظروں میں اہم نہ معلوم ہوتی تھی۔ جب کوئی سرسبز و شاداب رقبہ ان کی نظروں کے سامنے آتا وہ دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لئے اسی کی طرف اپنے گھوڑوں کی باگیں پھیر دیتے تھے۔

"اب ہم جس دور کا حال بیان کریں گے وہ اس گذشتہ دور سے بہت مختلف ہے

امیر عبدالرحمٰن جس نے اندلس کی امارت سنبھالی۔ ایک ایسے خاندان کا شاہزادہ تھا جس کا تخت بنو عباس نے شام میں الٹ دیا تھا اور تلوار کے زور سے اس خاندان کے ایک ایک فرد کا نام و نشان مٹا دیا تھا۔ عبدالرحمٰن اکیلا جان بچا کر بھاگا اور تنہا اندلس پہونچا تھا۔ افریقیہ اور دوسرے ملکوں میں نہ اس کا کوئی ہمدرد تھا اور نہ ساتھی یہ چاروں طرف دشمنوں سے گھرا ہوا تھا۔ تنہا اندلس کے لئے یہ ممکن بھی نہ تھا کہ وہ اسلامی ملکوں سے مدد لئے بغیر فرانس پر حملے کر کے اسلامی تسلط قائم کر سکتا۔ عربوں کے باہمی جھگڑوں نے ان کی جمعیت بھی پارہ پارہ کر دی تھی۔ بغاوت عربوں کی فطرت کا خمیر بن گئی تھی۔ شمالی ملکوں کے عیسائیوں نے عربوں کی لامرکزیت سے فائدہ اٹھایا اور بدامنی کے ان دنوں کو عربوں پر حملے کے لئے بہت غنیمت خیال کیا۔"

"فرانس جواب تک عرب شہسواروں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا از سرِ نو قوت حاصل کر رہا تھا پیپن (Pepin the little) اور شارلیمان کے زمانے میں تمام چھوٹی چھوٹی ریاستیں ایک بڑی حکومت میں ضم ہو چکی تھیں اور اب ضرورت کے وقت جرمنی، بلجیم اور اٹلی سے امدادی فوجیں آسانی سے آسکتی تھیں۔ اس تنظیم نے فرانس کو بیرونی حملوں کے خطروں سے بے نیاز کر دیا تھا اور اب فرانس پر اسلامی حملوں کے بجائے اسپین پر مسیحی فوجیں چڑھائیاں کرنے لگی تھیں۔"

"کیلونیہ، اراگون اور ناوار کے باشندے حکومت قرطبہ کے خلاف باغی عرب امراء کی مدد کیا کرتے تھے۔ پیپن اور شارلمان نے اسی رسم قدیم کی بنا پر ان کو اپنی مدد کے لئے بلایا تاکہ اسلامی تسلط کے خلاف صف بندی کریں۔ اس صورت سے کچھ زیادہ دن نہیں گذرنے پائے کہ شارلمان اور اس کے جانشینوں نے اسپین کے بعض علاقوں پر قبضہ کر لیا اور دریائے ایبر (Ebre) کے کنارے کی زمینیں عرصے تک فرانس کے زیر فرمان رہیں۔ جب شمال کے عیسائی باشندوں

نے عربی تسلط کے خلاف گردنیں اٹھائیں اور آزادی کی جدوجہد کرنے لگے تو جنوبی فرانس کے باشندوں نے بھی جو اسپینیوں کے ہم نسب بھی تھے ان کی مدد کی۔"

"امراء قرطبہ اور خلفائے بغداد کی دائمی نزاع نے ان فتنوں کو اور بھی ہلاکت خیز بنا دیا۔ فریقین کو مسیحی طاقتوں کی شکست کی اتنی فکر نہ تھی جتنی ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی آرزو تھی۔ شاہان قرطبہ قسطنطنیہ کے قیصر سے جو شام، فارس اور مصر کے مسلمانوں سے برسرپیکار تھا دوستانہ نامہ وپیام کرتے تھے اور خلفائے بغداد شاہان فرانس سے جو اسلامی حکومت کے خلاف صف آراء تھے بے تکلف تجارتی معاہدے کرتے تھے۔ مشرق اور مغرب میں اسلامی اور مسیحی طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف صف بستہ تھیں۔ لیکن ان معاہدوں کی بناء پر مرسلیہ، میرجوس اور شام کے بندرگاہوں میں تجارتی جہاز بے خوف وخطر آزادی سے آتے جاتے تھے مغربی ملکوں کے عیسائی عین زمانۂ جنگ میں فلسطین میں مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ لیکن باہمی خانہ جنگی کی وجہ سے کوئی روک ٹوک نہیں ہوتی تھی۔ ۳۳۷ء میں مغرب کے عیسائی زائرین دمشق میں قصر خلافت کی زیارت کے لئے بھی گئے لیکن دربار خلافت اندلسی حکومت کا دشمن تھا۔ اس لئے ان عیسائیوں سے بازپرس کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی گئی[1]۔"

---

[1] ان سطروں سے یہ بات اچھی طرح صاف ہوجاتی ہے کہ یورپ میں مسلمانوں کو ناکامی صرف دو سببوں سے ہوئی۔ پہلا سبب مشرق میں خلافت بنی امیہ کا زوال تھا اور دوسری وجہ اندلس کی خلافت کی مرکزی خلافت سے علیحدگی تھی اگر یہ دو باتیں نہ پیش آئی ہوتیں تو یورپ میں اسلامی اقتدار اتنی آسانی سے ختم نہ ہوجاتا۔ کوئی شبہ جو متحدہ قوت اندلس، افریقہ، مصر شام، عراق، جزیرۂ عرب فارس اور خراسان کے اتحاد سے پیدا ہوسکتی تھی وہ تنہا اندلس کے بل بوتے پر ممکن نہ تھی۔

"خلفائے عباسیہ نے شاہان فرانس سے دوستانہ تعلقات قائم کئے۔ دونوں حکومتیں ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے بھیج کر پیمانِ وفا استوار کرتی تھیں۔ افریقیہ کے بعض عباسی امراء یوروپی ساحلوں پر حملے کیے رہتے تھے۔ لیکن یہ حملے مرکز خلافت کی دوری کی وجہ سے بموجب شکایت قرار نہیں دیئے جاتے تھے اور شاہان فرانس اور دربار خلافت کے باہمی تعلقات پران دور دراز ملکوں کے مقامی ہنگاموں کی وجہ سے کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔"

"جب پیپن نے عربوں کو ناربون سے نکال کر مسیحی حکومت قائم کردی مسلمانان اندلس اور فرانس کی نزاع ختم ہوگئی۔ پیپن نے پری نیز کو اندلس اور فرانس کی قدرتی حد قرار دیا۔"

"عبدالرحمٰن اس زمانے میں باغی امراء کی سرکوبی میں مصروف تھا۔ کوئی ایسا موقع جو مسلمانوں کی باہمی نزاع کا باعث ہوتا پیپن کے لئے فالِ نیک تھا۔ وہ اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھاتا تھا۔"

"۷۵۹ء میں ناربون پر مسیحی تسلط قائم ہونے کے بعد بارسلونا کے امیر سلیمان[1] نے پیپن

---

[1] سلیمان اعرابی کلبی بارسلونہ (برشلونہ) کا امیہ تھا۔ یہ پہلے سرقسطہ کا بھی امیر رہ چکا تھا اس زمانے میں شارلمان اور اس کے درمیان تعلقات قائم ہوئے۔

اخبار مجموعہ کا مصنف بیان کرتا ہے کہ سلیمان اور حسین بن یحیٰ الف اری نے بغاوت کی امیر عبدالرحمٰن الداخلی نے ان کی سرکوبی کے لئے ثعلبہ بن عبید کو مامور کیا۔ سلمان نے ثعلبہ کے لشکر کا مقابلہ کیا۔ اس نے دھوکہ دے کر اچانک ثعلبہ پر حملہ کر دیا اور اس کو گرفتار کر کے قارلہ (شارلمان) کے پاس بھیج دیا۔

ان حالات سے شارلمان نے سرقسطہ پر قبضہ آسان خیال کیا لیکن اہل سرقسطہ نے شارلمان کا مقابلہ کیا اور اس کو واپس جانا پڑا۔

سے معاہدہ کیا۔ فرانسیسی مورخوں کا خیال ہے۔ سلیمان نے ہسپین کی ماتحتی قبول کر لی تھی لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ وہ اپنی خود مختاری کے لئے ہسپین کی حمایت چاہتا تھا خود مختاری کی ہوس نے شمالی اسپین کے امراء کی عجب ذہنیت کر دی تھی۔ جب حکومت قرطبہ کا دباؤ پڑتا فرانسیسیوں سے جا ملتے اور جب شاہان فرانس کی نگاہیں ترچھی دیکھتے امیر قرطبہ کی حمایت میں آجاتے تھے۔"

"ان کو اپنی آزادی قائم رکھنے میں شمالی اندلس کی جغرافیائی حالت سے بہت مدد ملی پہاڑی گھاٹیاں اور چٹانیں حملہ آوروں کے لئے دشوار گذار ثابت ہوتی تھیں یہ لوگ مٹھی بھر آدمیوں کو لے کر بڑی بڑی فوجوں کے منہ پھیر دیتے تھے۔"

"عرب کوہ پری نیز کو جبل البورتات کہتے تھے یہ لاطینی لفظ (Portus) اور اسپینی (Puerto) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس کے معنی گذرگاہ ہیں اندلس سے فرانس جانے کا راستہ یہیں سے ہو کر گذرتا تھا۔ اسی لئے اس کا یہ نام رکھا گیا تھا۔"

عرب کوہ پری نیز سے ہو کر فرانس جانے والے چار راستوں سے واقف تھے۔ پہلا راستہ بارسلونہ سے ناربون جاتا تھا۔ شہر پری نیان (Pripignan) اسی راستے پر واقع ہے۔ دوسرا البوسیرو کا راستہ تھا جو سرڈانہ (cerdagna) سے گذرتا تھا۔ تیسرا راستہ بنبلونہ سے سینٹ جان پی ڈی پورٹ (saint - jean Pied De Port) جاتا تھا اور چوتھا طولوزہ سے بایون (Bayonne) پہونچاتا تھا[1]۔ کوئی شبہ نہیں قرون وسطیٰ میں یہ راستے موجودہ زمانے سے کچھ زیادہ ہی ویران رہے ہوں گے۔"

---

[1] Tolosa Bayonne. یہ شہر طولوزہ اسپین میں واقع ہے اور طلوزہ (Taulouse) فرانس میں۔

"پیپن مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کا فن خوب جانتا تھا۔ وہ ان کو ایک دوسرے سے بھڑائے رکھتا تھا۔ عباسی خلیفہ منصور نے اموی خلفاء کی طرح تمام اسلامی مقبوضات پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہا۔ اس نے افریقیہ کے ساحل سے ایک بحری بیڑہ عبدالرحمٰن الداخلی کے مقابلے پر بھیجا[1]۔ پیپن نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور عبدالرحمٰن کے خلاف منصور سے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے۔"

---

[1] ابن خلدون کا بیان ہے :۔

سنہ ۱۴۶ھ میں علاء بن مغیث الحصبی افریقیہ سے اندلس گیا اور باجہ میں ٹھہرا۔ وہ ابو جعفر منصور کی خلافت کے لئے بیعت لینے گیا۔ ابتداء میں یہ دعوت کامیاب ہوئی اور ایک بڑی تعداد علاء کے ساتھ ہو گئی۔ عبدالرحمٰن الداخلی نے اشبیلیہ میں علاء کا مقابلہ کیا۔ کئی روز تک میدان جنگ گرم رہا۔ لیکن بعد کو علاء کو شکست ہوئی اور اس کے سات ہزار آدمی مارے گئے۔ عبدالرحمٰن نے ان مقتولوں کے سر کٹوا کر قیروان اور مکہ بھجوا دیئے اور وہاں کے بازاروں میں عباسیوں کے سیاہ جھنڈے کے ساتھ چپکے سے لٹکوا دیئے۔ منصور نے علاء کے نام جو خفیہ خط بھیجا تھا وہ بھی انہیں سروں اور جھنڈوں کے ساتھ بھیج دیا گیا تھا۔ منصور یہ حال دیکھ کر بہت گھبرایا اور خدا کا شکر کرنے لگا کہ اس نے اس شیطان (عبدالرحمٰن الداخلی) کے درمیان میں سمندر حائل کر دیا۔

اخبار مجموعہ میں آیا ہے کہ علاء بن مغیث یحصبی نے ابو جعفر منصور کے لئے دعوت شروع کی واسط بن مغیث طائی اور امیہ بن قطن فہری بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ لیکن یمانیہ نے امیہ بن قطن کو گرفتار کر لیا۔ امیر عبدالرحمٰن الداخلی ان لوگوں کے مقابلے کے لئے نکلا اور رعواق کے قلعے میں ٹھہرا۔ غیاث بن علقمہ لخمی شذونہ سے علاء کی مدد کے لئے چلا۔ امیر عبدالرحمٰن نے اپنے غلام بدر کو حکم دیا کہ ایک دستہ لے کر اس کا راستہ روک دے۔ بدر نے اس کا مقابلہ کیا اور ان دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ غیاث بن علقمہ لوٹ گیا۔ مغیث نے قرمونہ میں امیر کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ اس معرکے میں اس کے سات ہزار آدمی مارے گئے۔ (باقی اگلے صفحے پر)

۷۶۵ء میں پیپن کے سفراء بغداد پہونچے اور تین سال تک خلیفہ کے مہمان رہے۔ واپسی میں عباسی سفیر بھی ان کے ساتھ آئے۔ یہ لوگ مرسلیہ میں ٹھہرائے گئے۔ پیپن نے ان کی خاطر مدارات میں بہت مبالغہ کیا۔ ان سفیروں نے موسم سرما لورین میں بسر کیا۔ بعد کو دریائے لوار کے کنارے قصر سلیس (Selles) میں ٹھہرائے گئے اور مرسلیہ کے راستے سے بغداد واپس آگئے۔ پیپن نے ان کے ہاتھ خلیفہ کے لئے قیمتی ہدیے بھی بھیجے"

شارلمان نے بھی اپنے باپ کے سیاسی اصولوں پر عمل کیا۔ یہ اندلس کے مسیحی اور مسلمان امراء سے ساز باز کرتا اور ان کو اسلامی حکومت کے خلاف ورغلاتا رہتا تھا۔ یہ مسلمان امراء کی دوستی کا دم بھرتا۔ ان کو خود مختاری کے سبز باغ دکھاتا اور عیسائی امیروں کو آزادیٔ وطن اور حمایت مذہب کے نام پر بغاوت کی تعلیم دیتا تھا:

مسلمانوں نے اندلس کے عیسائیوں کو مذہبی معاملات میں پوری طرح آزاد رکھا تھا۔ قرطبہ، طلیطلہ اور دوسرے بڑے شہروں میں اسقف کا عہدہ بدستور موجود تھا، قسیس اپنی جگہوں پر کام کرتے تھے۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ ان سرحدی مقامات میں جو لڑائیوں کی وجہ سے اسلامی اور مسیحی حکومتوں میں آتے جاتے رہتے تھے۔ عیسائیوں کے دینی امور کی دیکھ بھال کے لئے اسقف اور قسیس موجود تھے یا نہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امیر عبدالرحمن نے علاء کے ساتھ دوسرے ممتاز سرداروں کے سر کٹوا کر ہر ایک کے نام کا پرچہ اس کے کان میں لٹکا دیا اور ان سروں کو قیروان کے بازار میں سر راہ پھنکوا دیا۔ صبح کو لوگوں نے یہ سر دیکھے اور معرکے کی پوری داستان سنی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر ابو جعفر منصور کو بھی معلوم ہوئی۔

"ایک لڑائی میں جب مسلمانوں نے شہر طرکونہ (Tarragone) برباد کیا وہاں کی اسقفیت کا عہدہ ٹوٹ گیا۔ وہاں کے مذہبی امور کی نگرانی ناربون کے رئیس الاساقفہ کے سپرد کردی گئی اور جیرس (Gers) کا رئیس الاساقفہ اراگون کی مذہبی سربراہی کا ذمہ دار قرار پایا۔ شارلیمان اسپینی عیسائیوں کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ اور جب پوپ تک کوئی معاملہ پہونچتا وہ ان کی وکالت کا فرض انجام دیتا تھا۔"

"۷۷۷ء میں دو مسلمان امیروں نے سلطان قرطبہ کے خلاف بغاوت کی اور شارلیمان کے پاس مدد کے لئے پہونچے، شارلیمان وسٹفالیا (Vestphalie) میں دربار کر رہا تھا۔ ان دو امیروں میں ایک مسلمان بھی تھا۔ اس نے سرقسطہ کی امارت کے زمانے میں امیر قرطبہ کے لشکر سے مقابلہ کیا تھا اور اسلامی سپہ سالار کو گرفتار کر کے شارلیمان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ بعض مورخوں کا خیال ہے اس نے فرانسیسی شہنشاہ کی اطاعت بھی کرلی تھی[1]۔"

"شارلیمان اندلس کی تسخیر کے خیال سے ایسے موقعوں کا منتظر ہی رہتا تھا اس نے لڑائی کا اعلان کیا۔ جرمنی، فرانس اور لمبارڈی سے فوجیں آنے لگیں۔ شارلیمان اپنی متحدہ فوجیں لے کر ۷۷۸ء میں کوہ پیری نیز کی طرف بڑھا۔ اس کو یقین تھا کہ

---

[1] ریونیو نے یہ روایت ڈون بوکیہ اور ابن قوطیہ کے حوالے سے لکھی ہے۔ عرب مورخین اس نام کے سلسلے میں متفق الرائے نہیں ہیں بعض اس امیر کا نام سلیمان بن محطان العربی بتاتے ہیں اور بعض اس کو مطرف بن العربی کہتے ہیں گذشتہ صفحوں میں اس امیر کا نام سلیمان الاعرابی الکلبی بتایا جاچکا ہے۔ اس امیر کا نام جسے سلیمان نے گرفتار کر کے شارلمان کے پاس بھیجا تھا ثعلبہ بن عبد تھا۔

وہاں کے امراء اس کی مدد میں کوتاہی نہ کریں گے۔ لیکن اس کا خیال غلط نکلا"
"مسلمان امیروں نے جو ابھی تک شارلیمان کے حلیف تھے اس کے مقابلے کے لئے تلواریں سنبھالیں۔ انہوں نے شارلیمان سے دوستی اطاعت کے لئے نہیں بلکہ اپنی خود مختاری کے قیام کی خاطر کی تھی۔ عیسائی بھی کسی اجنبی حکومت کو چاہے وہ ان کی ہم مذہب ہی کیوں نہ ہوتی پسند نہیں کرتے تھے۔ شارلمان کو بالکل خلاف امید چاروں طرف دشمن ہی دشمن نظر آئے"۔

"شارلیمان نے پنبلونہ کا محاصرہ کر لیا اور بڑی سخت خونریزی کے بعد قبضہ کر سکا سرقسطہ میں بھی بڑی لڑائی ہوئی بعض عیسائی مورخین کی روائت ہے کہ شارلمان نے سرقسطہ پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں کے امیر کو گرفتار کر کے فرانس بھیج دیا تھا۔ لیکن عرب اس بیان کی تصدیق نہیں کرتے۔ ان کا بیان ہے کہ سرقسطہ میں شارلمان کو شکست فاش ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد سرقسطہ کا امیر دھوکے سے قتل کر دیا گیا اور اس کا لڑکا فرانس بھاگ گیا[1]۔ برسلونہ، جیرونہ اور وشقہ کے امیروں نے ضمانتیں

---

[1] اخبار مجموعہ میں آیا ہے :-

حسین بن یحیٰ انصاری نے جو سلیمان کلبی کا ساتھی تھا، سرقسطہ میں امیر عبدالرحمٰن الداخل کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ اس نے سلیمان کے خلاف جمعہ کو صف آرائی کی اور اس کو جامع مسجد میں قتل کر دیا۔ سلیمان کے قتل کے بعد عبدالرحمٰن نے اس کا مقابلہ کیا۔ سلیمان کا بیٹا عیسون اربونہ (ناربون) بھاگ گیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ کا قاتل سرقسطہ پر قابض ہو گیا ہے یہ دریا کے دوسری جانب آیا اس نے ایک دن حسین کو شہر سے نکل کر وادی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر پہونچا اور حسین کو قتل کر کے لوٹ آیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے اس کو بلا کر اپنے لشکر میں جگہ دی۔ یہ امیر کے ساتھ سرقسطہ کی لڑائی میں شریک ہوا۔

دے کر شارلمان سے مصالحت کرلی۔

شارلمان کو شمالی اندلس کے جھگڑوں سے چھٹی نہ ملی تھی کہ سکسن قبیلوں کی بغاوت کی اطلاع آئی۔ ان قبائل نے بت پرستی ترک کرنا پسند نہ کیا اور مقابلے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ شارلمان اندلس کی مہم نا تمام چھوڑ کر فرانس بھاگا۔ وہ رونسوو (Ronca vaux) کی وادی سے آگے نہ بڑھنے پایا تھا کہ ان علاقوں کے پہاڑی عیسائی باشندوں نے بغاوت کردی۔ مسلمان بھی ان باغیوں کے ساتھ شریک تھے۔ شارلمان کی فوج کا پچھلا دستہ ان کے ناگہانی حملوں کا شکار ہوا اس ہنگامے میں فرانس کے بڑے بڑے نامور سردار مارے گئے۔ مشہور شہسوار رولان بھی اسی بغاوت میں مارا گیا۔"

"شمالی اندلس کے سرحدی علاقے ایک عرصے تک حکومت ایکیوٹین کے ماتحت رہے تھے۔ اس لئے عرب ان کو بھی فرانس ہی کے نام سے پکارتے تھے۔ شارلمان نے ایکیوٹین کا صوبہ اپنے بیٹے لوئس کے سپرد کیا۔ اس نے طلوزہ کو اپنا دارالحکومت بنایا۔"

"شارلمان کے واپس جاتے ہی ان ملکوں نے جو اس کی اطاعت قبول کر چکے تھے بغاوت کردی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ شارلمان انہیں کی وجہ سے حملہ آور ہوا تھا۔ عیسائیوں کی بڑی تعداد تکلیفیں سہنے کی عادی تھی پہاڑوں میں بھاگ گئی۔ یہ لوگ روکھا پھیکا کھاتے، جنگلی جانوروں کی کھالیں پہنتے اور جنگلوں میں رہتے۔ لیکن عیش پسند امراء کے لئے یہ زندگی آسان نہ تھی وہ شارلمان کے پاس پہونچے۔ اس نے ان کو زمینیں دیں اور فوجی خدمت کے سوا ان کو تمام مطالبوں سے مستثنیٰ کردیا۔ کہا جاتا ہے ان امراء کے ساتھ بعض مرتد مسلمان بھی گئے تھے جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے[1]۔ ان میں سے بعض

---

[1] رینو نے یہ روایت بیان ڈون بوکیہ کے حوالے سے بیان کی ہے (باقی اگلے صفحے پر)

خاندان ابھی تک موجود ہیں۔ مثال کے طور پر قبیلہ ولینوت (Villeneuve)
کا نام لیا جاسکتا ہے۔"

"عبدالرحمٰن اول امیر قرطبہ نے ۷۸۸ء میں وفات پائی۔ یوروپی مورخ اس[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) فتوحات اسلامی کے دور اول میں مسلمانوں کے ارتداد کے متعلق عرب مورخوں کے بیان کے سوا اور کوئی بات نہیں معلوم ہوئی۔ عرب مورخ ذکر کرتے ہیں کہ جب قیسیہ اور یمانیہ قبیلوں کے فتنوں نے بہت زور پکڑا شمالی اندلس کے باشندوں نے بدامنی سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو اپنے ملک سے نکال باہر کیا جو لوگ باقی رہ گئے وہ عیسائی ہو گئے اخبار مجموعہ کے مصنف نے بیان کیا ہے:۔

جلیقیہ کے باشندوں نے مسلمانوں کے خلاف سر اٹھایا۔ بلائی (پلیجیوس) اپنے کوہستانی مامن سے باہر نکلا اور کورہ اور استورس پر قابض ہو گیا۔ جلیقیہ اور استوریہ کے مسلمانوں نے عرصے تک اس کا مقابلہ کیا۔ لیکن اسی زمانے میں ابوالخطار اور ثوابہ کا فتنہ کھڑا ہوا۔ اور ۱۳۳ھ میں مسلمان جلیقیہ سے نکال دیئے گئے۔ جو لوگ راسخ العقیدہ نہ تھے۔ اور جلاوطنی کی ہمت نہ رکھتے تھے وہ عیسائی ہو گئے یا قتل کر دیئے گئے۔ ہو سکتا ہے جو لوگ اسپین سے ہجرت کر کے فرانس گئے تھے ان میں ایسے لوگ بھی رہے ہوں جو لوگ اصل اسلامی تھے۔

[1] اسٹینل لین پول نے اپنی کتاب مورس ان اسپین میں عبدالرحمٰن کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

ابن مغیث افریقہ سے ہسپانیہ میں عباسیوں کا سیاہ جھنڈا نصب کرنے کے لئے ترکی کی راہ سے روانہ ہوا۔ یہ شخص بنجیا کے علاقے میں جہاز سے اترا اور فوراً بہت سے ناراض آدمی جو ہمیشہ نئی بات میں شریک ہونے کو مستعد رہا کرتے ہیں اس کے معاون ہو گئے۔ دو مہینے تک عبدالرحمٰن کارمونا میں محصور رہا۔ یہ حالت بدرجہ خطرناک تھی (باقی اگلے صفحہ پر)

کی شکایت کرتے ہیں۔ اس کو خونخوار، سخت گیر اور ظالم طبیعت کا آدمی بتاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن نے اپنی عرب اور بربر رعایا کو بھی بہت ستایا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس لئے ہر روز دشمن کو اپنی قوتیں بڑھانے کا زیادہ تر موقع ملتا تھا

عبدالرحمٰن نے جو ہمیشہ پر از تدبیر تھا یہ سنا کہ دشمن نے احتیاط میں کسی قدر سستی کو راہ دی ہے تو اپنے پیروؤں میں سے سات سو نہایت بہادر آدمیوں کو ایک جگہ مجتمع کیا۔ بڑی آگ روشن کی اور یہ کہہ کر کہ "اب دو ہی باتیں مدنظر ہیں موت یا فتح" اپنی نیام کو آگ میں ڈال دیا ان ساتوں سو نے اس کی اقتدا کی جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم اس بات پر مستقل ہیں کہ جب تک ہم آزاد نہ ہو جائیں گے ہماری تلواریں نیام میں نہ جائیں گی۔ اس کے بعد اپنے سردار کے پیچھے پیچھے محاصرہ پر دل توڑ کر ٹوٹ پڑے اور عباسی حملہ آوروں کو نیست و نابود کر دیا۔ عبدالرحمٰن نے اس خونخواری سے جو کبھی کبھی اس کی ناموری کے چہرے کو بدنما کر دیا کرتی تھی حملہ آوروں کے سروں کو ایک زنبیل میں رکھا اور ہر ایک کی شناخت کے لئے ان کے کانوں پر چھٹیاں لگا دیں اور اس بیش بہا گٹھری کو ایک حاجی کے سپرد کیا جو مکہ جاتا تھا۔ اس حاجی نے خود عباسی خلیفہ منصور کے ہاتھ میں جا کر دیا۔ خلیفہ نے جو اس گٹھری کے اندر کی چیز دیکھی تو غصے سے آگ بھبوکا ہو گیا مگر بے اختیار چلا اٹھا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس شخص اور میرے درمیان ایک سمندر حائل ہے۔ عبدالرحمٰن کا عباسی رقیب اس کی کامیابی پر تہہ دل سے ناراض تو ضرور ہوا مگر بے اختیار اس کی ہشیاری و دلیری کی تعریف بھی کی وہ عبدالرحمٰن کو قبیلہ قریش کا باز کہا کرتا تھا۔ اور اکثر کہہ اٹھتا تھا کہ "حیرت انگیز ہے وہ دلیری، دانشمندی اور مآل اندیشی جو اس سے ظہور میں آئی۔ پر خطر راہوں پر چلنا، ایسے دور دراز ملک میں جہاں پہونچنا دشوار ہے اور جو بخوبی محفوظ ہے اپنے آپ کو ڈال دیا اور وہاں جا کر مخالف جماعتوں کی باہمی رقابت سے فائدہ اٹھانا اور بجائے اس کے کہ وہ فریق اس کے مقابلے میں ہتھیار اٹھائیں انہیں آپس ہی میں لڑاتا اور اپنی رعایا کے دلوں کو اپنے ہاتھ میں لے لینا اور ساری مشکلوں کو رفع دفع (باقی اگلے صفحے پر)

ڈون لو کہ الزام لگاتا ہے کہ اس کے زمانے میں یہودیوں اور عیسائیوں نے طرح طرح کے عذاب برداشت کئے اور انہوں نے اپنے بال بچوں کو بیچ بیچ کر اپنا پیٹ پالا
عبدالرحمٰن اول نے صرف اپنی قوت بازو اور حسن تدبیر سے یہ ملک فتح کیا تھا اس کو ساری زندگی سلطنت کی حفاظت اور قیام امن کے لئے شمشیر بکف رہنا پڑا۔ ممکن ہے دشمنوں کی عبرت کے لئے اس کو بعض اوقات اس قسم کے ظالمانہ قدم اٹھانے پڑے ہوں لیکن اس کے حلم، تدبر، علم دوستی اور دور اندیشی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اندلس کا یہ پہلا امیر ہے جس نے اپنے زمانے میں صنعت و حرفت کے لئے راستہ صاف کیا اور عربی تہذیب کی بنیاد رکھی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کر کے سب کا بالادست بن کر حکومت کرنا بیچ تو یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی آدمی نے نہیں کیا تھا۔" (مسلمانان اندلس)

یہی مصنف ابن حیان کے حوالے سے عبدالرحمٰن کے متعلق لکھتا ہے:۔

عبدالرحمٰن نرم دل اور رحم کی طرف مائل تھا۔ فصیح اللسان اور سریع الاحساس تھا۔ کسی کام کے ارادے میں جلدی نہیں کرتا تھا۔ لیکن اس کی تعمیل میں مستقل اور پختہ تھا۔ وہ مستعد اور بیقرار آدمی تھا۔ وہ کبھی آرام لینے کو نہیں پڑا رہتا اور نہ اپنے آپ کو عیش و عشرت میں ڈالتا۔ اس نے کبھی سلطنت کے معاملات کسی اور شخص کے سپرد نہیں کئے بلکہ انہیں خود ہی طے کرتا تھا تاہم مشکل معاملات میں عقل و تجربہ والوں سے مشورہ لینے سے کبھی باز نہیں رہا۔ وہ ایک بہادر اور بیباک سپاہی تھا۔ ہمیشہ میدان جنگ میں سب سے پہلے خود ہی جاتا تھا اپنے غصے میں ہیبت ناک تھا اور مخالفت کو برداشت نہیں کرتا تھا۔ جو لوگ اس کے قریب جاتے تھے ان کے دلوں میں اس کی صورت دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی اس میں دوست اور دشمن دونوں برابر تھے۔ جنازے کے ساتھ جانا اور جنازے کی نماز پڑھنا اس کی عادت میں داخل تھا اور جمعہ کے دن مسجد جاتا تو اکثر ممبر پر چڑھ کر لوگوں کو وعظ و نصائح کرتا تھا۔ بیماروں کی عیادت اور خوشی میں لوگوں کی شرکت کرتا تھا۔ (مسلمانان اندلس)

عبدالرحمٰن اور شارلیمان کے درمیان ذاتی تعلقات کا پتہ نہیں چلتا۔ اگرچہ مقری نے تذکرہ کیا ہے کہ عبدالرحمٰن شارلمان کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ غالباً عبدالرحمٰن ثانی کے بجائے مقری نے عبدالرحمٰن اول کا نام لے لیا ہے۔ عبدالرحمٰن ثانی اور چارلس اصلع کے درمیان تعلقات کا پتہ چلتا ہے اس زمانے میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں اس قسم کے رشتے برے نہیں سمجھے جاتے تھے"۔

عبدالرحمٰن اول اور ثانی کے متعلق رینو کا بیان ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن ثانی کے متعلق نفح الطیب کا خلاصہ بھی پیش کر دیا جائے"۔

عبدالرحمٰن حکم نے ابتدائی دور امارت میں جلیقیہ پر حملہ کیا اور ایک عرصہ تک قتل و غارت کرنے کے بعد لوٹا۔ اس نے ۲۰۸ھ میں اپنے وزیر عبدالکریم کی قیادت میں قشتالہ اور البا کی طرف فوجیں بھیجیں۔ اس نے متعدد قلعے فتح کئے اور دشمنوں کو شکست دے کر بہت سے شہروں پر تسلط قائم کیا۔ ان میں سے بعض نے جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا اور بعض نے مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے جان بچائی"۔

۲۲۴ھ میں عبداللہ بن بلنسی کو البا اور قلاع پر حملے کی نیت سے روانہ کیا ان لڑائیوں میں بے شمار آدمی قتل اور گرفتار ہوئے۔

" جلالقہ کے بادشاہ لذریق نے سرحدی شہر سالم پر قبضہ کر لیا۔ فرتون بن موسیٰ دشمن کے مقابلے پر مامور ہوا۔ اس نے لذریق کو شکست دی۔ اس معرکے میں دشمنوں کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور بے شمار قیدی ہاتھ آئے۔ فرتون نے آگے بڑھ کر البا کے قلعے پر حملہ کیا اور اسے فتح کر کے مسمار کر دیا۔ اہل البا نے یہ سرحدی قلعہ مسلمانوں کی نگرانی اور ان کی سرزنش کے لئے تعمیر کیا تھا۔ ان معرکوں سے چھٹی پا کر عبدالرحمٰن نے اپنی فوجیں جلیقیہ کی طرف بڑھائیں وہاں اس نے متعدد قلعے فتح کئے اور ایک عرصے

تک تاخت و تاراج کرنے کے بعد بے شمار مال غنیمت اور لاتعداد اسیر لے کر واپس آیا۔"

"سنہ ۲۲۶ھ میں عبدالرحمٰن نے فرانس پر چڑھائی کی اور برطانیہ[1] (Ampur-dania) تک بڑھا چلا گیا۔ اس فوج کا رہنما ططیلہ کا عامل موسیٰ بن موسیٰ تھا دشمنوں نے بہت سخت مدافعت کی لیکن موسیٰ نے بڑی ثابت قدمی سے مقابلہ کیا اور دشمن کو شکست دی موسیٰ ان معرکوں میں بہت نیکنام ہوا۔"

سنہ ۲۲۹ھ میں محمد نے بنبلونہ پر چڑھائی کی اور وہاں کے فرمانروا غرسیہ کو جس کا شمار عیسائیوں کے بڑے بادشاہوں میں ہوتا تھا قتل کر دیا۔ اس معرکے میں دشمنوں کا نقصان بہت ہوا۔

"عبدالرحمٰن نے سنہ ۲۳۱ھ میں جلیقیہ پر چڑھائی کی اور شہر لیون پر منجنیقیں لگا کر سنگباری کی۔ محاصرے کی سختی سے تنگ آ کر وہاں کے باشندے بھاگ کھڑے ہوئے مسلمانوں نے جو کچھ ملا لوٹ کر شہر میں آگ لگا دی۔ وہ فصیل بھی توڑ کر برباد کر دینا چاہتے تھے لیکن وہ سترہ ہاتھ موٹی تھی لوٹ نہ سکی لیکن جا بجا رخنے پیدا ہو گئے۔"

عبدالرحمٰن نے اپنے وزیر عبدالکریم کو برشلونہ کی طرف بھیجا۔ یہ قرب و جوار کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا فرانس تک جا پہونچا۔ ان معرکوں میں بے انتہا خونریزی ہوئی اور بے شمار قیدی ہاتھ آئے۔ اس نے جیرونده (Jironda) کا بھی محاصرہ کیا اور اس کے آس پاس لوٹ مار کر کے لوٹ آیا۔

---

[1] یہ مملکت کتلونیہ کا ایک ٹکڑا ہے آج کل اس کا نام (Ampurdanie) ہے وہاں کے لوگ اس کو امبرو طانیہ کہا کرتے تھے۔ یہ لفظ امبوریاس سے مشتق ہے۔ امبوریاس ایک ایک قدیم فینیقی شہر کا نام تھا۔

۸۳۵ء میں قسطنطنیہ کے بادشاہ توفیلس[1] نے عبدالرحمٰن ثانی سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے چاہے۔ نامہ و پیام کا سلسلہ شروع ہوا توفیلس نے عبدالرحمٰن کے پاس ہدیے بھیجے۔ اس کو خوش کرنے کے لئے عباسی خلفاء، مامون اور معتصم کے خلاف خطوط بھی لکھے اور ان کو لونڈی بچوں کے حقارت آمیز خطابوں سے یاد کیا[2] اس نے عبدالرحمٰن کو مشرقی وراثت واپس لینے کی ترغیب دی۔ اس سفارت کے جواب میں یحییٰ غزال اندلسی حکومت کا سفیر بن کر قسطنطنیہ گیا۔ یہ باکمال شاعر اور فاضل حکیم تھا۔ یہ اپنے ساتھ توفیلس کے لئے ہدیے بھیجے گیا۔ دونوں حکومتوں میں سفیروں کے تبادلے سے تعلقات استوار ہو گئے۔"

"عبدالرحمٰن ثانی الاوسط کہلاتا ہے۔ اس سے پہلے اور بعد کو عبدالرحمٰن نامی دو بادشاہ اور ہوئے ہیں پہلا عبدالرحمٰن الداخل کہلاتا ہے اور دوسرا عبدالرحمٰن الناصر

---

[1] اس شہنشاہ سے المعتصم عباسی کی لڑائی ہوئی تھی۔ معتصم نے عموریہ فتح کر لیا تھا ابوتمام طائی نے اس معرکے کا تذکرہ اپنے قصیدے میں کیا ہے اسی قصیدے کا مطلع ہے ؎

الصیف اصدق انباء من الکتب　　فی حدہ الحد بین الجد واللعب

اس قصیدے کا ایک شعر ہے ؎

لما رای الحرب رای العین توفلس　　والحرب مشتقۃ المعنی من الحرب

[2] مامون کی ماں مراجل ام ولد تھی۔ وہ مامون کی پیدائش کے زمانے میں مر گئی تھی۔ معتصم کی ماں کا نام ماردہ تھا۔ یہ ہارون رشید کی محبوب کنیزوں میں تھی

توفلیس عبدالرحمٰن کو عباسی خلیفہ کے خلاف کھڑا کرنا چاہ رہا تھا۔ تاکہ بنو عباس کی قوت کمزور ہو جائے اور اس کو مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔"

کے نام سے مشہور ہے۔ عبدالرحمٰن الاوسط نے اپنی امارت کے اکتیسویں سال ربیع الآخر ۲۳۸ھ میں وفات پائی۔"

"عبدالرحمٰن الاوسط دینی علوم اور فلسفہ میں اچھی مہارت رکھتا تھا۔ اس کے زمانے میں عام طور سے امن قائم رہا۔ یہ دولت مند بادشاہ تھا۔ اس نے قصر تعمیر کرائے، تفریح گاہیں بنوائیں، پہاڑ کاٹ کر نہریں نکالیں، پل بنوائے، مسجدیں تعمیر کرائیں اور جامع قرطبہ میں دو رواقوں کا اضافہ شروع کیا لیکن ان کی تکمیل اس کے بیٹے محمد کے زمانے میں ہوئی اس نے شاہی آداب مقرر کئے اور عام طور سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔"

"عبدالرحمٰن الاوسط کو عورتوں سے بہت دلچسپی تھی۔ یہ اپنی لونڈی طروب پر بے طرح عاشق تھا۔ اس نے اس کی رضاجوئی کے لئے بدرمال کا پھاٹک تعمیر کرایا اور اس کو ایک زیور جس کی قیمت ایک لاکھ دینار تھی عطا کیا۔"

نفح الطیب میں طروب اور دوسری عورتوں کے لئے عبدالرحمٰن الاوسط کی وارفتگی کے بہت سے قصے بیان ہوئے ہیں لیکن چارلس کی لڑکی کے ساتھ پیغام کا کوئی نہیں آیا۔ ڈوزی نے عبدالرحمٰن کے تذکرے میں اس طرف کوئی اشارہ نہیں کیا۔

امراء، بنو امیہ اور فرانس میں ان کی لڑائیوں کے بارے میں رینو کے بیان کا سلسلہ پھر شروع ہوتا ہے:۔

"عبدالرحمٰن الداخل نے اپنے بیٹے ہشام کو ان کا جانشین مقرر کیا۔ اس نے اپنے ابتدائی زمانے میں اندرونی فتنے دبانے کے لئے بیرونی حملے شروع کئے۔ مختلف جماعتیں جو باہمی رقابتوں کی وجہ سے آپس میں لڑتی جھگڑتی رہتی تھیں بڑی آسانی سے ایک مرکز پر اکٹھا ہو گئیں۔"

"ہسپین اور شارلمان نے اسلامی مقبوضات کے بہت سے سرحدی مقامات دبا لئے تھے۔ ہشام نے اس نقصان کی تلافی کے لئے جدوجہد شروع کی۔ بلاد اشٹوریہ میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی اس لئے اس نے مزید انتظار کئے بغیر جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی حملہ کر دیا۔ وہ جماعتیں جو خانہ جنگی میں اپنی قوتیں ضائع کر رہی تھیں عیسائیوں کے مقابلے پر تلواریں کھینچ کر نکل آئیں۔"

"اسی زمانے میں اسپین کے مسلمان اپنی خود آزاری میں بہت بدنام ہو رہے تھے اور عام طور سے خیال ہونے لگا تھا کہ مسلمان آپس میں لڑنے بھڑنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتے۔ بعض امراء نے امراء کی خانہ جنگیوں سے تنگ آکر فتویٰ دیا کہ ان کو خراج دینا جن کی تلواریں صرف مسلمانوں کا خون بہانا جانتی ہیں جائز نہیں۔ خدمت دین کی مثال میں عام طور سے خلفائے بغداد کا نام لیا جاتا تھا جو قسطنطنیہ کی مسیحی حکومت کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔"

"ہشام نے حالات کا جائزہ لیا اور جہاد کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان مسجدوں میں پڑھ کر سنایا گیا[1]۔ جو لوگ جنگی خدمات کے لائق تھے۔ ان کو جہاد کی دعوت دی گئی۔ جو لوگ لڑنے بھڑنے کے قابل نہ تھے انہوں نے مالی امداد کا فرض سنبھالا، ملک کے گوشے گوشے سے مجاہدین کے گروہ آنے لگے۔ لیکن اس جوش وخروش کے باوجود تعداد اتنی نہ ہو سکی جو اسلامی حکومت کے ابتدائی دور میں ہو جاتی تھی۔ بنو امیہ اور بنو عباس کی عداوت نے اسپین کے دروازے بیرونی مجاہدوں کے لئے بند کر رکھے تھے صرف اندلس کے لئے اتنا بڑا لشکر اکٹھا کرنا جو افریقہ، شام اور عرب کے

---

[1] رینو یہ فرمان نقل کر کے لکھتا ہے کہ اس کو یہ فرمان ایک ایسے مجموعے میں ملا جو قاہرہ میں طبع ہوا تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ وہی ہو جو امیر ہشام کی طرف سے پڑھا گیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں اس میں وہی الفاظ ہیں جو اصل فرمان میں آئے تھے۔"

اشتراک عمل سے ہو جاتا تھا ممکن نہ تھا۔"

"ہشام کی دعوت پر صرف ایک لاکھ مجاہدین کا لشکر اکٹھا ہو سکا۔ اس فوج کے دو حصے کئے گئے۔ ایک حصہ اشٹوریہ کے عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا اور دوسرا عبدالملک[1] کی رہنمائی میں کتلونیہ کی طرف بڑھا۔ اسٹوریہ میں کوئی نمایاں کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن عبدالملک لڑتا بھڑتا ہوا ۷۹۳ء میں فرانس میں داخل ہو گیا

"اس زمانے میں شارلمان دریائے ڈینوب کے کنارے اوریرین[2] Avarian سے برسرپیکار تھا اور ایکیوٹین کی فوج کا منتخب حصہ لوئس بن شارلمان کے ساتھ اٹلی میں پڑا ہوا تھا۔ مسلمان میدان خالی دیکھ کر ناربون پر چڑھ دوڑے لیکن قلعے کے دروازے کھل نہ سکے۔ انہوں نے آس پاس کی آبادیاں پھونک دیں اور آگے بڑھ کر قرقشونہ پر چھاپہ مارا۔"

"ایکیوٹین کے بادشاہ لوئس نے اپنی عدم موجودگی میں طلوزہ کے کاؤنٹ غلیوم کو حکومت کا نگراں بنا دیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تمام عیسائی امراء کو اپنی مدد کے لئے بلایا۔ مسیحی فوجیں جوق درجوق آنے لگیں اور دریائے اوربیو (orbieux) کے کنارے ولڈانیا (villedaigne) میں (جو قرقشونہ اور ناربون کے درمیان میں واقع ہے) دونوں لشکروں نے صفیں آراستہ کیں بڑے زور کا رن پڑا۔ غلیوم نے بے جگری سے حملہ کیا۔ لیکن مسلمان ثابت قدمی سے جمے رہے۔ مسیحی لشکر شدید نقصان اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اگر اس معرکے میں ایک

---

[1] عبدالملک بن عبدالواحد بن مغیث

[2] اوریرین (Avarian) تورانی نسل کا ایک قبیلہ تھا جو نویں صدی عیسوی تک اٹلی میں اور دریائے ڈینوب کے کنارے آباد تھا۔ شارلمان نے ان کو پنونیا (Panonia) میں شکست دی تھی ان کے آثار اوریرین رنگس کے نام سے ابھی تک موجود ہیں۔

مشہور سردار کی شہادت نہ ہوتی تو فتح کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی۔ مسلمانوں نے شکست خوردہ عیسائی فوجوں کا تعاقب نہیں کیا بلکہ جو کچھ ہاتھ لگا لے کر اندلس لوٹ آئے"۔

"اس معرکے میں مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت ملا۔ صرف پانچواں حصہ جو شاہی خزانے میں داخل ہوا پنتالیس ہزار مثقال سونا تھا۔ ہشام نے یہ دولت جامع قرطبہ کی تعمیر میں جس کی تکمیل اس کے باپ کے زمانے میں نہ ہوسکی تھی صرف کردی"

"عبدالرحمٰن اول نے جامع قرطبہ کی تعمیر غنیمت کے روپے سے شروع کی تھی۔ اس امتیاز کی وجہ سے عام مسلمانوں کی نگاہوں میں اس کی فضیلت بہت زیادہ تھی ہشام نے اس مسجد میں اضافہ کردیا۔ لیکن عوام نے نماز قدیم حصے ہی میں جاری رکھی۔ ہشام نے وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ قدیم حصہ جہاد کی آمدنی سے بنا ہے اس لئے اس کی فضیلت زیادہ ہے۔ ہشام نے کہا کہ اس اضافے میں بھی غنیمت ہی کا روپیہ لگایا گیا ہے۔ قاضی اور دوسرے بڑے لوگوں نے بادشاہ کے بیان کی تصدیق کی"۔

"بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس نئے حصے میں مٹی بھی وہی لگائی گئی تھی جو جنوبی فرانس اور جلیقیہ سے دوسو میل کی مسافت طے کرکے عیسائی اسیر اپنے کاندھوں پر لاد کر لائے تھے۔ یہ روایت ناربون کے باب میں بھی بیان کی جاچکی ہے"۔

"ان معرکوں میں غالباً ناربون پر مسلمانوں کا قبضہ نہیں ہوسکا۔ ورنہ

سلہ نفح الطیب میں آیا ہے کہ امیر ہشام کے محاسن میں جامع قرطبہ کی تکمیل ہے یہ مسجد اس کے باپ نے شروع کی تھی اور تکمیل اس کے زمانے ہوئی۔ رینو نے جن لڑائیوں کا ذکر کیا ہے وہ ہشام کے وزیر عبدالملک ابن عبدالواحد مغیث کی قیادت میں (۱۷۷ھ میں) اربونہ اور جیرنڈہ میں لڑی گئی تھیں۔ عبدالملک نے برطانیہ (فرانس) میں حملہ کیا اور دشمن کے ملک میں بڑھتا اور شکست دیتا چلا گیا تھا۔

عیسائی مورخین اس واقعہ کا تذکرہ ضرور کرتے۔ اس جنگ میں کاؤنٹ غلیوم نے بڑی شہرت حاصل کی۔ وہ مشہور شہسوار اور زبردست عیسائی مجاہد تھا جن سرداروں نے بارسلونا کی فتح میں شہرت حاصل کی ان میں اس کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ اس نے اپنی پوری زندگی لڑائیوں میں شہرت حاصل کی اور آخر عمر میں دیر جلون (Gellone) میں جسے اس نے خود لوڈیو (Lodeve) میں تعمیر کرایا تھا گوشہ نشین ہو گیا۔ اس نے باقی زندگی عبادت و ریاضت میں گزاری اور وہیں سب سے الگ تھلگ دنیا سے رخصت ہو گیا۔"

ایک ہمعصر نے اس کے تذکرے میں بیان کیا ہے:۔

"دسویں صدی عیسوی میں اس کی مدح وثنا کے گیت گرجوں میں گائے جاتے تھے اور اس کی ان سرگرمیوں کی بہت تعریف کی جاتی تھی جو اس نے مسلمانوں کے مقابلے پر دکھائی تھیں۔ جب فرانسیسی شاعروں نے شارلمان اور دوسرے عیسائی مشاہیر کی شان میں قصیدے لکھے جن میں صحیح اور غلط سب ہی طرح کی روائتیں نظم کی گئی تھیں تو غلیوم کا تذکرہ بھی دل کھول کر کیا گیا۔ ان شاعروں نے شہر نیم اور رنج اور ارل پر مسلمانوں کا قبضہ دکھا کر بیان کیا کہ غلیوم کے سوا کوئی دوسرا جانباز ان مقاموں کو آزاد نہیں کرا سکا۔"

"ایک لاطینی کتبہ بھی پایا گیا جو انقلاب فرانس تک دیر مون ماجور (Mont-Major) میں موجود تھا۔ اس کتبے میں شارلیمان کا ارل میں آکر مسلمانوں کو خارج کرنا بیان کیا گیا ہے۔"

"شاعروں کی خیال پرستی میں تحقیق کی گنجائش نہیں ہوتی۔ وہ کسی واقعے کو نظم تو کر سکتے ہیں لیکن اس کی تاریخی حیثیت معلوم کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ دیر مان ماجور میں جو کتبہ ملا وہ بھی اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ اسی کتبہ میں شارلیمان کی بڑائی

میں بیان کیا گیا ہے کہ اس نے ارل کے مسلمانوں کو نکال کر اس واقعہ کی یادگار میں یہ دیر بنوایا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیر تسخیر ارل کے ڈیڑھ سو سال کے بعد تعمیر کیا گیا تھا۔"

"شاہ قرطبہ ہشام نے ۷۹۶ء میں وفات پائی اور اس کی جگہ پر اس کے بیٹے حکم نے حکومت کا کام سنبھالا۔ اسی زمانے میں ہشام کے دو بھائیوں بغاوت[1] کی اور حکم کو اپنی امارت کا ابتدائی زمانہ ان فتنوں کے دبانے میں صرف کرنا پڑا۔"

"دوسرے سال جب شارلیمان اکسلاشابل (Aix-la-chapelle) میں تھا حکم کا چچا برشلونہ کے مسلمان امیر کے ساتھ مدد مانگنے آیا۔ اسی زمانے میں جب شارلمان کا بیٹا لوئس شاہ ایکیوٹین طلوزہ میں دربار عام کر رہا تھا جلیقیہ اور اشٹوریہ کے بادشاہ اذفونش کا سفیر بھی آیا اور مسلمانوں کے خلاف مدد مانگی۔ اسی مجلس میں مضافات وشقہ (Nusca) کے کسی مسلمان امیر کی طرف سے (جس کا نام یا ھالوک بتایا جاتا ہے) ایک سفیر مصالحت کا پیغام لے کر آیا۔[2]

"عیسائیوں کو اندلس پر حملے کا بہترین موقع ملا تھا۔ انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ شاہ ایکیوٹین لوئس اور چارلس دونوں بھائیوں نے ان مقامات پر جو دریائے

---

[1] ان خانہ جنگیوں سے دشمن نے فائدہ اٹھایا اور برشلونہ (بارسلونا) ۱۸۵ھ میں قابض ہو گیا۔ ابو الفداء کا بیان ہے کہ جب حکم ان فتنوں کے دبانے میں مصروف تھا فرانسیسیوں نے موقع غنیمت خیال کر کے بلاد اسلامیہ کا ارادہ کیا۔ ۱۸۵ھ میں شہر برشلونہ میں داخل ہو گئے۔

[2] رینو نے یہ روایت بلادگال کے کسی تاریخی مجموعہ سے نقل کی ہے۔ یورپین اہل قلم عربی ناموں کو کچھ اس طرح بدل دیتے ہیں کہ اصل کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لئے اس محرف نام سے اصل مسلم امیر کا پتہ لگانا بہت دشوار ہے۔

ابرہ کے کنارے واقع تھے حملے شروع کئے۔ لوئس پری نیز سے گذر کر اراگون کی طرف بڑھا اور وسکا کا محاصرہ کر لیا"

"وسکا کے امیر نے شارلیمان کے پاس قلعے کی کنجیاں بھیج کر اپنی وفاداری کا یقین دلایا تھا لیکن جب فرانسیسی فوجیں آ پہونچیں وہ اپنے قول سے پھر گیا اور غنیم کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا"

"اس زمانے میں امیر قرطبہ حکم کا ایک چچا عبداللہ طلیطلہ پر قابض تھا اور دوسرا سلیمان بلنیہ پر تسلط جمائے بیٹھا تھا حکم نے عبداللہ کے مقابلے کے لئے ایک فوج روانہ کی اور خود پری نیز کی طرف بڑھا۔ بارسلونا اور دوسرے مقامات پر جنہوں نے اطاعت سے منہ موڑا تھا تسلط قائم کیا۔ یہاں سے کوہستان کی طرف بڑھا اور بڑے خونریز مقابلوں کے بعد بے شمار عیسائی مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لوٹا"

"حکم نے انہیں قیدیوں سے اپنا حفاظتی دستہ تیار کیا۔ یہ پہلا فرمانروا ہوا ہے جس نے قیدیوں اور اجنبیوں سے حفاظتی دستے کا کام لیا۔ اس کا ایک چچا سلیمان کسی لڑائی میں مارا گیا اور دوسرا عبداللہ افریقیہ بھاگ گیا اور طلیطلہ کی بغاوت فرو ہو گئی[۱]

---

[۱] نفح الطیب میں آیا ہے :-

۱۹۲ھ میں شاہ فرنگ لذریق بن قارلہ لشکر اکٹھا کر کے تراگونہ (طرکونہ) کے محاصرے کے لئے بڑھا۔ حکم نے اپنے بیٹے عبدالرحمن کو اس کے مقابلے پر روانہ کیا اس نے دشمن کو شکست دی۔

حکم کو اندرونی بغاوتوں کی وجہ سے دشمنوں کی طرف پوری طرح توجہ کرنے کا موقع نہ ملا تھا اس وجہ سے سرحدی مقامات پر ان کی تاخت بہت بڑھ گئی تھی۔ حکم ۱۹۶ھ میں بذات خود فرانسیسیوں کے مقابلے پر چلا اور سرحدی علاقوں اور قلعوں کو فتح کیا۔ دشمن کے ملکوں میں خونریزی کرتا ہوا مالِ غنیمت اور لونڈی غلاموں کے ساتھ لوٹا۔

غالباً لذریق سے لوئس بن شارلمان مراد ہے۔

"اسی زمانے میں جلیقیہ کے فرمانروا اذفونش نے اشبونہ کے مسلمانوں پر چھاپہ مارا اور اسیروں کو خچروں پر لاد کر شارلمان کے پاس بھیجا۔ ایکیوٹین کے بادشاہ لوئس ابنِ شارلیمان نے وسیکا کے مضافات میں لوٹ مار کی یہ لڑائیاں فیصلہ کن نہ تھیں ان زور آزمائیوں سے نہ مسلمانوں ہی کو کسی ملک پر مستقل قبضہ ملا تھا۔ اور نہ عیسائی ہی تسلط قائم کرپاتے تھے وہ ممالک جو اس تاخت وتاراج کا میدان بنتے تھے تباہ سے تباہ تر ہوتے جاتے تھے۔"

"فرانسیسیوں نے اس لڑائی میں بہت دھوکہ کھایا۔ شارلمان نے مسلمان امیروں کی لفظی اطاعت کے بھروسے پر فوجیں بھیج دی تھیں لیکن ان فوجوں کے پہونچتے ہی مسلمان امیروں کے تیور بدل گئے اور لڑائی شروع ہوگئی۔ مسلمان بڑے بڑے شہروں پر قابض تھے۔ برشلونہ طرطشونہ اور سرقسطہ جیسے محفوظ مقامات ان کے تصرف میں تھے۔ برشلونہ سمندر کے ساحل پر واقع تھا اور اپنی مضبوطی کے لحاظ سے بہت اہم سمجھا جاتا تھا۔ وہاں کے امیر نے جسے ہمارے مورخ زاتون (Zaton)[1] کہتے ہیں۔ شارلمان کو اپنی اطاعت کا فریب دے رکھا تھا۔ فرانسیسی فوجوں کے پہونچتے ہی ہوا کا رخ ظاہر ہوگیا۔ امیر برشلونہ نے قلعہ کے دروازے نہیں کھولے شاہ ایکیوٹین لوئس۔ غلیوم اور دوسرے سرداروں نے برشلونہ پر فوری حملے کا فیصلہ کیا۔ شارلمان اس زمانے میں رومہ میں اپنی شہنشاہی کا مسئلہ طے کر رہا تھا"

وس ہنجلوس کے قول کے بموجب برشلونہ مسلمانوں کی مضبوط اشہسوار سبک رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلتے۔ مسیحی ملکوں

[1] یہ کسی عربی نام کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اصل نام کا پتہ

میں لوٹ مار کرتے اور مال غنیمت سے مٹھیاں بھر کر لوٹ آئے تھے۔ دو سال تک عیسائی فوجیں محاصرہ کئے پڑی رہیں لیکن برشلونہ کی قلعہ بندی میں کوئی فرق نہ آیا۔ محاصرے کی سختیاں بڑھتی گئیں۔ قرب وجوار کے مقامات لوٹے اور ویران کئے گئے لیکن قلعہ میں داخل ہونے کی کوئی صورت نہ نکلی۔"

"فرانسیسیوں نے اپنے لشکر کے تین حصے کئے۔ پہلا دستہ برشلونہ پر حملہ آور ہوا۔ دوسرے دستے نے غلیوم کی سربراہی میں قرطبہ کا راستہ روکا تاکہ برشلونہ کو کمک نہ پہونچنے پائے تیسرا حصہ لوئس کی قیادت میں کوہ پری نیز پر مامور ہوا تاکہ موقع پاتے ہی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔"

"فرانسیسیوں نے محاصرے کے کام بھی بانٹ لئے تھے۔ بعض لوگ سیڑھیاں لگانے پر مامور تھے۔ بعض رسد ڈھوتے تھے۔ بعضوں کے سپرد نقب لگانے اور خندقیں کھودنے کا کام تھا۔ بعض دوسرے اہم فرائض کے ذمہ دار تھے۔"

"محاصرہ کی سختیاں اور بڑھ گئیں۔ اسلامی فوجیں برشلونہ کی مدد کے لئے آئیں لیکن قلعہ تک نہ پہونچ سکیں۔ مجبور ہو کر اشتوریہ کی طرف گھوم گئیں اور وہاں کے باشندوں کو شکست دی۔ امیر برشلونہ کو کوئی مدد نہیں پہونچی۔ اس نے صرف اپنی قوت سے مقابلہ جاری رکھا۔ ایک دن کسی معرکے میں دشمنوں کے ہاتھ لگا۔ امیر کی گرفتاری کے بعد فرانسیسیوں نے آخری حملہ جان توڑ کر کیا اور قلعہ فتح کر لیا۔[1]"

"نوے سال تک مسلمانوں کے قبضے میں رہنے کے بعد ۸۰۱ء میں برشلونہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا۔ عیسائیوں نے داخل ہوتے ہی مسجدوں کو گرجوں سے تبدیل کر دیا اور جو کچھ

---

[1] اسلامی مورخین سقوط برشلونہ کا سبب عبداللہ اور سلیمان کی بغاوتوں کو قرار دیتے ہیں حکمرانوں کے جھگڑوں کی وجہ سے برشلونہ کی مناسب امداد کا موقع نہیں ملا۔

ہاتھ لگا لوٹ لیا۔ لوئس نے مال غنیمت کا کچھ حصہ جس میں زرہیں، خود اور قیمتی ساز سے سجے ہوئے گھوڑے تھے۔ اپنے باپ شارلمان کے پاس بھیجا۔"

"برشلونہ کی فتح کے بعد شمالی اندلس میں فرانسیسیوں کے قبضے میں دو حصے آگئے پہلا علاقہ کتلونیہ کی مملکت پر مشتمل تھا۔ اس کا دارالحکومت برشلونہ تھا اور دوسرا غشقونیہ کا علاقہ تھا جس میں اراگون اور نادارہ شامل تھے۔"

اسی سال ہارون الرشید نے شارلمان کے پاس ایک وفد بھیجا۔ اس سے پہلے شارلمان نے اسحٰق نامی یہودی کو دو فرانسیسی عیسائیوں کے ساتھ سفیر بنا کر بھیجا تھا اس نے اس وفد کو بیت المقدس کے راستے سے بغداد جانے کی ہدایت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ بیت المقدس کے عیسائی زائرین کا حال دیکھے اور خلیفہ کی خدمت میں زائرین کے لئے سہولتیں بہم پہونچانے کی درخواست کرے تاکہ مقامات مقدسہ میں تاجروں اور زائروں کی تعداد میں اضافہ ہو۔"

"فرانسیسیوں نے اینبال کے زمانے سے اپنے ملک میں ہاتھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وفد کے فرائض میں یہ بھی تھا کہ وہ مشرق سے ایک ہاتھی لے جائے تاکہ اہل فرانس اس کو دیکھ کر لطف اندوز ہوں۔ یہ وفد بغداد پہونچا۔ خلیفہ نے ارکان وفد کو اعزاز و اکرام کے ساتھ شرف باریابی بخشا اور زائروں کے لئے سہولتیں بہم پہونچانے کا وعدہ کیا۔ اس زمانے میں شاہی عجائب خانے میں صرف ایک ہاتھی موجود تھا۔ خلیفہ نے دوسرے ہدیوں کے ساتھ یہ ہاتھی بھی شارلمان کے پاس بھیج دیا۔"

ان ہدیوں میں جو ہارون نے شارلمان کے پاس بھیجے تھے ریشم اور سوت کے کپڑے جو فرانس میں نہیں پائے جاتے تھے۔ عطریات، پیتل کا بڑا شمع دان، پیتل کی ایک گھڑی جو پانی سے چلتی اور ہر گھنٹہ بعد بجتی تھی اور دوسری بیش قیمت اور نادر چیزیں شامل تھیں۔"

"وفد واپسی میں شہر ہنرہ میں اترا اور رہد بے اکسلا شاپل میں شارلمان کے سامنے پیش کئے گئے اور خلیفہ کا پیغام پہونچایا گیا کہ وہ شارلمان کے خلوص کی قدر دوسرے بادشاہوں کے خلوص سے زیادہ کرتا ہے[1]۔"

عباسی خلیفہ کی جانب سے قرطاجنہ (افریقیہ) میں ابراہیم اغلبی عامل تھا، شارلمان نے اس وفد کو اس کے پاس بھیجا اور قدس خبریانس اور دوسرے قدسیوں کی ہڈیوں کو جو وہاں دفن تھے فرانس منتقل کرنے کی خواہش ظاہر کی ابراہیم نے وفد کی درخواست منظور کرلی اور شاہ شارلیمان کے دربار میں خود اپنا ایک سفیر بھیجا تاکہ دوستانہ تعلقات استوار ہوجائیں۔"

"اس زمانے میں رسل و رسائل کے ذرائع بہت محدود تھے۔ دور دراز کے ممالک بڑی مشکل سے ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرپاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شارلمان کی ان سفارتوں کو غیر معمولی اہمیت دی گئی اور ان تعلقات کو اس کی عظمت کے ثبوت میں پیش کیا جانے لگا۔"

"اس زمانے میں اراگون، کتالونیہ اور ناوارہ میں عیسائی اور مسلمان طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی میں مصروف تھیں کبھی عیسائی غالب آتے تھے اور کبھی مسلمان اپنا تسلط قائم کرلیتے تھے۔ شارلمان کے لئے اتنی وسیع سلطنت کی براہ راست نگرانی ممکن نہ تھی بسنہ ۸۰۹ء میں اراگون کے فرانسیسی سپہ سالار نے وفات

---

[1] رینو نے یہ جملہ ڈون بوکہ کے حوالے سے بیان کیا ہے وہ کہتا ہے "عرب مورخوں نے شارلمان اور ہارون الرشید کے تعلقات کا ذکر نہیں کیا ہے البتہ پیپن القصیر اور منصور عباسی اور لوئس حلیم (Le Debonnaire) اور مامون کی باہمی مراسلت کی روائتیں بیان کی ہیں۔ موسیو پوکویل (Pouqueville) ان روائتوں کو صحیح نہیں سمجھتا ہے۔"

پائی۔ میدان خالی دیکھ کر سرقسطہ کا مسلمان امیر عمروس اراگون کی حکومت پر قابض ہوگیا اور ظاہر کیا کہ شاہ شارلمان کے آتے ہی وہ اپنا قبضہ اراگون سے اٹھا لے گا لیکن جب فرانسیسی فوجیں آئیں وہ حکومت سے دست بردار نہ ہوا اور اراگون پر مسلمانوں کا قبضہ قائم کر دیا۔"

"مسلمان مورخوں نے عمروس کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ اس کی ماں مسیحی اور باپ مسلمان تھا۔ اس قسم کے رشتے اس زمانے میں عام ہوگئے تھے۔ یہ مخلوط النسل لوگ مولدین کہلاتے تھے۔ یہ لوگ نہ کسی اصول کی پابندی کرتے تھے اور نہ کسی بندش کا لحاظ فرض جانتے تھے۔ جس چیز میں اپنا فائدہ دیکھتے تھے اس کو جس طرح ممکن ہوتا حاصل کرتے تھے۔ ان کی بڑی تعداد طلیطلہ میں آباد تھی۔ انہوں نے شاہ قرطبہ کے خلاف سر اٹھایا تو اس نے عمروس کو ان کے اوپر مسلط کر دیا۔ یہ شخص بڑا عیار تھا۔ اس نے اہل طلیطلہ کو اپنے خلوص کا یقین دلایا اور کہا کہ وہ موقع کا منتظر ہے، وقت آتے ہی شاہ قرطبہ کے خلاف بغاوت کر دے گا۔ اہل قرطبہ اس کی چال میں آگئے۔ عمروس نے اونچ نیچ دکھا کر ایک قلعہ کی تعمیر پر آمادہ کر لیا اور ظاہر کیا کہ سلطانی فوجوں کے مقابلے میں یہ قلعہ جائے پناہ بن سکے گا۔ جب یہ قلعہ بن گیا عمروس نے طلیطلہ کے با اثر اور سربرآوردہ امراء کو اس قلعہ میں دعوت دی۔ عمروس نے قلعہ کے اندر فوجی دستے لگا رکھے تھے۔ لوگ جیسے ہی داخل ہوتے خاموشی سے ذبح کر دیئے جاتے کہا جاتا ہے اس دن چار سو آدمی مارے گئے۔ بعض لوگ یہ تعداد پانچ ہزار بتاتے ہیں۔ عمروس نے اس صورت سے سربرآوردہ امیروں کے خون سے بغاوت کے شعلے ٹھنڈے کر دیئے اور طلیطلہ میں حکومت کی بنیادیں مضبوط ہوگئیں۔"

"ہالینڈ کے مؤرخ ڈوزی نے اسپین کی اسلامی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ عمروس نومسلم اسپینیوں کی جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ نومسلم ضرور تھا لیکن حقیقت یہ ہے

اس کو کسی مذہب سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ وہ دنیادار آدمی تھا۔ اپنے ذاتی نفع کے لئے جو چاہتا تھا بے دریغ کرتا تھا۔ طلیطلہ کے لوگ بغاوتوں کے عادی ہو گئے تھے۔ وہاں ایک فتنہ رفع نہ ہونے پاتا کہ دوسرا اٹھ کھڑا ہوتا۔ شاہ قرطبہ حکم نے عمروس سے مشورہ کیا عمروس نے اپنی تجویز پیش کی اور حکم کو بھی اپنے مشورے میں شریک کر کے طلیطلہ کی بغاوت ٹھنڈی کرنے چلا۔ حکم نے اس حادثہ سے پہلے امراء طلیطلہ کو لکھا تھا "ہم نے تمہارے اوپر تمہاری قوم ہی کے ایک شخص کو امیر بنا لیا ہے۔ اس سے زیادہ ہمارے خلوص کا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے! حکم کا یہ قول غلط نہ تھا۔ عمروس اسپینی نو مسلم جماعت کا آدمی تھا۔"

"عمروس نے طلیطلہ پہونچتے ہی فریب کے جال بچھانے شروع کئے اس نے چپکے سے اپنے نسلی تعصب کا اظہار کیا اور موقع ملتے ہی حکومت قرطبہ کے خلاف بغاوت کا یقین دلایا اس نے کہا" تمہارے اور امیر کے درمیان ناگواری صرف ان والیوں کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو طلیطلہ کے حکم مقرر ہو کر آتے رہے انہوں نے تمہارے گھروں میں فوجیں ٹھہرائیں اور تمہارے خانگی سکون میں خلل انداز ہوئے۔ اگر ہم شہر کے کسی گوشے میں ایک قلعہ تعمیر کر لیں اور فوجوں کو وہیں ٹھہرایا کریں تو جھگڑا خود بخود ختم ہو جائے" لوگوں کو عمروس کی تجویز پسند آئی اور قلعہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔

"جب قلعہ بن گیا عمروس نے وہیں قیام اختیار کیا اور حکم کو لکھا کہ سرحد پر غنیم کی فوجیں اکٹھا ہو رہی ہیں اس لئے تھوڑی سی فوج بھیج دی جائے۔ حکم نے اپنے چودہ سالہ لڑکے عبدالرحمن کی قیادت میں فوج روانہ کی جب یہ لشکر طلیطلہ پہونچا عمروس نے مشہور کر دیا کہ دشمن واپس چلا گیا اس لئے فوج اپنے مستقر کو پھر لوٹ جائے گی۔"

"تماشے کا آخری منظر باقی تھا اس کی تکمیل کے لئے عمروس نے عمائدین شہر

سے کہا تم لوگوں کو آداب شاہی کا لحاظ کرتے ہوئے شاہزادہ عبدالرحمن کے سلام کے لئے حاضر ہونا چاہیئے۔ وہ لوگ حاضر ہوئے، شاہزادے نے بڑی عزت کی اور اس ملاقات پر غیر معمولی خوشی کا اظہار کیا۔ عبدالرحمن نے واپسی کے لئے عجلت ظاہر کی لیکن اہل طلیطلہ نے کچھ اور ٹھہرنے کی درخواست کی"۔

اس ملاقات سے طلیطلہ کے لوگ بہت خوش ہوئے اور اپنے والی کے اسپینی ہونے پر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ قلعہ میں امراء شہر اور قرب وجوار کے عمائدین کی دعوت کا انتظام کیا گیا۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر مہمان جوق درجوق آنے لگے۔" انہوں نے اپنی سواریاں باہر باندھیں اور ترتیب سے دس دس پانچ پانچ کی ٹولیوں میں اندر داخل ہونے لگے۔ عمروس نے اندر صحن میں خندق کے پاس جلادوں کی ایک جماعت کھڑی کر رکھی تھی جو لوگ آتے جلاد ان کا سر کاٹ کر خندق میں پھینک دیتے۔ سارے مہمان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے لیکن کسی کو آخر وقت تک سازش کا پتہ نہ چلا"۔

"ان مہمانوں میں طلیطلہ کا ایک طبیب بھی تھا۔ یہ بڑا زیرک اور دور اندیش آدمی تھا اس نے دیکھا اتنے آدمی اندر گئے اور باہر کوئی نہیں نکلا۔ اس نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا "کیا اندر جانے والوں میں کوئی باہر نکلا"۔ ساتھی نے کہا "شاید نکلنے کے لئے کوئی دوسرا دروازہ ہو" طبیب نے کہا "شاید اب وہ کبھی نہیں نکلیں گے"۔ ابن عذاری کے نزدیک اس دن مقتولوں کی تعداد سات سو تک پہونچی۔ نویری اور ابن قوطیہ کا تخمینہ پانچ ہزار سے بھی زیادہ ہے اس واقعہ کے بعد ایک مدت تک طلیطلہ میں کسی نے سر نہیں اٹھایا"۔

مذکورہ بالا حادثہ اہل طلیطلہ کی بغاوت پسندیوں کا نتیجہ تھی۔ عمروس جس نے مکر وفریب کا یہ جال بچھایا تھا فرانسیسی سپہ سالاروں کو بھی دھوکے دے کر ان کے علاقوں پر قبضہ کر چکا تھا۔ ایسے آدمی کے لئے جو اپنی قوم کے ساتھ ایسی غداری کر سکتا

ہو فرانسیسیوں کو دھوکہ دینا کوئی عجیب بھی نہ تھا۔"

"آئیے اسی سلسلے میں اسپینی مؤرخ کونڈی کی روایت پر بھی نظر ڈالتے چلیں"
"حکم نے اتنی محنت اور جانفشانی سے جو امن قائم کیا تھا وہ دیرپا ثابت نہ ہوا
۸۰۱ء (۱۸۵ھ) میں شاہ اشٹوریہ نے حرکت کی اور اسلامی ممالک کی تاخت و
تاراج کے لئے بڑھا لیکن اپنی قوت کافی نہ دیکھ کر شارلیمان سے مدد کی درخواست
کی شارلمان اندلس کے شمالی علاقوں کو اپنی حکومت میں شامل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے
اپنے لڑکے لوئس کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا۔ لوئس نے جیرونہ (gerona)
پر چڑھائی کی اور اس کی تسخیر کے بعد برشلونہ کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ قرطبہ حکم کے عامل
بہلول بن مخلوق نے غداری کی اور عیسائیوں سے جا ملا۔ اور ان کے ساتھ طرطوشہ
(ٹورٹوسا Tortosa) کی طرف بڑھا۔ حکم بذات خود دشمنوں کے مقابلے پر
چلا۔ اس کے ساتھ عمرِوس اور محمد مفرج بھی تھے۔ محمد بن مفرج سوار فوج کا سپہ سالار
تھا۔ یہ اپنی سیاسی خوش تدبیریوں کی وجہ سے حکم کا معتمد علیہ تھا۔"

"سرقسطہ (ساراگوسہ saragosa) میں طلیطلہ کی شورش کی اطلاع
ملی۔ یوسف بن عمروس کی زیادتیوں سے تنگ آکر وہاں کے باشندوں نے بے چینی کا
اظہار شروع کیا تھا۔ حکم نے عمروس کو طلیطلہ بھیجا اور یوسف کو تطیلہ (Tudela)
روانہ کیا۔"

"ان انتظامات سے فارغ ہو کر حکم نے نوارہ (Navarra) نبلونہ اور اسکا
(Huesca) پر چھاپے مارے۔ اذفونش اسلامی فوجوں کی نقل و حرکت
سے ڈرا اور اس نے مقابلے کے لئے فوجیں اکٹھا کرنی شروع کیں۔ یوسف بن عمروس
نے حملہ کیا لیکن اذفونش کے جال میں پھنس گیا۔ اس کے باپ عمروس نے فدیہ
دے کر چھڑایا۔"

"حکم کو بہلول کی غداری سے بڑی تکلیف ہوئی تھی۔ طرکونہ Tarragona کے قرب و جوار میں اس کی موجودگی کا پتہ چلا۔ حکم نے اچانک حملہ کر دیا اور برابر تعاقب کرتا چلا گیا۔ طرطوشہ میں بہلول نے شکست کھائی اور قتل ہوا۔ غنیم برشلونہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا۔ لیکن حکم نے حصار کی شدت دیکھ کر کوئی تعرض نہیں کیا اور سیدھا قرطبہ لوٹ آیا۔"

"برشلونہ کا محاصرہ اپنی شدت کے لحاظ سے تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ محصور مسلمانوں نے اس معرکے میں صبر و تحمل کی جو مثال قائم کی ہے وہ بھی اپنی جگہ پر کچھ حیرت انگیز نہ تھی۔ یہ معرکہ شروع کیسے ہوا؟ اس سوال کے جواب میں روایتیں مختلف ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں (جیسا کہ تاریخ متس اور رحینوٹن وغیرہ میں آیا ہے) ۷۹۷ء میں امیر برشلونہ شارلمان کے پاس اظہار وفاداری کے لئے آیا۔ لیکن ۸۰۱ء میں بغاوت کے الزام میں ماخوذ ہوا اور قید کر دیا گیا۔ یہ مورخین اس امیر کا نام کبھی زاتون (Zaton) کبھی زادو اور کبھی زاد بتلاتے ہیں۔ غالباً یہ سعدون یا سعد کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔"

"شاہ لوئس حلیم کی تاریخ میں ذکر آیا ہے کہ سعدون سربونہ میں گرفتار ہوا اور اس کی جگہ پر اس کا چچا زاد بھائی عامر برشلونہ کا امیر مقرر ہوا۔ عامر نے دو سال تک برشلونہ کی مدافعت میں غیر معمولی بہادری اور بے مثال صبر سے کام لیا۔"

"بعض مورخین جن میں مارمول (Marmol) بھی شامل ہے بیان کرتے ہیں کہ درحقیقت سعدون یا سعد امیر قرطبہ کے ماتحت تھا لیکن کسی وجہ سے غداری کرکے شارلمان سے جا ملا تھا اور ۷۹۷ء یا ۷۹۸ء میں باقاعدہ اطاعت کا حلف اٹھایا۔ لیکن دو سال بعد شارلمان کو اس کی بدعہدی کی اطلاع ملی۔ اس نے اپنے لڑکے لوئس کی سرکردگی میں برشلونہ کی تسخیر کے لئے فوج بھیجی۔ لوئس نے برشلونہ کا محاصرہ کیا اور تسلط قائم کر کے لوٹ گیا امیر سرقسطہ (Saragosa)

نے برشلونہ پر حملہ کر کے پھر اسلامی سلطنت قائم کر دیا۔ ۸۰۶ء میں لوئس نے پھر برشلونہ اور قرب و جوار کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ برشلونہ پر مسیحی قبضے کی تفصیل اختلافی مسئلہ بن گئی ہے۔ لیکن اتنی بات بہر حال صاف ہے کہ اس کے بعد کتلونیہ (cata lonia) پر عربی تسلط قائم نہ ہو سکا۔ ابتدا میں یہاں کے حاکم بظاہر فرانس کے زیر فرمان رہے۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد خود مختار ہو گئے۔"

"اسپینی مورخ کونڈی نے بھی اہل طلیطلہ کے ساتھ عمروس کی غداری، قلعہ کی دعوت اور قتلِ عام کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس کی روائت ڈوزی کے بیان سے مختلف ہے۔ ڈوزی اس سازش میں حکم اور اس کے پندرہ سالہ لڑکے کو بھی شریک قرار دیتا ہے لیکن کونڈی صرف عمروس کو اس خونریزی کا ذمہ دار سمجھتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ امیر عبدالرحمٰن نے کمسنی کے باوجود اس حرکت کو پسند نہیں کیا اور عمروس کو اس کے برے نتیجوں سے آگاہ کیا۔ لیکن اس نے امیر کی کم سنی سے فائدہ اٹھایا۔ عبدالرحمٰن بہت کچھ سمجھاتا رہا۔ لیکن عمروس نہ مانا اور امیر کو سمجھایا کہ "اہل طلیطلہ ایک عرصے سے بغاوت کے عادی ہو رہے ہیں۔ سرکشی ان کے رگ و ریشے میں سرائت کر گئی ہے۔ ان کی اصلاح چند سو سرکش عمائدین کو قتل کئے بغیر نہ ہو گی" اس کے بعد کونڈی نے شاہ الکیوٹین کے حملے اور ۸۰۸ء میں طرطوشہ کے محاصرہ کا تذکرہ کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اس زمانے میں امیر عبدالرحمٰن سرقسطہ میں تھا۔ وہ محاصرے کی خبر سن کر طرطوشہ گیا۔ بلنسیہ (ونشیا Vallansia) کا والی بھی اس سے آملا اور دونوں نے مل کر فرانسیسی فوجوں کو نکال باہر کیا۔ آگے چل کر کونڈی نے عبدالرحمٰن کی واپسی اور ۸۱۲ء میں جیرونہ (کتلونیہ) پر اسلامی تسلط کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ عبدالرحمٰن اپنا لشکر لے کر ناربون پر حملہ آور ہوا اور بکثرت مالِ غنیمت لے کر لوٹا۔ اس کے بعد فرانسیسیوں نے سخت محاصرے کے بعد طرطوشہ پر قبضہ کر لیا۔ ان کا بادشاہ

لوئس وسکا (Huesca)[1] کی تسخیر کے لئے گیا۔ لیکن اس کے جاتے ہی یہ مفتوحہ ممالک پھر عربوں کے قبضے میں آگئے۔"

"ڈوماریس نے اپنے نوٹ میں جو اس نے ان لڑائیوں کے بارے میں کونڈی کی روایتوں پر لکھا ہے۔ بیان کیا ہے فرانسیسی مورخین خیال کرتے ہیں کہ قرطبہ کے بادشاہ نے شاہ شارلمان سے مصالحت کرنے کے لئے ایک وفد بھیجا تھا۔ یہ وفد اکسلا شاپل گیا اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ شارلمان پری نیز اور دریائے ابرہ کے درمیانی علاقے پر قابض رہے گا۔ یہ معاہدہ ۸۱۰ء میں ہوا۔"

"ڈوماریس اس روایت کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اگر اس قسم کی کوئی مصالحت ہوئی ہوتی تو عرب مورخین کچھ نہ کچھ ضرور لکھتے۔ اور لوئس بن شارلیمان تاریخ معاہدہ کے بعد بار بار کتلونیہ پر حملے نہ کرتا۔ ممکن ہے ۸۲۰ء میں یا اس کے بعد کوئی مفاہمت ہوئی ہو۔ عرب امراء جو اکسلا شاپل میں دیکھے گئے وہ غدار والی ہوں گے جو اپنے بادشاہ سے بیوفائی کر کے اس کے خلاف دشمنوں سے مدد مانگنے گئے تھے۔ اس قسم کا ایک غدار بہلول بن مخلوق اپنی خیانت کی پاداش میں حکم کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔"

---

[1] ابن موقل المسالک والممالک میں (Huesca) کو وسکہ لکھا ہے۔

اندلس اور افریقیہ میں مسلمانوں کے بحری بیڑے

رینو کہتا ہے:۔

"اس زمانے میں مسلمانوں کی بحری طاقت بحر متوسط میں روز بروز ترقی کر رہی تھی۔ اندلس اور افریقیہ کے بندرگاہوں میں بحری بیڑے تیار ہونے لگے تھے اور جنوبی فرانس کے ساحل حوصلہ مند مسلمان مجاہدوں کے بحری حملوں کی زد میں آنے لگے تھے۔ جب عبدالرحمٰن الداخل نے اندلس کو عباسی خلافت کے حلقے سے باہر کر لیا تو عباسی خلیفہ نے عبدالرحمٰن کے استیصال کے لئے بحری دستہ روانہ کیا۔ اس واقعہ سے عبدالرحمٰن کو بحری طاقت کی ضرورت کا احساس پیدا ہوا اور اس نے ۷۹۳ء میں طرکونہ (Tarragone) طرطوشہ (Tartosa) قرطاقبہ اور شبیلیہ وغیرہ میں جہاز سازی کے کارخانے[1] کھولے۔"

"جزائر میورقہ (Majarica) مینورقہ (Minorica) یابسہ، سرڈانیا اور کورسیکا شارلیمان کے زیر اثر تھے۔ ڈون بوکیہ بیان کرتا ہے کہ یہاں کے

---

[1] عرب بحری جہازوں کے کارخانے کو دور الصناعت اور کبھی کبھی الصنعت کہتے تھے۔ عرب اہل قلم یہی اصطلاح استعمال کرتے رہے ہمارے مورخین کہتے ہیں "کانت الصنعۃ بی صور۔ یا۔ انسس الامیر فلاں دار الصنعۃ فی تونس۔ یا۔ کانت صنعۃ الاندلس بالمریہ وغیرہ۔ فرانسیسیوں کے لئے عین کا صحیح مخرج سے ادا کرنا بہت دشوار تھا۔ اس لئے انہوں نے دار صنعت کو دارسنا کر لیا اور اسی کو بدل کر "آرسنا" کر دیا۔ یہی "آرسنا" آگے چل کر "ارسنال" ہو گیا۔ ترکوں نے "دار صناعۃ" یا "دار صنعت" کو "ترسانہ" بنا دیا۔ چنانچہ خلیج استانبول کا جہاز سازی کا کارخانہ "ترسانہ عامرہ" کہلاتا ہے۔

لوگوں نے کسی معرکے میں مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر لیا تھا اور ان کے جھنڈے چھین کر شارلمان کے پاس بھیج دیئے تھے۔ ان جزیروں سے مسلمانوں کی چھیڑ چھاڑ جاری رہا کرتی تھی۔ بحری طاقت کی ترقی سے اسلامی حملے بہت بڑھ گئے۔ مسلمان جب چاہتے چڑھ دوڑتے۔ عورتوں اور بچوں کو پکڑ لاتے۔ جوانوں کو جو میدان جنگ میں مقابلہ کرتے قتل کر دیتے اور بوڑھوں، مریضوں اور اپاہجوں کے سوا ان کی تلوار سے کوئی اماں نہ پاتا۔"

۸۰۹ء میں مسلمانوں نے جزیرہ کورسیکا پر حملہ کیا۔ پیپن بن شارلمان اٹلی کا فرمانروا تھا۔ اس نے ان کے مقابلے کے لئے ایک بحری بیڑہ بھیجا۔ جب مسیحی بیڑہ قریب آیا، مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔ جنیوا کے کاؤنٹ آڈ کے (Admar) کے بیڑے نے پیچھا کیا۔ مسلمان لوٹ پڑے۔ بیڑے کو شکست دی۔ آڈمیر کو قتل کر دیا اور ساٹھ راہبوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ اسیر اندلس کے بازاروں میں فروخت کئے گئے۔ جب شارلمان کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے فدیہ دے کر ان راہب اسیروں کو چھڑا لیا۔"

۸۰۸ء میں اندلس سے کچھ بحری ڈاکو آئے اور سارڈینیا میں اترے لیکن وہاں کے باشندوں نے ان کو بھگا دیا۔ وہ کورسیکا پہونچے۔ یہاں بورشارڈ (Borchard)

ل میں نے جنوہ میں جمہوریہ جنوہ کی تاریخ (مولفہ فریڈ ریشی دو نادار) پڑھی تھی۔ اس میں لکھا ہے کہ ۹۳۴ء میں افریقہ کے اسلامی بحری بیڑے نے جنوہ کا شدید محاصرہ کیا تھا۔ لیکن اہل جنوہ نے سخت مدافعت کی اور مسلمان نقصان اٹھا کر پسپا ہو گئے۔ دو سال کے بعد دوسرے اسلامی بیڑے نے حملہ کیا اور سخت لڑائی کے بعد مسلمانوں نے غلبہ پایا وہ شہر میں داخل ہوئے اور جو کچھ ہاتھ لگا مالِ غنیمت کے طور پر لوٹ کر لے چلے۔ جنوہ کا بیڑہ کورسیکا میں تھا وہ لوٹ کر مسلمانوں کے تعقب میں چلا اور انہیں شکست دے کر جو کچھ لوٹے لئے جا رہے تھے چھین لایا۔ جنویوں نے اسی زمانے میں اپنے شہر کی قلعہ بندی شروع کی۔

سے مقابلہ ہوا۔ تیرہ کشتیوں کا نقصان اٹھا کر یہ ڈاکو بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن دوسرے سال افریقہ کے کچھ مسلمان آئے اور سارڈینیا میں اترے۔ مسلمانوں کی دوسری جماعت عید فصح کے روز کورسیکا میں اتری اور جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا۔"

"جاکوبی نے تاریخ کورسیکا میں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے جزیرے کے مشرق میں شہر الیریہ (Alcria) کے ٹیلوں کے بیچ میں خیمے لگائے۔ فرانسیسیوں نے بڑی مشکل سے ان کو نکالا۔ ۸۱۳ء میں یہ لوگ پھر لوٹے اور لوٹ کھسوٹ کر چلے گئے کاؤنٹ امپوریاس (Ampories) نے شہر برمنیان کے پاس ان کو سمندر میں گھیر لیا اور ان کے آٹھ جہاز گرفتار کر لئے۔ ان جہازوں میں پانچ سو سے زیادہ قیدی امپوریاس کے ہاتھ لگے۔ مسلمانوں نے اس نقصان کے انتقام میں نیئس (Nice) پراونس (Provence) سوٹا وکشیا (civita vecchia) کے ساحلوں پر روم کے قریب حملے کئے۔[۱]"

---

[۱] روم میں بعض اطالوی ادیبوں سے معلوم ہوا کہ روم سے چالیس کیلومیٹر کے فاصلے پر سراسینسکو (sarracinesco) ایک گاؤں ہے یہاں کے باشندے ان مسلمان غازیوں کی نسل سے ہیں یہاں کے اصل باشندوں نے ان مجاہدوں کا مقابلہ کیا۔ ان میں سے کچھ قتل ہو گئے۔ جو باقی رہ گئے انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور عیسائیت قبول کر کے یہیں بس گئے۔ ان کے چہروں سے ابھی تک ان کے عربی النسل ہونے کا پتہ چلتا ہے ان کے کھانے پینے کے طریقوں اور موسیقی کے راگوں میں عربیت جھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے اگر فرصت میسر آئی تو میں بھی ان روایتوں کی تصدیق کے لئے اس گاؤں کا سفر کروں گا مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سرڈانیا کے صوبے گالیاری (gagliari) میں عربوں کے بہت سے گاؤں آباد ہیں اور نابلی کے پاس نوشہرہ میں ابھی تک عربی آثار موجود ہیں یہ حقیقت ہے کہ جرمنی کے شہنشاہ فریڈرک ثانی اور شاہ سسلی (ابتدا تیرھویں صدی) کے پاس عربی فوجیں تھیں جو اپنی مادری زبان بولتی تھیں۔

"مسلمانوں کی بحری طاقت ساحل فرانس کے لئے مستقل خطرہ تھی۔ شارلمان نے ساحلی مقامات کی حفاظت کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ افریقیہ کے اغلبی امراء حکومت عباسیہ کے زیر فرمان تھے۔ جب تک ہارون زندہ رہا۔ امیر قیروان نے شارلمان اور عباسی خلیفہ کے تعلقات کا لحاظ کر کے یوروپی ساحلوں کی حفاظت کی لیکن ہارون کے بعد جب ۸۰۹ء میں امین اور مامون کے جھگڑوں سے بے چینی پیدا ہوئی امیر اغلبی نے بھی اپنے آپ کو کسی عہد کا پابند نہیں خیال کیا اور ٹونس اور سوسہ کی بندرگاہ بحری ڈاکوؤں کا اڈہ بن گئے۔ جہاں سے نکل نکل کر حملہ آور اور بیڑے چھاپے مارنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ سسلی کے امیر نے اغلبی امیر کے سفیر سے ان غارتگریوں کی شکایت کی سفیر نے جواب دیا: "امیر المومنین کی وفات سے ایک عام بے چینی پیدا ہو گئی ہے جو غلام ہیں وہ اب آزاد ہونا چاہتے ہیں اور جو آزاد غریب تھے وہ امارت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔"

"بحری قزاق زیادہ تر تجارتی کشتیوں کو جو فرانس، اٹلی، مصر، شام اور ایشیائے کوچک سے آتی جاتی رہتی تھیں۔ ان مسلمان لٹیروں کے ساتھ نورمنڈی قزاق بھی تاخت و تاراج کرنے لگے۔ جنوبی ساحل ان کی لوٹ مار کا نشانہ بنتے رہتے۔ شارلمان نے ان کی روک تھام کے لئے ساحلوں اور دریاؤں کے مدخلوں پر قلعوں اور برجوں کی تعمیر کا حکم دیا اور ساحلوں کی حفاظت کیلئے بحری بیڑے مقرر کئے۔ ڈوان بوکیہ نے اپنے مجموعے میں ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے:

"آخر کار سمندر کی بدامنی سے مسلمان اور عیسائی دونوں جماعتیں تنگ آ گئیں اور جانبین نے ۸۱۰ء میں پہلی مرتبہ مصالحت کی اور دو سال کے بعد اس صلحنامہ کی تجدید کے لئے زغالبۂ امیر الماء یحیٰی بن حکم اندلس سے اکسلا شاپل آیا اور شارلمان سے مزید تین سال کے لئے امن و سلامتی کا معاہدہ کیا۔ لیکن مسلمان اپنے پیمان پر

قائم نہ رہے۔ انہوں نے ۸۱۳ء میں جزیرۂ کورسیکا پر چڑھائی کردی اور امیر قرطبہ عبدالرحمٰن اپنا لشکر لے کر درود فرانس کی طرف بڑھا۔ اسی معرکے میں بانیر ڈی لوشن (Bagnerres -De-- Luchan) کا قدیس اونیٹن (saint Auentin) مارا گیا۔"

"۸۱۴ء میں شارلمان کی وفات ہوئی اور اس کا بیٹا لوئس جانشین ہوا۔ اس نے سیاسی امور میں باپ کی تقلید کی۔ لیکن اس کے زمانے میں مسلمانوں کے بحری حملے بہت بڑھ گئے۔ اسی زمانے میں قرطبہ میں ایک حادثہ پیش آیا۔ اس کی وجہ سے ان بے چینیوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔"

"اہل قرطبہ نے شاہ قرطبہ حکم کے خلاف بغاوت کردی۔ حکم بھی اپنا محافظ دستہ لے کر مقابلے کے لئے نکلا۔ سخت خونریزی کے بعد باقی لوگوں کو جن کی تعداد پندرہ ہزار ہوگی جلاوطن کردیا۔ ان جلاوطنوں کی جماعتوں کو کشتیوں پر سوار کرکے اسکندریہ کی طرف بھیج دیا۔ والی اسکندریہ ان کی باغی فطرت سے مطمئن نہ تھا اس نے ان کو روپیہ پیسہ دیکر جزیرۂ اقریطش کی طرف جسے آجکل کریٹ کہتے ہیں روانہ کردیا[۱]۔"

۱؎ نفح الطیب میں ذکر آیا ہے:-

"حکم اپنی حکومت کے ابتدائی زمانے میں لذات نفسانی میں زیادہ منہمک رہا۔ اس لئے قرطبہ کے اہل علم اور ارباب شریعت اس سے خفا ہوگئے۔ یحییٰ بن یحییٰ اللیثی اور طالوت فقیہ وغیرہ نے بغاوت کی اور حکم کے کسی عزیز کو اس کی جگہ پر امیر بنانا چاہا۔ حکم نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ اس نے ان کو شکست دے کر ان کے گھر ویران کرا دیئے اور ان کو جلاوطن کردیا یہ جلاوطن قافلہ فاس اور اسکندریہ پہونچا۔ ان لوگوں نے وہاں بھی بغاوت کی اور عباسی امیر عبداللہ بن طاہر صاحب مصر نے ان پر قابو پاکر جزیرہ اقریطش (کریٹ) کی طرف روانہ کردیا یہ لوگ کریٹ ہی میں بس گئے اور فرنگی قبضے تک وہیں رہے (باقی اگلے صفحے پر)

۸۱۶ء میں امیر عبدالرحمٰن بن حکم (جس نے اپنے باپ حکم کے زمانے سے سلطنت کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا) کے سفیر شہر کومپیان (compiagne)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کونڈی بیان کرتا ہے :-

"حکم باغیوں کی سرکوبی کے لئے بذاتِ خود میدان میں آیا۔ حالانکہ اس کے بیٹے اور دوسرے ارکانِ حکومت اس کو میدانِ جنگ سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ اس معرکے میں مقتولوں کی لاشوں سے قرطبہ کی سڑکیں پٹ گئیں جو لوگ اپنے گھر بند کر کے بیٹھ رہے محفوظ رہے۔ حکم نے تین سو باغیوں کو گرفتار کر کے نہر کے کنارے سولی پر لٹکا دیا۔ اور ان کے گھروں کو لٹوا کر زمین کے برابر کر دیا۔ لیکن اس پورے ہنگامے میں عورتوں سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ تین روز تک باغیوں کے سروں پر انتقام کی تلوار چمکتی رہی۔ تین روز کے بعد اس شرط کے ساتھ جاں بخشی ہوئی کہ باقیماندہ لوگ اپنے خاندانوں کے ساتھ قرطبہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں ان میں سے بعض لوگ طلیطلہ چلے گئے اور آٹھ ہزار جلا وطن فاس میں جا بسے۔ انہیں لوگوں سے یہاں اندلسیوں کے محلے کی بنیاد پڑی۔ باقی پندرہ ہزار نفوس اسکندریہ پہونچے۔ مصر کے عباسی گورنر نے ان کو کچھ دے دے کر کسی یونانی جزیرے میں سکونت اختیار کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ان لوگوں نے اقریطش (کریٹ) میں جو اس وقت پوری طرح آباد تھا سکونت اختیار کر لی۔ انہوں نے اپنے قائد ابو حفص عمر بن شعیب کو اپنا امیر بنا لیا۔ بعد کو یہاں بہت سے مصری، شامی اور عراقی بھی آبسے انہوں نے بحری حملے شروع کئے۔ انہیں لوگوں نے شہر قندیا کی بنیاد رکھی۔

موسیو شینیہ (chenier) کا بیان ہے کہ قندیا کی بنیاد امیر عبداللہ بن عبدالرحمٰن کے کسی امیر نے جس کا نام کندش (condox) تھا رکھی تھی۔ اس نے اپنے آقا کی موت کے بعد حکم کے خوف سے اندلس چھوڑ دیا تھا۔

(باقی اگلے صفحے پر)

میں جہاں شہنشاہ موجود تھا آئے۔ اور وہاں سے اکسلا شاپل جہاں دربار منعقد ہونے والا تھا گئے۔ دونوں حکومتوں میں امن وسلامتی کا معاہدہ ہو گیا۔ لیکن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ڈوزی بیان کرتا ہے:۔

ربض کے جلاوطنوں کی تعداد جو اسکندریہ آئے تھے (عورتوں اور بچوں کے سوا) پندرہ ہزار تھی۔ اس زمانے میں مصر میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اس کو وہاں کا عامل روک نہ سکا۔ انہوں نے ساحلی عربوں سے سازش کر کے قدم جمالئے اور بعد کو لڑ بھڑ کر اسکندریہ پر مستولی ہو گئے۔ مامون نے ان کی سرکوبی کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور وہ ۸۲۶ء تک جمے رہے آخر کار خلیفہ کا ایک عامل غالب آیا اور وہ لوگ جزیرہ اقریطش (کریٹ) چلے گئے یہ جزیرہ اس زمانے میں قسطنطنیہ کی حکومت میں شامل تھا۔ ان کے سردار ابوحفص عمر بلوطی نے وہاں حکومت قائم کر لی جو ۹۶۱ء تک (رومی قبضے تک) باقی رہی۔

اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں آیا ہے:۔

مسلمان جزیرہ اقریطش (کریٹ) میں ۶۷۳ء میں آئے۔ لیکن اس زمانے کے حالات کا پوری طرح پتہ نہیں چلتا۔ ۸۲۵ء میں ابوحفص عمر بن شعیب بلوطی قرطبہ سے جلا وطن ہو کر اسکندریہ سے یہاں آیا اور قابض ہو گیا۔ بنزنطینی بادشاہوں نے مسلمانوں کے اخراج کے لئے کئی مرتبہ فوجیں بھیجیں۔ لیکن مسلمانوں سے کوئی بس نہ چلا اور ایک سو پینتیس سال تک یہاں اسلامی حکومت قائم رہی۔ یہاں مسلمانوں نے راس شارلکس کے پاس دارالحکومت قاندیا کی بنیاد رکھی۔ بعد کو یہی نام پورے جزیرے کے لئے بولا جانے لگا۔

۹۶۱ء میں بنزنطینی سردار نقفور فوکاس نے قاندہ کا محاصرہ کیا اور کئی مہینے کی کاوشوں کے بعد اس جزیرہ پر قبضہ کر سکا۔ اس نے اقریطش (کریٹ) کے آخری امیر عبدالعزیز کو گرفتار کر لیا۔ یہ امیر اسیری کی حالت میں قسطنطنیہ میں مر گیا۔ اسلامی تسلط کے ختم ہونے کے بعد جو مسلمان جلاوطنی سے بچے وہ عیسائی ہو گئے اور اس (باقی اگلے صفحے پر)

یہ عہد زیادہ دنوں نہیں چلا۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد طرکونہ کے اسلامی بیڑے نے سارڈینیا پر حملہ کردیا۔ مسیحی بیڑے نے مدافعت کی لیکن مسلمانوں سے پیش نہ گئی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) جزیرہ سے مسلمانوں کا نام و نشان مٹ گیا۔

ترکوں نے کریٹ پر ۱۶۴۵ء میں قبضہ شروع کیا اور ۱۶۶۷ء میں پوری طرح قابض ہو گئے بعض مقامات نیادقہ کے قبضے میں باقی رہ گئے تھے۔ یہ بھی ۱۷۱۵ء میں ترکوں کے زیر فرمان آگئے۔

یاقوت نے معجم البلدان میں کہا ہے:۔

اقریطش افریقہ کے سامنے بحر مغرب میں ایک جزیرہ ہے۔ اس میں بہت سے شہر اور گاؤں ہیں یہاں بہت سے اہل علم پیدا ہوئے۔ بلاذری کا بیان ہے "جنادہ ابن ابی امیہ ازدی نے ۵۴ھ میں امیر معاویہ کے زمانے میں جزیرہ ارواد فتح کیا۔ اقریطش پر حملہ آور ہوا ولید کے زمانے میں اس کا کچھ حصہ فتح ہوا۔ حمید بن معیوف ہمدانی نے ہارون رشید کے زمانے میں بعض حصے پر قبضہ کیا۔ مامون کے عہد حکومت میں ابو حفص عمر بن عیسی اندلسی نے ایک ایک قلعہ فتح کر کے پورے جزیرہ پر تسلط قائم کر لیا اور رومیوں کا اقتدار بالکل ختم کر دیا" یہ واقعات ۲۱۰ھ میں مامون کے زمانے میں پیش آئے۔

ایک دوسرے مورخ کا بیان ہے:۔

مامون کے ابتدائی عہد حکومت میں ۲۵۰ھ میں عمر ابن شعیب نے اقریطش فتح کیا۔ یہ اندلس کے ایک گاؤں بوطروح (فحص بلعط) کا رہنے والا تھا۔ اس کے خاندان کی حکومت عرصہ تک قائم رہی۔ ابن یونس بیان کرتا ہے اقریطش کو سب سے پہلے شعیب بن عمر بن عیسی نے فتح کیا۔ ارمانوس بن قسطنطین نے جمادی الاول ۳۴۹ھ میں بہتر ہزار آدمیوں کا لشکر لے کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو مہینوں گھیرے پڑا رہا۔ جنگ اور بھوک کی تکلیف سے عاجز آکر محرم ۳۵۰ء میں مسلمانوں نے عیسائی قبضہ تسلیم کر لیا (باقی اگلے صفحے پر)

عیسائیوں کے آٹھ جہاز غرق کر دیئے گئے اور بہت سے جلا دیئے گئے۔"

"اسی سال حکم کا انتقال ہوا اور عنان حکومت عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں آئی۔ حکم جبر اور سخت گیری میں بہت بدنام تھا۔ اس کا لقب عابد لعاصی تھا۔ فرانسیسیوں نے اس لفظ کو بگاڑ کر ابولاز (Abulaz) کر دیا۔ حکم کے مرتے ہی اس کا چچا عبداللہ تخت کا دعویدار بن کر اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ شارلمان سے حکم کے خلاف پہلے بھی مدد مانگ چکا تھا اس مرتبہ بھی موقع دیکھ کر خاموش نہ رہ سکا فرانسیسیوں نے اس خانہ جنگی سے فائدہ اٹھایا اور کیٹلونیہ اور اراگون کی طرف چڑھ دوڑے۔ قتل و غارت کا بازار گرم کیا عمارتیں ڈھائیں اور آبادیوں میں آگ لگا دی۔"

"۸۲۰ء میں برشلونہ کے حاکم بیرہ (Bera) پر مسلمانوں سے ساز باز رکھنے کا الزام لگایا گیا۔ الزام لگانے والا قوطی (goth) تھا۔ بیرہ بھی قوطی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ اس قوم کا قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی دعویٰ ثابت نہ ہوتا فریقین تلوار کے زور سے اپنی سچائی ثابت کرتے۔ بیرہ اور الزام لگانے والا قوطی دونوں اپنی صداقت کے ثبوت میں تلواریں لے کر نکلے بیرہ مارا گیا اور فرانسیسیوں کے نزدیک اس کی خیانت ثابت ہو گئی۔"

"انہیں دنوں میں نبیرہ (ناوارہ) کے عیسائیوں نے اپنے ہم مذہب حاکموں کے مظالم سے تنگ آکر بغاوت کر دی اور مسلمانوں کو بنبلونہ پر قبضہ دے دیا۔ فرانسیسی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) عیسائیوں نے جو کچھ ہاتھ لگا لوٹ لیا اور بے شمار اسیر پکڑے گئے۔ ان اسیروں میں ابوحفص عمر فاتح اقریطش کے گھرانے کا آخری امیر عبدالعزیز بن شعیب بھی اپنے خاندان کے تین سو آدمیوں کے ساتھ گرفتار ہو گیا۔ عیسائیوں نے شہر پناہ بھی گرا کر سمندر میں غرق کر دی تاکہ کوئی دوسرا قبضہ نہ کر سکے۔ یہ جزیرہ ابھی تک عیسائیوں کے قبضے میں ہے۔"

شہنشاہ نے کاونٹ ازنار (Aznar) اور کاونٹ ایبل (Eble) کو بغاوت فرو کرنے بھیجا۔ کوہستانی عیسائی ان کے اوپر ٹوٹ پڑے اور انہیں گرفتار کرلیا۔ ازنار (Aznar) گسکونی (gascogne) ہونے کی وجہ سے اسپینوں کا قرابت دار ہوتا تھا۔ اس لئے ان لوگوں نے عزیزداری کا خیال کر کے ان کو چھوڑ دیا لیکن کاؤنٹ ایبل فرانسیسی تھا اس لئے اس کی رہائی کی کوئی سبیل نہ نکلی اور وہ شاہ قرطبہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ یہ واقعہ ڈون بوکیہ نے بیان کیا ہے:۔

۸۲۶ء میں اہل مارده نے عبدالرحمٰن کے خلاف بغاوت کی۔ لوئس بن شارلمان نے باغیوں کے نام یہ خط لکھا:۔

"اپنے خدا اور اپنے نجات دہندہ یسوع مسیح کے نام کے ساتھ شہنشاہ لوئس کی طرف سے جس کے اوپر خداوند تعالیٰ نے اپنی نعمتیں نازل فرمائی ہیں اسقفوں اور مارده کے باشندوں کے نام:۔

تم کو شاہ عبدالرحمٰن نے جن مظالم کا نشانہ بنایا ہمیں ان کا علم ہے اس کے باپ ابولاز (Abulaz) نے تمہاری دولت زبردستی چھین لی۔ اپنے دوستوں کو دشمن اور اطاعت گذاروں کو نافرمان بنایا۔ اسی کی پیروی میں یہ تم کو پے بہ پے تکلیفیں پہونچا رہا ہے۔ اب وہ تمہاری آزادی سلب کرنا چاہتا ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ تم کو محصولوں سے زیر بار کرے اور تمہاری شرافت کو خاک میں ملا کر تمہیں ذلیل کر دے ہمیں معلوم ہوا ہے تم نے اپنی عزت کی حفاظت کے لئے علم بغاوت بلند کیا ہے اور ان کے ظلم و جور کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ہو۔ یہ خبر ہم نے مختلف ذریعوں سے سنی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ہم اس مصیبت میں تم سے ہمدردی کریں اور ثابت قدم رہنے کی ترغیب دیں

یہ وحشی بادشاہ ہمارا بھی دشمن ہے ہم اس کے مقابلے میں اشتراک عمل کے لئے تیار ہیں۔ ہم اس موسم گرما میں اگر خدا کی مدد شامل حال ہے ایک لشکر بھیجیں گے جو کوہ پری نیز سے گذر کر تمہاری مرضی کے موافق خدمات انجام دے گا۔ اگر عبدالرحمٰن تمہارے اوپر حملے کا ارادہ کرے گا تو ہمارا لشکر اس کی گھات میں رہے گا۔ دیکھو ہم تم کو پہلے ہی سے بتائے دیتے ہیں کہ اگر تم نے عبدالرحمٰن کی اطاعت سے انکار کر دیا اور ہماری سرپرستی میں آگئے تو ہم تمہاری پچھلی آزادی بحال کر دیں گے ہم نہ تمہارے حقوق کم کریں گے اور نہ تمہارے اوپر کوئی مطالبہ عائد کریں گے۔ تم جب چاہو گے اپنے لئے قانون بنا لو گے۔ ہم تمہارے ساتھ دوستانہ سلوک رکھیں گے اور اپنی حکومتوں کی حفاظت کے لئے ایک دوسرے سے اشتراک عمل کریں گے۔ خدا سے دعا ہے وہ تم کو امن و سلامتی کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔"

"اسی زمانے میں شہنشاہ لوئس نے اکسلاشاپل میں ایک عام جلسہ کیا۔ اس جلسے میں اس کا بیٹا پیپن اور ہمسایہ ملکوں کے امراء بھی شریک تھے۔ لوئس نے اس جلسے میں اعلان کیا کہ وہ اندلس پر انتقامی حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اکسلاشاپل میں ایک قوطی سردار عیسون (Aezone) بھی موجود تھا۔ یہ شہنشاہ سے بظاہر مدد مانگنے آیا تھا۔ جلسے کا رنگ دیکھ کر یہ چپکے سے بھاگ کھڑا ہوا اور کیٹلونیہ اور اراگون کے باشندوں کو بھڑکاتا ہوا شہر اشونہ (Asuna) پر قابض ہو گیا اور وہاں سے ان ملکوں پر حملے شروع کئے جو فرانسیسیوں کے زیر فرمان تھے۔"

"عیسون نے شاہ قرطبہ سے بھی مدد مانگی لیکن جب کمک پہونچنے میں دیر ہوئی یہ بذات خود عبدالرحمٰن کے پاس پہونچا اور جلد مدد بھیجنے کی درخواست کی۔

عبدالرحمن نے اپنے چچازاد بھائی عبیداللہ کی قیادت میں فوج بھیجی۔ عیسون بھی اسی لشکر کے ساتھ لوٹا۔ یہ لوگ بہت تیز قدم آئے۔ فرانسیسی فوجیں بہت اطمینان سے آرہی تھیں۔ عبیداللہ نے پیش قدمی کرکے برشلونہ اور جیرونہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے آگے بڑھ کر سرڈانہ پر حملہ کیا اور لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت کرکے علاقوں کو ویران کر دیا یہ تمام واقعات ڈون بوکیہ کے مجموعے میں بیان ہوئے ہیں"

"اہل ماردہ نے عبدالرحمن کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا تھا اور فرانسیسی امداد کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن عبدالرحمن نے محاصرے کی شدت سے زندگی دبال بنادی اور تین سال تک کڑوے گھونٹ پلاتا رہا۔ مجبور ہو کر انھوں نے ہتھیار ڈالے اور ذلیل ہو کر پھر اطاعت کا اقرار کیا"

"اس زمانے میں نورمنڈی بحری قزاقوں نے فرانس، جرمنی، انگلستان اور اسپین کے ساحلوں پر غیر معمولی لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ افریقیہ اور اندلس کے لٹیرے فرانس اور اٹلی کے ساحلوں پر غارت گری کر رہے تھے۔ کورسیکا کے حاکم بونیفاس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے افریقی اندلسی لٹیروں کی تاخت وتاراج کا بدلہ لینے کی غرض سے افریقیہ کی طرف اپنے جہاز بھیجے اور قرطاجنہ کے ساحل پر لوٹ مار کی"

"بیان کیا جاتا ہے مسلمانوں کے پاس ایک بہت بڑی جنگی کشتی تھی۔ یہ دور سے بہتی ہوئی فصیل معلوم ہوتی تھی۔ کہا جاتا ہے اس کشتی نے دریائے لوار کے مدخل کے پاس اوی (oye) پر حملہ بھی کیا تھا۔ لیکن اس روائت کی تائید میں کوئی دوسری شہادت نہیں ملتی"

پوشیدہ نہ رہے کہ یہ واقعات شہنشاہ لوئس کے زمانے میں پیش آرہے تھے یہ بادشاہ اصابت رائے، عزیمت، قوت عمل اور قوت ارادی سے بالکل محروم تھا

اس نے اپنی سلطنت اپنے تینوں بیٹوں میں تقسیم کر دی تھی اور ہر ایک کو اپنے حصے پر قبضہ بھی دے دیا تھا لیکن جب چوتھے بیٹے کے لئے بھی حصے کی ضرورت پڑی تو تقسیم کی غلطی کا احساس ہوا۔ قابض شہزادوں نے اپنے حصے میں کوئی کمی گوارا نہ کی اور باپ کے خلاف بغاوت کر بیٹھے۔ لوئس نے تخت حکومت پر پھر قدم رکھا۔ لیکن پہلا اثر و اقتدار بحال نہ ہو سکا اور آئے دن کی خانہ جنگیوں اور بغاوتوں سے ملک کی تباہی بڑھتی گئی۔"

ان حالات سے گھبرا کر لوئس نے ۸۲۶ء میں ایک عام فرمان جاری کیا۔ اس فرمان میں تسلیم کیا کہ قحط، طاعون اور طرح طرح کے دوسرے آسمانی عذابوں نے ہماری سلطنت کو گھیر لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا غضب ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے نازل ہو رہا ہے۔" اس سلسلے میں لوئس نے ایک سال کے روزوں کا فرمان نافذ کیا اور اسقفوں کو چار شہروں میں جن میں طلوزہ بھی تھا جمع ہو کر یاد الٰہی کی ہدایت کی اصلاح حال کی یہ آخری تدبیر تھی۔"

شارلمان اور مشرقی اسلامی ممالک مصر و شام کے درمیان تجارتی تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ ۸۳۱ء میں عباسی خلیفہ اور مغربی عیسائی حکومت کے تجارتی تعلقات کی تجدید ہوئی۔ مامون نے تین ارکان کا ایک وفد جس میں ایک عیسائی اور دو مسلمان شامل تھے فرانس بھیجا اس وفد نے خلیفہ کی جانب سے قیمتی پارچہ جات اور عطریات بدلے کے طور پر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کئے۔"

کوہستان پری نیز اندلس کے مسلمان بادشاہ اور فرانس کے عیسائی فرمانرواؤں کے مقابلے کا مرکز بنا رہا۔ ۸۳۸ء میں عبدالرحمٰن کے چچا زاد بھائی امیر عبداللہ نے ان ملکوں پر جو فرانسیسیوں کے زیر فرمان تھے حملہ کیا اور مسیحی قشتالہ (castila) پر جو شاہ قرطبہ کے قبضے میں تھا چڑھ دوڑے۔ طرکونہ (Tarragona)

سے اسلامی بیڑہ چلا، میورقہ (Majoria) اور یالبسہ (غالباً (Ivga) کے جزیروں سے دوسرے بیڑے بھی ساتھ ہو گئے۔ مسلمانوں نے مرسلیہ (غالباً Marsallnea) اور قرب و جوار کے علاقوں پر چڑھائی کر دی اور تمام باشندوں کو جن میں راہبوں کی جماعتیں بھی شامل تھیں پکڑ لائے۔ غالباً قدیسہ اور زیبیا (Eusebia) کا واقعہ یہیں پیش آیا اس راہبہ کے ساتھ چالیس راہب عورتوں نے اس خوف سے کہ کہیں عرب ان کی بے عزتی نہ کریں اپنی ناکیں کاٹ کر صورتیں بگاڑ لی تھیں۔

"۸۴۰ء میں شہنشاہ لوئس مر گیا۔ اس کے بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی مسلمانوں نے اس موقع کو غنیمت خیال کیا اور دریائے رون کے مدخل سے گھس کر ارل اور قرب و جوار کے علاقوں پر چڑھائیاں کرنے لگے۔ تطیلہ (Tudela) کے امیر موسیٰ نے ناوارہ (Navarra) پر حملہ کیا اور قتل و غارت کرتا ہوا سروانہ تک جا پہونچا[1]۔

"فرانس کی حالت اس زمانے میں بہت خراب تھی۔ خانہ جنگیوں نے حکومت کا نظام ابتر کر رکھا تھا۔ جنوبی فرانس میں تین فرمانروا شہنشاہ لوکھر (Lothaire) شاہ چارلس اصلع (Charles the Bold) اور نوجوان بادشاہ پیپن ابن پیپن شاہ اکتامیہ حکومت کرتے تھے ایک امیر فولکراڈ (Folcrade)

---

[1] مقری نے یہ روایت مقری سے نقل کی ہے۔ مقری نفح الطیب میں لکھتا ہے :۔

"۲۲۷ھ میں عبدالرحمٰن نے سرزمین فرانس کی طرف لشکر بھیجا جو برطانیہ تک جا پہونچا اس لشکر کا سردار تطیلہ کا عامل موسیٰ بن موسیٰ تھا۔ دشمنوں سے مقابلہ ہوا لیکن مسلمان صبر و ثبات کے ساتھ جمے رہے۔ خدا نے دشمنوں کو شکست دی۔ موسیٰ نے ان معرکوں میں بہت نام پیدا کیا"۔

نامی نے لوتھر کے خلاف بغاوت کی اور اپنے آپ کو کانٹ ارل اور پراونس کے لقب سے مشہور کیا۔ ان لوگوں کی باہمی رنجشیں اور خود غرضیاں جو چارلس مارٹل ہیپن قصیر اور شارلمان کی اولاد تھے۔ اس حد تک بڑھیں کہ ان کو ایک دوسرے کے خلاف اپنے اجنبی دشمنوں سے بھی مدد مانگنے میں شرم نہ آتی تھی"

"اٹلی کی حالت بھی فرانس سے اچھی نہ تھی۔ مسلمان سسلی پر پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے۔ دو مسیحی امیر نیپلس کے پاس بینونٹو (Benevento) میں امارت کے لئے جھگڑے اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف سسلی کے مسلمانوں سے مدد مانگنے آئے۔ مسلمانوں نے اٹلی پر حملہ کر دیا اور ایک بڑے علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی"[۱]

---

[۱] فتوح البلدان میں آیا ہے:۔

معاویہ بن حدیج کندی پہلا شخص ہے جس نے امیر معاویہ کے زمانے میں سسلی پر حملہ کیا یہ لڑائیاں جاری رہیں اور آخر کار آل اغلب نے بیس سے کچھ زائد شہر فتح کئے جو ابھی (تیسری صدی ہجری میں) مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔ احمد بن محمد ابن اغلب نے امیر المومنین متوکل کے زمانے میں قصریانہ castrogiovanni کیسٹر دگیا دنی اور قلعہ غلیانہ فتح کیا۔ واقدی کا بیان ہے۔ عبداللہ بن قیس بن مخلد رزقی نے سسلی میں سونے چاندی کے کچھ بت پائے تھے جو جواہرات سے مرصع تھے۔ یہ بت امیر معاویہ کے حکم سے بصرے بھیجے گئے تاکہ وہاں سے ہندوستان بھیج کر فروخت کئے جائیں۔ امیر معاویہ نے جنادہ ابن ابی امیہ ازدی کو روڈس پر حملہ کرنے بھیجا۔ جنادہ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکر عمر اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کو دیکھا تھا انہوں نے ۸۰ھ میں وفات پائی۔ روڈس ۵۲ھ میں بزور فتح ہوا اور وہاں مسلمان آباد کئے گئے"

(باقی اگلے صفحے پر)

۸۴۶ء میں عرب مجاہدین نے روم پر چھاپہ مارا۔ یہ دریائے ٹیبر (Tiber) میں داخل ہوئے اور پطرس اور پولس کے گرجوں کو لوٹ لیا۔ انہوں نے جنوہ (genoa)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بلاذری کا بیان ہے:۔

"محمد بن سعد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ مسلمان روڈس میں سال تک ایک قلعہ میں جو انہوں نے فتح کیا تھا رہے۔ جب امیر معاویہ کا انتقال ہوا یزید نے جنادہ کو قلعہ مسمار کر کے واپسی کا حکم دیا۔ مجاہد بن جبر بھی وہاں مقیم تھے اور مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے جنادہ ابن ابی امیہ نے ارواد ۵۴ھ میں فتح کیا اور وہاں امیر معاویہ نے مسلمانوں کو آباد کیا۔ جن لوگوں نے اس کی تسخیر میں حصہ لیا ان میں مجاہد اور تبیع بھی تھے۔ مجاہد نے تبیع کو اسی جزیرہ میں قرآن پڑھایا۔ بعض لوگ کہتے ہیں مجاہد نے تبیع کو روس میں قرآن شریف پڑھایا تھا۔ ارواد ایک جزیرہ کا نام ہے جو قسطنطنیہ کے پاس واقع ہے (جزیرہ ارواد طرطوس کے سامنے طرابلس الشام کے پاس واقع ہے۔ ممکن ہے ارواد کے محل وقوع کی تعین میں بلاذری سے غلطی ہوئی ہو اور ارواد سے مراد وہ جزیرہ ہو جو ارخیل رومی میں شامل ہے اور جس کو عرب ارواد کے نام سے پکارتے تھے) جنادہ نے اقریطش پر حملہ کیا اور ولید کے زمانہ میں اس کا کچھ حصہ فتح کیا۔ حمید ابن معیوف ہمدانی نے ہارون الرشید کے زمانے میں کچھ حصہ اور فتح کیا۔ مامون کے زمانے میں ابو حفص عمر بن عیسیٰ اندلسی افریطشی نے حملہ کر کے ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا اور وہیں رہ گیا۔ اس نے رفتہ رفتہ پورے جزیرہ پر قبضہ کر لیا"

"مغرب میں ایک علاقہ ہے جو "ارض کبیرہ" کے نام سے مشہور ہے وہاں سے برقہ کم و بیش پندرہ دن کی مسافت پر واقع ہے وہاں سمندر کے ساحل پر ایک شہر ہے جو بارہ کہلاتا ہے وہاں کے باشندے عیسائی ہیں۔ جبلہ نے وہاں حملہ کیا لیکن قبضہ نہ پا سکا۔ اس کے بعد خلفون بربری نے متوکل علی اللہ کے زمانے میں اس کو فتح کیا۔ اس کے بعد مفرج بن سلام نے چوبیس قلعے فتح کئے اور پورے ملک پر قابض ہو گیا (باقی اگلے صفحے پر)

پر حملہ کیا اور دریا کا بند توڑ دیا۔ وہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا۔ اس معرکے میں راہبوں اور قسیسوں نے بھی حصہ لیا۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس نے وہاں جامع مسجد بھی تعمیر کرائی۔ اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف بغاوت کی اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد سوران نے امارت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی اور مستعین باللہ کے زمانے میں عباسی خلافت سے اس کا الحاق کر دیا۔

"ارض کبیرہ" سے سرزمین اٹلی مراد ہے۔ بارہ سے جس کا ذکر بلاذری نے کیا ہے باری (Bari) مراد ہے جو بحر ادریاٹک کے ایک علاقہ کا جو بارہ کہلاتا ہے بڑا شہر ہے۔

ابن اثیر کے ساتویں جزو میں ۲۲۸ھ کے حوادث کے سلسلے میں آیا ہے:۔

"فضل بن جعفر ہمدانی بندرگاہ مسینی (Messina) میں اترا۔ اس نے چاروں طرف دستے روانہ کئے جو مال غنیمت لے کر لوٹے۔ اہل نابل (غالباً نیپلس (Naples) نے اس سے امن کی درخواست کی۔ ۲۲۹ھ ابواغلب العباس بن فضل نے شہر شرہ پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور ان کے دس ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ ۲۳۲ھ میں فضل ابن جعفر ہمدانی نے شہر مسیجی پر حملہ کیا اور اپنی جنگی تدبیروں سے باشندوں کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔ اسی زمانے میں مسلمانوں نے انکبودہ میں طارنط پر قبضہ کیا۔ ۲۳۴ھ میں مراغوس کو برباد کیا اور جو کچھ لے جا سکے لوٹ لے گئے ۲۳۵ھ میں قصریانہ پر حملہ کیا۔"

"محمد بن عبداللہ بن اغلب سسلی کا امیر تھا۔ وہ بلرم (پلرمو Palermo) میں رہتا تھا۔ اس نے تیرہ سال کی امارت کے بعد ۲۳۶ھ میں وفات پائی۔ اس کے بعد ابن اثیر نے قصریانہ کی فتح کا تذکرہ کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ مسلمانوں نے عباس بن فضل بن یعقوب کی قیادت میں جو محمد بن عبداللہ بن اغلب (متوفی ۲۳۶ھ) کے بعد سسلی کا امیر ہوا۔ قصریانہ ۲۴۴ھ میں فتح کیا تھا۔ عباس نے قصریانہ کے (باقی اگلے صفحے پر)

"اندلس کی حالت بھی اپنے ہمسایہ ملکوں کی طرح ابتر تھی۔ اندرونی فتنوں نے مصیبت برپا کر رکھی تھی۔ قحط سالی، ٹڈی کے طوفان اور نورمنڈیوں کے حملوں نے امن واطمینان کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اشبونہ اور اشبیلیہ ان حملہ آوروں کی وجہ سے تباہ ہو رہے تھے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) قرب وجوار میں حملوں اور قتل وغارت کا سلسلہ شروع کیا لیکن بطریق اس کے مقابلے پر نہیں آیا۔ ۲۳۸ھ میں عباس ایک بڑا لشکر لے کر چلا اور قسطانیہ سرقوسہ، نوٹس اور راغوس میں لوٹ مار کی۔ اس نے ۲۴۲ھ میں ایک لشکر جرار کی مدد سے بہت سے قلعے فتح کئے اور ۲۴۳ھ میں القصر الجدید پر حملہ آور ہوا اس نے محاصرے کی شدت سے باشندوں کو تنگ کر کے اطاعت پر مجبور کر دیا۔ اس نے ۲۴۴ھ میں رومیوں کو شکست دی اس کے بعد اس نے قصریانہ پر حملہ کیا اور ایک باشندے کی مدد سے شہر میں داخل ہو گیا اس نے اتنی خونریزی کی کہ باشندوں نے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے۔ یہاں بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس نے شاہ قسطنطنیہ کو اسی زمانے میں شکست دی اور سو جنگی کشتیاں چھین لیں۔

۲۴۶ھ میں سطروالیہ، ابلاطونو، قلعہ عبدالمومن، قلعہ البلوط اور قلعہ ابو ثور نے بدعہدی کی۔ عباس ان کی سرکوبی کے لئے نکلا اور رومیوں کو قتل وغارت کے بعد شکست دی۔ ان معرکوں سے فارغ ہو کر قلعہ عبدالمومن اور قلعہ بلاطونو کی طرف بڑھا۔ ابھی ان قلعوں کا محاصرہ جاری تھا کہ رومی لشکر کے اقدام کی اطلاع ملی۔ جفلودی میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور رومی شکست کھا کر سرقوسہ لوٹ گئے۔ ۲۴۷ھ میں عباس سرقوسہ گیا اور وہاں سے غیران قرقنہ پہونچا لیکن وہاں پہونچتے ہی بیمار ہو گیا اور تین روز بیمار رہ کر ۳ جمادی الآخر کو وفات پا گیا اور وہیں دفن کیا گیا۔ رومیوں نے اس کی قبر کھود ڈالی اور لاش نکال کر پھونک دی۔ اس نے گیارہ سال حکومت کی (باقی اگلے صفحے پر)

"۲۴۸ھ میں مسلمانوں نے پھر حملوں کا آغاز کیا اور مرسیلیہ سے لے کر جنوہ کے ساحل تک لڑائیوں کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ نوجوان بادشاہ پیپن اپنے چچا چارلس اصلع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ جاڑے اور گرمی کے موسموں میں ہمیشہ جہاد جاری رکھتا تھا اس نے قلوریہ اور انکبردہ میں جنگ کی اور وہاں مسلمانوں کو آباد کیا۔"

شہر طارنت جس کا ذکر اوپر آیا ہے اوٹرانتہ کے علاقے میں واقع ہے۔ قلوریہ (جس کا تذکرہ ابن اثیر نے کیا ہے) اور انکبردہ آجکل کالبرہ (calabria) میں شامل ہیں۔

مسعودی مروج الذہب میں نوبرد (لمبارڈ ٹبین) کے تذکرے میں بیان کرتا ہے:۔

"مسلمانوں نے ان کے بہت سے شہروں پر (مثلاً بارہ اور طارنتو) پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب ۳۳۲ھ میں شہر طارنتو اور سیرین وغیرہ جو ایک عرصے تک مسلمانوں کے قبضے میں رہے نوبرد کے ہاتھ میں ہیں۔"

ان مذکورہ بالا بیانوں سے جو اوپر دیئے گئے ہیں ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان سسلی سے بھی آگے بڑھ کر ارض کبیرہ (اٹلی) تک جا پہونچے تھے اور وہاں فریڈرک ثانی کے زمانے تک جو تیرھویں صدی عیسوی کی ابتدا تک زندہ رہا موجود رہے۔ اس نے مسلمانوں کی ایک فوج بھی تیار کی تھی یہ عربی اچھی طرح جانتا تھا۔

استاد شیخ محمد الخانجی البوسنوی نے اپنی کتاب "الجوہر الاسنی فی تراجم علماء بوسنہ" میں لکھا ہے:۔

"جزیرہ سسلی قاضی قیروان اسد بن فرات کی قیادت میں پوری طرح ۲۱۳ھ میں فتح ہوا۔ اسد بن فرات ایک صالح اور فاضل آدمی تھا۔ اس نے مالک ابن انسؒ کا زمانہ پایا تھا۔ سسلی پر ایک مدت تک مسلمانوں کا قبضہ رہا۔ ان کے اثر سے وہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہاں بے شمار مسجدیں تعمیر کی گئیں (باقی اگلے صفحے پر)

(Charles the Bold) سے برسرِ پیکار تھا۔ اس نے مشہور مسیحی ہیرو غلیوم کے پوتے کاؤنٹ غلیوم کو امیر قرطبہ کے پاس مدد مانگنے بھیجا۔ غلیوم اپنی سفارت میں کامیاب ہوا اور ہیپن نے شاہ قرطبہ کی مدد سے اپنے چچا چارلس اصلع کو بارسلونہ اور کتلونیہ کے دوسرے شہروں سے نکال باہر کیا۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صرف ایک شہر بلوم (پلرمو) میں تین سو سے زیادہ مسجدیں تھیں ابن حوقل بیان کرتا ہے کہ میں نے بلرم کی بعض گلیوں میں تھوڑی تھوڑی دور کے فاصلے پر دس دس مسجدیں دیکھیں۔ صقلیہ میں ۴۶۴ھ تک مسلمانوں کی حکومت رہی اسلامی حکومت کے زوال کے بعد بھی ایک عرصے تک مسلمان آباد رہے۔ سسلی میں بے شمار اہل علم جن کے تذکرے موجود ہیں پیدا ہوئے۔ مسلمان سمندر پار کر کے سسلی سے بلاد اطالیہ میں ارض قلوریہ تک پہونچے اور کریو، بارہ اور طارنت وغیرہ پر قابض ہو گئے۔ انہوں نے پاپائے روم کے دروازے بھی کھٹکھٹائے۔ ابو الغنائم الحسن بن علی بن الحسین کلبی نے "ریو" کے وسط میں (۳۴۰ھ) میں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی تھی۔ یہ تمام شہر ہم نے جن کا اوپر تذکرہ کیا ہے مسلمانوں سے خالی ہو گئے اور ان کے آثار بھی وہاں سے مٹ گئے۔ "تلک الایام نداولھا بین الناس۔"

ابن جبیر اندلسی سسلی سے ۵۸۰ھ میں گذرا۔ وہ حج کر کے لوٹ رہا تھا۔ اس زمانے میں سسلی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ لیکن ابھی تک مسلمان وہاں آباد تھے۔ ابن جبیر کہتا ہے:۔

"یہ جزیرہ بہت زرخیز ہے۔ یہ اپنی آبادی، سرسبزی اور دولت کی وجہ سے اندلس کا ایک ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں عیسائیوں کی آبادی ہے۔ وہی زمینوں اور جائدادوں کے مالک ہیں اور مسلمان ان کی املاک اور زمینوں میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے اوپر سال کی دونوں فصلوں میں خراج عائد کیا ہے جو وہ ادا کرتے ہیں (باقی اگلے صفحے پر)

"مسلمان بحری لٹیروں نے ارل کے ساحل پر غارت گری کی لیکن ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے بھاگ نہ سکے اور چاروں طرف سے گھیر کر ذبح کر دیئے گئے۔ اسی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) انہوں نے مسلمانوں کی ترقی اور آزادی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کر رکھی ہیں۔ خدا ان کے حالات کی اصلاح اور ان کا انجام بخیر کرے۔ یہاں کا سب سے اچھا شہر بلرمہ (پلیرمو) ہے۔ یہاں مسلمانوں کی شہری آبادی ہے اور ان کی مسجدیں ہیں سب سے بڑا شہر جہاں ان کا بادشاہ رہتا ہے غلیام ہے۔

یہاں کا بادشاہ مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور ان کے اوپر بہت اعتبار کرتا ہے۔ اس کے باورچی خانے کا نگراں مسلمان ہے۔ اس کے محل میں مسلمان حبشی غلام ہیں جن کا سردار بھی حبشی مسلمان ہے۔ یہ عربی اچھی طرح لکھتا اور پڑھتا ہے۔

اس کے محل کی کنیزیں اور عورتیں سب مسلمان ہیں۔ مجھ سے خاص شاہی خادم یحیٰی نے بتایا کہ بادشاہ کے محل میں جو عیسائی عورتیں آتی ہیں مسلمان ہو جاتی ہیں۔ بادشاہ ان کو اپنی کنیز بنا لیتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس جزیرے میں بڑے خوفناک زلزلے آیا کرتے تھے اور یہ مشرک بادشاہ ان زلزلوں سے خوفزدہ ہو کر حکم دیا کرتا تھا کہ ہر شخص اپنے معبود کو یاد کرے ان خوفناک وقتوں میں قصر شاہی اللہ اور رسول کے حکم سے گونج اٹھتا تھا۔

اس کے ارکان حکومت مسلمان ہیں یہ روزہ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں مجھے مسینہ میں ایک شخص عبدالمسیح ملا۔ یہ وہاں کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتا ہے اس نے میرے اعزاز میں جلسہ کیا اور تنہائی میں مکہ مکرمہ کے حالات بہت محبت سے پوچھنے لگا۔ اس نے بتایا کہ وہ اپنی جان کے خوف سے اپنا اسلام چھپاتے ہوئے ہے اور خاموشی سے چھپا کر مذہبی فرائض ادا کرتا رہتا ہے اس کا حال سن کر ہمارے دل میں اس کی بڑی قدر ہوئی اور ہم نے اس کا انجام بخیر ہونے کی دعا کی۔"

زمانے میں مسلمانوں کا لشکر سرقسطہ کے عامل موسیٰ کی قیادت میں ارجل urgel اور ریباگورسا (Rebagorsa) کی طرف سے حملہ آور ہوا اور فرانس میں اس حد تک خونریزی کی کہ چارلس اصلع نے گھبرا کر صلح کا پیغام دیا اور بے شمار قیمتی ہدیے دے کر جان بچائی۔ ڈون بوکہ نے یہ واقعات بیان کئے ہیں:-

"سنہ ۸۵۰ء میں اندلس کے عیسائیوں پر ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ اسلامی شریعت میں ذمیوں پر جزیے کے سوا اور کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی۔ وہ اپنے مذہبی امور میں پوری طرح آزاد ہوتے ہیں البتہ جب کوئی مسیحی عورت کسی مسلمان سے شادی کر لیتی ہے تو اولاد مسلمان ہی سمجھی جاتی ہے اور اگر کوئی عیسائی مرد یا عورت اسلام قبول کرلے تو بچے بھی مسلمان ہی قرار دیئے جاتے ہیں اور بلوغ کے بعد ان کو ارتداد کا حق باقی نہیں رہتا۔ اسی صورت سے کسی غیر مسلم کو حق نہیں ہوتا کہ وہ پیغمبر اسلام صلعم کی شان میں بدزبانی کرے۔ ایسے غیر مسلم کے لئے جو محمد صلعم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو قبول اسلام یا قتل کے سوا کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہ جاتا:

"اندلس میں مخلوط شادیوں کا بہت رواج تھا مسلمان مسیحی عورتوں سے شادیاں کرتے تھے۔ یہ عورتیں اپنی لڑکیوں کو عیسوی عقیدے کی تعلیم دیتی تھیں اور یہیں سے جھگڑے کی بنیاد پڑتی تھی۔ اس زمانے میں پرفکتوس[۱] نامی ایک قسیس

---

[۱] ڈوزی پرفکتوس کے بارے میں بیان کرتا ہے:-

سنٹ اکس کلوس کے گرجا کا ایک پادری جس کا نام پرفکتوس تھا ایک دن بازار میں کچھ خریدنے نکلا۔ وہاں چند مسلمانوں سے کچھ گفتگو ہونے لگی۔ یہ پادری عربی بہت روانی سے بول سکتا تھا۔ معمولی بات چیت کے بعد مذہب کا ذکر چھڑا۔ مسلمانوں نے پادری سے کہا تم ہمارے رسول مقبول صلعم اور حضرت مسیح کے بارے میں (باقی اگلے صفحے پر)

رہتا تھا۔ یہ عربی زبان کا بہت اچھا ادیب تھا۔ ایک مرتبہ خبر اڑی کہ پرفکتوس نے اسلام قبول کر لیا۔ بعض مسلمان قسیس سے ملے اور پیغمبر اسلام صلعم کے بارے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیا رائے رکھتے ہو؟ پادری نے کہا مسیح میرا خدا ہے۔ تم اپنے پیغمبر کی نسبت نہ پوچھو کہ ہم عیسائی اس کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر میں نے اپنا خیال ظاہر کیا تو تم برا مان جاؤ گے اور مجھ کو قاضی کے سپرد کر دو گے جو میرے قتل کا حکم سنا دیگا لیکن اگر اس بات کا یقین دلا دو کہ میرے لئے کوئی ڈر کی بات نہ ہو گی تو میں تم کو اپنا رازدار بنا کر بتا سکتا ہوں کہ ہماری انجیل میں تمہارے پیغمبر کی نسبت کیا لکھا ہے پھر تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم اس کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں"

مسلمانوں نے کہا "تم ہمارا یقین کرو اور کسی بات سے نہ ڈرو لیکن یہ بتا دو کہ تمہارے مذہب والے ہمارے رسول پاک کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ تمہاری نسبت کسی سے نہ کہیں گے"۔ اس پر پرفکتوس بولا "تو پھر سنو ہماری انجیل میں لکھا ہے "جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ نشان اور عجیب کام دکھائیں گے تاکہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر دیں" (مرقس باب ۱۳ آیت ۱۲) اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد پادری نے کہا کہ "ان جھوٹے نبیوں میں (نعوذ باللہ) تمہارا نبی سب سے بڑھ کر ہے"

اتنا کہہ کر پادری کچھ ایسا جوش میں آیا کہ جتنا ارادہ رکھتا تھا اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے پیغمبر کو کثرت سے دشنام دینے لگا اور کہا (معاذ اللہ) "وہ بندۂ شیطان تھا" مسلمان اس وقت تو چپ ہو گئے اور پادری کو حسب وعدہ صحیح سلامت جانے دیا لیکن دل میں رنج اور غصہ بھرا رہا۔ کچھ دنوں کے بعد جب انہیں مسلمانوں نے پادری مذکور کو سڑک پر جاتے دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ اب وہ اپنی قسم کے پابند نہیں رہے قریب کے لوگوں سے کہنا شروع کیا "دیکھو! یہ وہی بے ادب اور گستاخ پادری ہے جس نے ہمارے پیغمبر صلعم کی نسبت ایسے ایسے سخت الفاظ کہے تھے کہ ہم میں سے (باقی اگلے صفحے پر)

اس کی رائے پوچھی قسیس نے اس مسئلہ پر بات چیت سے گریز کیا لیکن یہ لوگ اصرار سے باز نہ آئے قسیس نے نبی صلعم کی شان میں کچھ ناروا باتیں کہیں"۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) متحمل سے متحمل آدمی سن کر دیوانہ ہو جاتا" اتنا زبان سے نکلنا تھا کہ یہ معلوم ہوا کہ کسی نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا۔ برفکتوس کو لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اسے پکڑ کر اسی طرح قاضی کے پاس لے گئے اور اس کے پاؤں تک زمین پر نہ ٹکنے پائے اور قاضی کے سامنے آ کر فریاد کی کہ اس پادری نے ہمارے رسول مقبول صلعم کی شان میں نہایت بے ادبی کے الفاظ کہے ہیں آپ ہم سے بہتر جانتے ہیں کہ ایسے آدمی کی سزا کیا ہو سکتی ہے"۔

گواہوں کی شہادت لینے کے بعد برفکتوس سے کہا کہ تمہارا کیا جواب ہے" پادری جس کا شمار ہرگز ان عیسائیوں میں نہ تھا جو شہادت کا درجہ پانے کے مشتاق رہتے تھے ڈر کے مارے سر سے پاؤں تک کانپنے لگا اور اپنا بچاؤ اسی میں نظر آیا کہ جو الفاظ اس کی زبان سے نکلنے بیان کئے گئے تھے اس سے قطعی انکار کر دے۔ غرض وہ انکاری ہو گیا مگر اس انکار سے کوئی فائدہ نہ ہوا اس کا لاعن ہونا بالکل ثابت تھا۔ قاضی نے شرع کے مطابق اس کے قتل کا حکم سنا دیا اور بہت کڑی بیڑیاں ڈال کر برفکتوس کو قید خانے بھیج دیا گیا تاکہ حاجب نصر اس کے قتل کا جو دن مقرر کرے اسی دن وہ قتل کر دیا جائے"۔

اب اس بد قسمت پادری کو جو مسلمانوں کے دھوکے اور ان کی قسم پر بھروسہ کرنے کا شکار ہو گیا تھا زلیت کی کوئی امید نہ رہی جب اسے یقین ہو گیا کہ موت سے بچنا ممکن نہیں۔ تو اس میں وہ ہمت پیدا ہوئی جو قاضی کے سامنے نہ ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے قسم توڑنے پر جس سے اب اس کی جان جانے کو تھی غصہ کھا کر کہ نہ اب جان بچے گی اور نہ قبر میں کوئی تخفیف سمجھی جائے گی پادری نے اب صاف صاف اقرار کیا کہ اس نے مسلمانوں کے پیغمبر کو گالیاں دی تھیں اور اس پر اس کو فخر ہے۔ اتنا کہنے کے بعد (باقی اگلے صفحے پر)

کہا جاتا ہے اس دن کسی نے قسیس سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد جب وہ بازار سے گزر رہا تھا ایک مسلمان نے عوام کو یہ کہہ کر للکار دیا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلعم کی شان میں گستاخانہ باتیں کہی تھیں" لوگوں نے قسیس کو گھیر لیا اور قاضی کے پاس پکڑ لے گئے۔ قاضی نے واقعہ پوچھا قسیس نے الزام کی تردید نہیں کی بلکہ قاضی کے سامنے بھی وہی گستاخانہ باتیں دہرا دیں۔ قاضی نے مجبور ہو کر قتل کا حکم دیا۔ یہ حادثہ رمضان میں پیش آیا تھا اس لئے حکم کی تعمیل ملتوی رہی۔ عید کے دن مجمع عام میں قسیس کی گردن ماری گئی"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پھر اس نے ویسی ہی گالیاں بکنی شروع کیں اور مسیحی شہید بننے کے لئے تیار ہو گیا۔"

پرفکتوس نے قتل کے وقت کسی قسم کی کمزوری کی کوئی علامت ظاہر نہیں کی مقتل میں جب اس کو لے جا رہے تھے تو وہ چلا چلا کر کہتا تھا۔ "ہاں میں نے تمہارے پیغمبر پر لعن کیا تھا اور اب پھر لعن کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں، مسلمانو تمہارا مذہب شیطان کا مذہب ہے نار جہنم تمہاری منتظر ہے" بار بار اسی طرح گالیاں دیتا ہوا وہ مضبوطی کے ساتھ مقتل میں آیا۔ "عیسائیوں کی نظروں میں فکتوس کو درجۂ شہادت حاصل ہوا۔ قرطبہ کے عیسائیوں نے جن کے آگے قرطبہ کا اسقف تھا پرفکتوس کے تابوت کو بڑے تزک و احتشام سے اس قبر میں اتارا جس میں شہید اکس کلوس (قیصر دیو کلیتن کے عہد میں یہ عیسائی مارا گیا تھا۔ کلیسا نے اس کو مسیحی شہید کا درجہ دیا) کی لاش دفن تھی اور سب عیسائیوں نے پکار پکار کر کہا کہ "خدا اپنے اس خدمت گزار پرفکتوس کی موت کا انتقام ظالموں سے لے گا"

عبرت نامۂ اندلس۔ جلد اول صـ ۲۱۵)

"اس حادثے سے پورے ملک میں ہیجان پھیل گیا۔ اسپین میں عیسائیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ خاص دارالامارت قرطبہ میں بھی وہ کم نہ تھے۔ مسلمانوں نے ان کے دیر اور گرجے باقی رکھے تھے۔ راہب مردوں اور عورتوں کے رہنے کے لئے مکانات بھی بنے ہوئے تھے۔ قصر شاہی میں بھی عیسائی خادموں کی تعداد کافی تھی۔ عیسائیوں کے خلاف نبی صلعم کی شان میں گستاخیوں کی شکائتیں عام ہو گئیں۔ قاضی کے سامنے مقدمات پیش ہوتے، ملزمین بیباکی اور جرأت کا اظہار کرتے اور قتل ہوتے۔ اس خوف سے کہ عیسائی ان لاشوں کو رکھ نہ چھوڑیں مقتولوں کی لاشیں جلوادی جاتیں اور راکھ دریا میں پھینک دی جاتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لاشیں کتوں کے آگے ڈال دی جاتیں۔"

اس سختی کا نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔ عیسائی شہادت کے جنون میں رسول اللہ صلعم کو برا کہتے اور قتل ہوتے تھے۔ اس ہنگامے میں عیسائیوں کی بہت بڑی تعداد قتل ہو گئی۔ مقتولین میں شاہی قصر کا فرانسیسی خادم سانشو اور دو عیسائی خواجہ سرا بھی تھے۔ ان جان دینے والوں میں جوشیلی مسیحی عورتوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔"

"آخر کار اسقفوں کے ایک جلسے نے نبی صلعم کو جان بوجھ کر گالیاں دینا اور اس صورت سے شہادت کی آرزو میں جان دینا انجیل کی روح کے منافی قرار دیا۔ شاہ چارلس اصلع نے بھی عیسائیوں کی درخواست پر مداخلت کی۔ اس قسم کے ہنگامے صرف قرطبہ ہی تک محدود نہ تھے بلکہ اندلس کے شمالی صوبوں سے بھی اسی طرح کے حادثوں کی اطلاعیں آرہی تھیں۔"

جب حالات کی اصلاح کسی صورت سے نہ ہوئی عبدالرحمٰن ثانی نے تمام عیسائی خادموں کو قصر سے نکلوا دیا۔ ۸۵۲ء میں عبدالرحمٰن کا انتقال ہوا اور اس

کی جگہ اس کا بیٹا محمد بخت حکومت کا مالک ہوا۔ شروع میں اس نے مسیحی فتنے کو سختی سے کچلا اور اپنی حکومت سے عیسائیوں کے مکمل اخراج کا فیصلہ کیا۔ لیکن بغاوتوں کے سلسلے نے اس ارادے کو تکمیل کا موقع نہ دیا۔"

"کیٹلونیہ میں لڑائی جاری تھی۔ سرقسطہ کے امیر موسیٰ نے بعض معرکوں میں عیسائیوں کو نیچا دکھایا لیکن آخر میں اشٹوریہ کے بادشاہ سے شکست کھا گیا۔ شاہ محمد نے اس کو معزول کر دیا۔ یہ خفا ہو کر عیسائیوں سے جا ملا اور اپنی لڑکی شاہ ناوارہ غرسیہ (garcia) سے بیاہ دی۔ اسی زمانے میں طلیطلہ میں بھی بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے۔"

"مسلمانوں نے جزائر سارڈینیا اور کورسیکا پر بھی حملہ کیا۔ فرانسیسی ملکوں میں بھی بدامنی پھیل گئی۔ گرجے برباد اور شہر ویران ہونے لگے۔ رہزنوں کی ٹولیاں لوٹ کھسوٹ کرنے لگیں لوگ گھر بار چھوڑ کر جائے پناہ کی تلاش میں بھاگنے لگے۔ جو اپنی کوتاہ قدمی کی وجہ سے بھاگ نہ سکے ان کی جانیں غارت گروں کی نذر ہوئیں کچھ باشندے موقع کو غنیمت سمجھ کر لوٹ کھسوٹ کے لالچ میں حملہ آوروں کے ساتھ ہو لئے۔"

"اس عالمگیر بدامنی کے اثرات سے اندلس بھی محفوظ نہ تھا۔ ایک عیسائی عمر بن حفصون نے قبول اسلام کا اظہار کیا اور رہزنوں اور بدمعاشوں کی جماعتیں لے کر امیر محمد کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس فتنے نے حکومت کے نظام کو بہت نقصان پہونچایا۔ اندرونی خلفشار کی وجہ سے امیر محمد کے لئے عیسائی دشمنوں کا مقابلہ بہت مشکل ہو گیا۔ اس نے ابن حفصون کی بغاوت فرو کرنے کے لئے چارلس اصلع سے صلح کر لی۔ سنہ ۸۶۶ء میں چارلس کے سفیر صلحنامہ کی شرطیں طے کرنے آئے اور کیٹالونیہ پر فرانسیسی قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔ فرانسیسی سفیر اسپین سے قیمتی ہدیے اونٹوں پر

لاد کرلے گئے۔"

۸۶۹ء میں عرب غازیوں نے پرادلنس کامرگو (camarque)
کے مقام پر حملہ کیا۔ یہاں اسا قفہ ارل کے سردار مطران رولان کی جائداد تھی۔ حملہ آوروں نے رولان کو گرفتار کر کے اس کے تین سو آدمیوں کو قتل کر دیا مسیحی اس کو چھڑانے آئے۔ ڈیڑھ سو سونے کے سکوں ڈیڑھ سو تلواروں اور اتنے ہی کپڑوں اور غلاموں پر معاملہ طے ہوا۔ لیکن مطران کی جان ڈر کی وجہ سے پہلے ہی نکل چکی تھی۔ عربوں نے اس کی موت کا حال کسی سے نہیں بتایا۔ جب فدیے کی رقم مل گئی مطران کی لاش کپڑے پہنا کر ساحل پر پہونچا دی گئی عیسائی اپنے پیشوا کو رہائی پر مبارکباد دینے بڑھے لیکن مطران کو بے جان دیکھ کر ان کی خوشیوں پر پانی پھر گیا۔"

اٹلی کے جنوب میں مسلمانوں کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ روم میں پوپ کی عزت سخت خطرے میں پڑ گئی تھی۔ چارلس اصلع اٹلی پر حملہ کر کے پوپ کو ان خطروں سے چھڑانا چاہتا تھا لیکن موت نے مہلت نہ دی اور ۸۷۶ء میں دنیا سے رخصت ہو گیا۔ نارمن اور عرب فوجیں فرانس کو گھیرے ہوئے تھیں لیکن خود غرض امراء کو ابھی تک خطرے کا احساس نہ تھا۔ ملک کی متحدہ طاقت افسانہ بن چکی تھی اور ایک موہوم امید کے سوا نجات کا کوئی سہارا باقی نہ رہا تھا لیکن باہمی اختلافات ابھی تک حیرت انگیز طریقے پر بڑھ رہے تھے۔"

عربوں کا پرافونس میں آنا

اور یہاں سے سیوائے پیمونٹ اور سوئٹزرلینڈ پر حملہ

اور فرانس سے ان کا اخراج

رینو کہتا ہے :-

"اب ہم جس دور کا ذکر کریں گے وہ حملوں کی شدت اور قتل و غارتگری کے لحاظ سے گذشتہ دور سے بہت ملتا جلتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ گذشتہ حادثات ساحل فرانس پر رک گئے تھے لیکن یہ واقعات جن کا ہم ذکر کرنے جا رہے ہیں ساحل سے بڑھ کر ڈفینی (Dauphine) اور حدود جرمنی تک جا پہونچے گذشتہ حادثات تیز رو سیلاب کی طرح پیش آئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن ان واقعات کا رخ مرکز کی طرف تھا اس لئے ان کے جاری رہنے کا اندیشہ پیدا ہو چلا تھا۔"

"اس دور کی ابتدا ۸۸۹ء سے ہوتی ہے۔ اس زمانے میں پرادنس اور ڈوفی نے پر بوزون (Bozon) نامی ایک شخص جو اپنے آپ کو شاہ ارل کے لقب سے بھی پکارا کرتا تھا حکمران تھا۔ بوزون کا تعلق شارلمان کے شاہی خاندان سے نہ تھا اس لئے اس کی حکومت عوام پر گراں گزر رہی تھی۔ ان حالات نے عربوں کی کامیابی کے لئے فضا صاف کردی۔"

ہم عربوں کے پراونس میں آنے کا حال لیتو پراند (Luitprand) اور دیر لونو ولیس (Novalese) کی تاریخ مجموعہ ڈون بوکہ اور تاریخ پراونس تالیف بوش (Bouche) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں :-

"بیس عرب ملاح ہلکے بادبان کے جہاز پر اسپین کے ساحل سے پراونس چلے لیکن تند ہواؤں نے ان کو بہا کر خلیج گرمیڈ (grimed) میں جسے خلیج سینٹ ٹروپیز (saint Tarpes) بھی کہتے ہیں لا ڈالا۔ یہ اتر کر خشکی پر آئے۔ ان کے اوپر کسی کی نگاہ نہیں پڑی۔ اس خلیج کے کنارے گھنی اور کنٹیلی جھاڑیاں تھیں کسی انسان کے لئے اس جنگل میں داخل ہونا ممکن نہ تھا۔ خلیج کے شمال میں ایک سے ایک اونچے پہاڑ تھے جب ان کی چوٹیوں پر کوئی چڑھتا پراونس کا بڑا حصہ اس کی نظر کے نیچے آجاتا۔"

"عربوں نے ایک ساحلی گاؤں پر چھاپہ مارا۔ جو کچھ ملا لوٹ کر ان پہاڑی چوٹیوں کے دامن میں آچھپے جن کے ایک طرف سمندر اور دوسری طرف کوہ آلپس کا سلسلہ تھا۔ انہوں نے اس مقام کو مستقل جائے پناہ بنایا۔ یہاں وہ سمندر کی راہ سے مدد منگاتے تھے۔ خشکی کی راہ سے غارتگری کے لئے نکلتے تھے اور جب ضرورت محسوس ہوتی جنگلوں میں جو ہر طرف سے محفوظ تھے پناہ لیتے تھے۔"

"ان غارتگروں نے اسپین اور افریقہ سے اپنے ساتھیوں کو مدد کے لئے بلایا اور چند سال بھی نہیں گذرنے پائے کہ انہوں نے ان اطراف میں بہت سے قلعے اور متعدد محفوظ مقامات بنا لئے ان قلعوں میں فرکسینیٹم[۱] (Fraxinetum)

---

[۱] فرکسیناٹم (Fraunetum) کے محل وقوع کے بارے میں مورخوں میں بہت اختلاف ہے۔ فرانسیسی مورخوں کا خیال ہے کہ یہ جگہ خلیج سینٹ ٹروپیز میں تھی اور یہیں سے فرانس اور اٹلی جانے کا راستہ گذرتا تھا اطالوی مورخین اس (باقی اگلے صفحے پر)

بہت اہم تھا۔ یہ نام دردار درخت کے نام پر جو ان اطراف میں بہت ہوتا تھا رکھا گیا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ قلعہ کوہ آلپس کے دامن میں جہاں موضع گریڈ فرینٹ (grade Frainet) آباد ہے واقع تھا۔ کوئی شبہ نہیں پرانے زمانے میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) رائے سے متفق نہیں ہیں۔ بونینو (Bonino) کے نزدیک فرکسیناٹم پرادلس ہیں ارل کے قریب واقع تھا دوسرا مورخ مومبرزیو Mombrizo فرکسیناٹم کو کوہ آلپس کے پار بتاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جگہ ارل کے قریب واقع تھی یہ لوگ بتاتے ہیں کہ عرب فرکسیناٹم، فریجس اور عین الطیب میں اترے اور وہاں سے نیسی اور سینٹ ریمو گئے اور آگے بڑھ کر البنگا (Albenga) تک پہونچے۔ (jiovanni Di mortane) یہ ان کی پہلی مہم کی داستان تھی دوسری مرتبہ وہ انبرن سے جیونی ڈی مارٹانا گئے اور رویر نوویلیس اور دیر سینٹ مورلس پر حملہ آور ہوتے۔

جن اطالوی مورخوں نے ان ساحلوں پر عرب حملوں کی روائتیں بیان کی ہیں ان کے نام یہ ہیں:-

پینگونی (Pingone) ڈی بینی (Debene) ڈلاشیزا - (Della-chiesa) -- دورندی (Durandi) اور سگ برٹو (Sigeberto)

یہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ۸۹۱ء میں بحری ڈاکوؤں کے ایک گروہ کو طوفانی ہواؤں نے ساحل پرادلس پر لا ڈالا وہ وہیں اتر پڑے اور ایک جنگل میں جس کو فراسینیٹو کہتے تھے رہنے لگے۔ فراسینیٹو ایک گھاس کے نام سے جو اس جنگل میں بہت پیدا ہوتی تھی مشتق ہے جس جگہ وہ اترے تھے وہ ابھی تک ان کے نام کی مناسبت سے "جبل مورد" کہلاتی ہے رفتہ رفتہ ان کی جماعت بڑھتی اور قوت حاصل کرتی گئی امراء اپنی باہمی نزاعوں میں ایک دوسرے کے خلاف ان سے مدد مانگتے تھے اور مال غنیمت (باقی اگلے صفحے پر)

یہ مقام بہت اہم رہا ہوگا کیونکہ خلیج سے شمال کی طرف جانے کا راستہ اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ ابھی تک پہاڑ کی بلندیوں پر اجڑے ہوئے کھنڈر پتھریلی دیواریں اور چٹانوں میں کھدے ہوئے کنویں موجود ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ان کو حصہ دیتے تھے۔

تعجب ہے عرب مورخوں نے فرکسینیت میں عربوں کے آنے کا حال نہیں بیان کیا ان واقعات کے متعلق صرف فرانسیسی، جرمنی اور اطالوی زبانوں میں مواد ملتا ہے۔ ابن موقل نے المسالک والممالک میں لکھا ہے کہ:۔

جبل قلال میں مسلمانوں کی ایک جماعت آبسی تھی یہ جگہ دو میل لمبی تھی اس کے محل وقوع کی وجہ سے فرانسیسی امراء اس پر قابو نہ پاتے تھے۔

ابن حوقل نے بحر روم کے سلسلے میں یہ سطریں لکھی ہیں۔ جزیرہ میورقہ کے بیان میں وہ دوسری جگہ لکھتا ہے:۔

"میورقہ صاحب اندلس کے قبضہ میں ہے جبل قلال بھی اسی عمل (علاقے) میں شامل ہے"

معجم البلدان میں انکبردہ کے بیان کے دوران میں جبل القلال کا ذکر ان الفاظ میں آیا ہے:۔

"فرنگستان کا ایک بڑا علاقہ ہے جو قسطنطنیہ اور اندلس کے درمیان میں واقع ہے اس کے ایک طرف جبل القلال کے سامنے سمندر ہے اور دوسری جانب یہ علاقہ بلاد قلوریہ سے یورپ کی طرف ملا ہوا ہے"

میرا خیال ہے اس جگہ سے اٹلی کی موجودہ حدود مراد ہیں یہ ایک طرف کوہ الپس کے سامنے شروع ہوتی ہیں اور دوسری طرف جزیرہ نما کلابرہ کے پاس پہونچ کر ختم ہوجاتی ہیں

(باقی اگلے صفحے پر)

اُب دردار کے درختوں کا کوئی نشان باقی نہیں لیکن موسیو گرمانڈ germand نے بڑی دقیق بحث کے بعد رائے قائم کی ہے کہ سمندر کے کنارے خلیج کے ساحل پر دردار کا جنگل تھا اور فرکستینو نام کا ایک گاؤں بھی تھا جس میں سب سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ابن حوقل اور یاقوت کی ان تشریحوں کے مطالعہ کے بعد یہ خیال پختہ ہونے لگا کہ جبل قلال سے وہی پہاڑ مراد ہو سکتا ہے جو فرانس کے ساحل پر پھیلا ہوا ہے اور اٹلی کی حدبندی کرتا ہے لیکن صرف قیاس اس رائے کی صحت کے لئے کافی نہ تھا مجھے اس باب میں کسی مستشرق کی تحقیق کی ضرورت تھی میں نے اس مسئلے میں سید محمد الفاشی سے باتیں کیں انہوں نے آماری (Amari) کے حوالے سے رینو کی تحقیق سے مجھے مطلع کیا اور رینو کی تحریر کی نقل مجھے بھیجی رینو لکھتا ہے :-

میں نے اپنی کتاب غارۃ العرب علی فرانسہ دمن فرانسہ علی سفوائے دپمونٹ دسوسیرہ میں لکھا ہے کہ ۸۸۹ء میں بعض اندلسی بحری ڈاکو سینٹ ٹروپز کی خلیج میں آئے انہوں نے خلیج کے کنارے ایک دشوار گزار پہاڑ میں اپنا مامن بنایا۔ اس زمانے کے لوگ اس حصہ کو فرکسینا ٹوم کہتے تھے آجکل اس پہاڑ پر جو گاؤں آباد ہے گارڈ فرینے gadre Frai-nee - کہلاتا ہے جو جنگل اس قریہ کو گھیرے ہوئے تھا ابھی تک "دشت مور" کہلاتا ہے ان بحری ڈاکوؤں کے جم جانے کے بعد اندلس اور افریقہ کے دوسرے آوارہ گرد بھی ان کے ساتھ رہنے لگے خود فرانس کے بعض لوگ ان کے ساتھ ہو گئے ملک کی عام بدامنی نے ان کی لوٹ کھسوٹ کے لئے میدان صاف کر دیا اور یہ کوہ آلپس سے گذر کر سیوائے شمالی اطالیہ اور سوئٹزرلینڈ تک جا پہونچے جب میں نے اپنی کتاب شائع کی ہے۔ اصطخری کی کتاب چھپی نہیں تھی اور میرا خیال تھا کہ شاید مسلمانوں کا یہ مامن جو عیسائی دنیا کے بیچ میں واقع تھا۔ اندلس اور افریقہ اور ایشیا مورخین کی نگاہ سے اوجھل رہا لیکن اب مجھے کوئی شبہ نہیں کہ ابن حوقل اور اصطخری نے اپنی سیاحت کے (باقی اگلے صفحے پر)

عرب آئے اور اجد کو اسے برباد کر کے پہاڑوں میں جائے پناہ بنائی انہوں نے اس جائے پناہ کا نام فرکسینٹ (Fraxinet) رکھا موسیو گرمانڈ کے خیال میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دوران میں فرکسیناٹوم کی خبر سنی تھی۔

اصطخری اپنی کتاب میں سسلی کریٹ اور قبرص کے بعد ہی جبل قلال کا ذکر کرتا ہے اور پڑھنے والا تھوڑی دیر کے لئے دھوکہ کھا جاتا ہے کہ شاید جبل قلال بھی کوئی جزیرہ ہے جس کو سسلی اور کریٹ وغیرہ کی طرح سمندر گھیرے ہوئے ہے ہمیں خیال رکھنا چاہیئے کہ عرب یونانیوں کی طرح جزیرہ اور جزیرہ نما میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ اصطخری اپنی کتاب میں جبل قلال کے متعلق جو باتیں بیان کرتا ہے وہ فرکسیناٹوم کے اوپر پوری طرح منطبق ہوتی ہیں وہ بیان کرتا ہے:۔

"جبل قلال ایک ویران پہاڑ تھا وہاں پانی بھی تھا اور مٹی بھی۔ وہاں مسلمانوں کی ایک جماعت پہونچی اور آباد ہو گئی اور انہوں نے فرانسیسیوں پر چھاپے مارے لیکن ان کے مامن کا راستہ بہت دشوار گزار تھا اس لئے کوئی ان تک پہونچ نہ سکا۔ اس پہاڑ کی لمبائی دو روز کی مسافت کے برابر تھی"۔

"ابن حوقل نے اس کو اندلس کا ماتحت قرار دیا ہے۔ عرب، یوروپ کے جنوبی اور مغربی اور اسلامی مقبوضات کو اندلس ہی کہا کرتے تھے یہی وجہ ہے وہ جبل قلال کو بھی اندلس ہی میں شامل سمجھتے تھے"۔

فارسی کی بعض تحریریں میری نگاہ سے گزری ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ایشیا کے لوگ بھی کوہ قلال سے بے خبر نہ تھے۔

رینو کے بیان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جبل قلال جزیرہ نہیں بلکہ جزیرہ نما تھا اور چونکہ یہ مسلمانوں کے قبضے میں تھا۔ اس لئے عربوں نے اس کو بھی اندلس ہی میں شامل سمجھا رینو نے ذکر کیا ہے کہ فرکسیناتوم کو بھی (باقی اگلے صفحے پر)

اس جائے پناہ سے پراونس کے میدانوں میں آسانی سے پہونچا جا سکتا تھا۔ اس کا محیط تین سو قدم تھا اور اس میں سو آدمیوں سے زیادہ کی گنجائش نہ تھی یہ عارضی جائے پناہ تھی اصل مامن یہاں سے نصف فرسخ کے فاصلے پر سمندر کے قریب پہاڑ میں تھا اس مقام کو آجکل بیدۂ میرمار (Rothe-De-miremar) کہتے ہیں یہاں گہری خندقیں اور دوسرے آثار ابھی تک موجود ہیں۔"

"تاریخ پراونس کے مصنف موسیو بوش کے خیال میں عرب ان تمام قلعوں کو فرکسینٹ کہتے تھے اور جو انہوں نے ڈوفی نے سیولئے اور پیمونٹ میں تعمیر کئے تھے۔ بوش کی رائے قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے۔ ان اطراف میں اس نام کے بہت سے مقامات موجود ہیں۔"

عرب قلعوں کی تعمیر مکمل کر کے قرب وجوار میں چھاپے مارنے لگے۔ اندرونی ہنگاموں کی وجہ سے ملک کی حالت پہلے ہی سے خراب تھی ان حملوں نے آگ پر تیل کا کام کیا۔ لڑنے والی جماعتوں نے ایک دوسرے کے خلاف مدد مانگنی شروع کی انہوں نے باہمی نزاع سے فائدہ اٹھایا اور رفتہ رفتہ اپنی طاقت اتنی بڑھالی کہ ان کے مقابلے میں کوئی جماعت آنے کی ہمت نہ کرتی۔ ان کی دہشت لوگوں کے دلوں میں اچھی طرح بیٹھ گئی اور انہوں نے اپنے آپ کو ان علاقوں کا مالک سمجھنا شروع کیا۔ عربوں کے رعب وجلال کا ثبوت اس کتبے سے بھی ملتا ہے جو سنہ ۱۲۷۸ء میں برگونیہ (Bourgogne) کے علاقے ویزلے (Vezelay) میں قدلسیہ مادلینہ کی قبر سے نکلا ہے اس کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے خوف سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اندلسی خلیفہ کی سرپرستی حاصل تھی اور فرکسینتہ، فرانس سوئٹزرلینڈ اور شمالی اطالیہ کے اسلامی مقبوضات کے صدر مقام کی حیثیت رکھتا تھا۔

قدلیہ کی لاش پراونس کے شہر اکس (Aix) سے منتقل کرکے یہاں دفن کی گئی تھی (ملاحظہ ہو تاریخ ھینو (Hainut) تالیف جاک ڈی گویز (De guyse) اور تاریخ پراونس مولفہ یولش)

"عرب کوہ ایلپس پر چڑھتے گئے اور اس کی چوٹیوں پر آکر ٹھہر گئے اس زمانے میں اول پر ہیزون کا بیٹا لوئش حکمراں تھا۔ یہ اٹلی میں لمبارڈی (Lomburdy) کے بادشاہ بیرانجہ سے لڑ رہا تھا اور ارل کا دارالحکومت خالی پڑا تھا۔ نارمن وسط فرانس میں لوٹ مار کر رہے تھے ایک مرتبہ پیرس پر ان کا قبضہ بھی ہو گیا تھا مشرق سے وحشی بربروں کے قبیلے بڑھے چلے آرہے تھے اور جرمنی اور اٹلی کو لوٹتے کھسوٹتے ہوئے فرانس کی سرحد تک جا پہونچے تھے"

سنہ ۹۰۶ء میں عرب ڈوفی نے (Dauphine) کے درے سے گزر کر کوہ سینس (cenis) کے پار اتر گئے اور پیمونٹ (Pied mont) کی وادی سوزہ (Susa) میں نووليس کے دیر پر حملہ آور ہوئے۔ دیر کے راہب تو زمینو بھاگ گئے اور اپنے ساتھ قدلیسوں کے ذخیرے بھی لیتے گئے۔ ان ذخیروں میں نادر اور نایاب کتابیں بھی تھیں۔ عربوں نے دیر کی تلاشی لی لیکن چند بہرہ دار راہبوں کے سوا کوئی قیمتی چیز ہاتھ نہ آئی۔ دیر اور گاؤں میں جو کچھ ملا لوٹ کر آگ لگادی"

"موراتوری نے دیر نووليس کے تذکرے میں لکھا ہے" وہاں ایک گرجا تھا جو نویں صدی عیسوی کے قدیس ہیلڈارڈ (Heldrad) کے نام سے مشہور تھا۔ عربوں نے اسے جلادیا یہاں کے بہت سے باشندے سوزہ اور بریانس (Briancon) کے درمیانی پہاڑوں میں بھاگ کر دیرا ولکس oulx میں جا چھپے عربوں نے ان کا پتہ لگا لیا اور اتنی بڑی جماعت تلوار کے گھاٹ

اتار دی کہ آگے چل کر یہ مقام گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہوا۔

"اس واقعہ نے قرب و جوار کی آبادیوں میں ہیجان پیدا کر دیا اور ایک بڑی جماعت نے اکٹھا ہو کر عربوں سے انتقام لینے کا فیصلہ کیا یہ لوگ عربوں کے بہت سے آدمیوں کو تورینو پکڑ لے گئے اور ان کو قدیس اندراوس کے دیر میں قید کر دیا لیکن ان قیدیوں نے بیڑیاں توڑ ڈالیں دیر میں آگ لگا دی اور شہر کے ایک حصے کو پھونک دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے کوہ آلپس کے دروں پر قبضہ کر لیا اور فرانس و اٹلی کی آمد و رفت کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ آنے جانے والے مسافر ان کی اجازت کے بغیر آگے قدم نہ بڑھا سکتے تھے۔ ۹۱۱ء میں ناربون کے دس اساقفہ نے کسی ضروری کام سے روم جانا چاہا لیکن عربوں کے ڈر سے ہمت نہ کر سکے۔ عربوں نے پیمونٹ اور مونٹ فرات (Mont Ferrat) پر چھاپے مارنے شروع کیے ۹۰۸ء میں کچھ عرب بحری قزاق ایگمورٹ کے پاس لینگیوڈاک کے ساحل پر اترے اور دیر ترتیل کو لوٹ لیا۔ شارلیمان کے زمانے میں عرب اسے مسمار کر چکے تھے اور کچھ دنوں کے بعد دوبارہ اس کی تعمیر ہوئی تھی۔"

"۹۱۲ء میں عبدالرحمٰن ثالث تخت پر بیٹھا۔ اس نے پچاس سال حکومت کی اور پورے اندلس پر اچھی طرح تسلط قائم کیا یہ دنیا کے بادشاہوں میں سب سے زیادہ خوش قسمت فرمانروا تھا۔ اس نے اپنے زمانے میں اندلس کو امن و سلامتی اور شرف و کمال کی انتہائی بلندیوں پر پہونچا دیا۔ اندلس کے امرا میں یہ پہلا شخص ہے جس نے خلیفہ اور امیرالمومنین کا لقب اختیار کیا۔"

"نادارہ کے بادشاہ حنشو گارشیا اور لیون کے حکمراں شاہ اورڈونو[1] نے فرانسیسی

---

[1] گارسیا garcia

اوردوں نو ordono

لشکر اور ابن حفصوں سے مل کر عبدالرحمٰن کے مقابلے میں صف آرائی کی۔ عبدالرحمٰن نے سنہ ۹۲۰ء میں عبدالرحمٰن المظفر کو ان کے مقابلے میں بھیجا۔ عبدالرحمٰن نے غنیم کو شکست دے کر پیچھے ہٹا دیا اور کوہ پیری نیز سے اتر کر گاسکونی (gascogne) پر جا گرا اور اس کے بڑے حصے کو تاخت و تاراج کر کے طلوزہ (Toulouse) کے سامنے جا نکلا لیکن واپسی میں گارشیا سے شکست کھائی اور وہ تمام مالِ غنیمت جو ان معرکوں میں ہاتھ آیا تھا دشمنوں کے قبضے میں چلا گیا۔[۱]

---

[۱] نفح الطیب میں آیا ہے کہ عبدالرحمٰن الناصر نے باغیوں کو شکست دی اور اندرونی بے چینیوں کا خاتمہ کر کے امن و امان قائم کیا۔ یہ تین سو آٹھ ہجری میں جلیقیہ گیا اور اس نے وہاں کے حکمراں اردون ابن ازفونش کو جس نے بشکنس سے مدد مانگی تھی شکست دی اس کے ملک کو برباد کیا اور اس کے قلعوں کو ڈھا دیا۔ اس نے سنہ ۳۱۲ء میں بنبلونہ پر حملہ کیا اور دشمنوں کو شکست دے کر اس کی طاقت توڑ دی کچھ عرصہ کے بعد باغیوں نے جنہوں نے عیسائیوں سے مدد لی تھی اس کا مقابلہ کیا اس نے اس بغاوت میں اہل البہ کو شکست دی اور ان کے تیس قلعے فتح کر لئے۔

اس کو ملکہ باشکنس طوطہ کی سرتابی کی اطلاع ملی اس نے بنبلونہ پر حملہ کیا اور ملکہ کو شکست دے کر قرطبہ لوٹ آیا سنہ ۳۲۷ء میں خندق کے معرکے میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اس واقعے کے بعد عبدالرحمٰن جہاد کے لئے فوجی دستوں کو مغرب کی طرف بھیجتا رہا اس نے سبتہ اور فاسی پر قبضہ کر لیا اور اس کی شہرت دور دور جا پہونچی۔

جب شاہ باشکنس سانخہ فرذیہ نے وفات پائی اس کی ماں ملکہ طوطہ نے سلطنت کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اس نے سنہ ۳۲۵ء میں ناصر کے خلاف سرتابی کی ناصر نے بنبلونہ پر چڑھائی کی ملکہ طوطہ کی طاقت توڑ دی ملکہ طوطہ نے اس کی اطاعت قبول کی عبدالرحمٰن نے البہ اور جلیقیہ پر حملہ کر کے دشمنوں کو بار بار شکست دی اور لوٹ آیا (باقی اگلے صفحے پر)

پراونس ڈوفینی اور آپس کے ملکوں میں عرب مجاہدین کی نقل وحرکت سے ہیجان پیدا ہوگیا تھا اور ان کے مقابلے کی تدبیریں ہونے لگی تھیں لیکن باہمی نفاق کی وجہ سے کوئی متحدہ محاذ نہ بن سکا مرسلیہ (Morseele) بھی عرب حملوں کا شکار ہوا اور وہاں کا بڑا گرجا ان کے ہاتھوں تباہ ہوا۔ اکس (Aix) پر ان کے حملے ہوئے بولش نے تاریخ پراونس میں اور گوسنر نے تاریخ ہیو میں بیان کیا ہے کہ عربوں نے بعض زندہ اسیروں کی کھالیں کھنچوائی تھیں۔ ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اخبار مجموعہ میں آیا ہے کہ جب عبدالرحمٰن نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی پورے اندلس میں بدامنی برپا تھی عبدالرحمٰن خوش قسمت فرمانروا تھا اس نے اپنے تمام دشمنوں کو شکست دی اور باغیوں کی پوری طرح سرکوبی کر کے امن وامان قائم کر دیا اس کے زمانے میں ابن حفصوں اور سلیمان دونوں قتل ہوگئے اور ان کے لڑکوں اور عزیزوں نے عبدالرحمٰن کی ملازمت اختیار کر لی۔

عبدالرحمٰن نے ببشتر حصے پر قبضہ کر لیا اس میں عمارتیں تعمیر کرائیں اور قلعہ کو مستحکم کر کے اس کے سوا دوسرے قلعوں کو مسمار کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے اس قلعہ کو اپنی اور اپنے خاندان والوں کی حفاظت کے لئے خاص کر لیا تھا اس زمانے میں یہ خبر بہت گرم تھی کہ اندلس میں ایک بہت بڑا فتنہ ہونے والا ہے باغی شہروں کو تباہ و برباد کر دیں گے مردوں کو قتل کر ڈالیں گے، عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیں گے یہ فساد چھا جائے گا اور اس کی زد سے وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو قلعوں اور جزیروں میں پناہ گزین ہوں گے ان کے نزدیک یہ فساد ایک بڑے فتنے کا مقدمہ ہوگا جو کسی صورت سے دفع نہ ہوگا خلیفہ عبدالرحمٰن پورے جاہ و جلال سے فرمانروائی کرتا رہا اور اس کی فتوحات کا سیلاب مشرق اور مغرب میں بڑھتا اور پھیلتا رہا۔ الخ

عبدالرحمٰن الناصر کا بیان انشاء اللہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ آئندہ صفحات میں آئے گا

مظالم سے گھبرا کر مطران اوڈل ریکوس نے شمال کے شہر لنس میں پناہ لی۔ عرب عورتوں کو اسیر کرتے اور ان کو گھروں میں ڈال لیتے تھے کوئی شبہ نہیں ان کے ساتھ ملک کے بعض وہ باشندے بھی جن کو صرف اپنے ذاتی فائدے کی فکر تھی شریک ہو گئے تھے۔

عربوں کے خوف سے دولت مند لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر شمال کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ قدیس میول (mayuel) کی سوانحمری میں قدیس کے دولت مند عزیزوں کا لاے دگنان سے برگونیہ (Bourgogne) بھاگنا بیان کیا گیا ہے۔ عربوں نے سسٹرون (sisteron) اور گاپ (gop) کے گرجے بھی پھونک دیئے اور انبرون (Enbrun) میں رئیس الاساقفہ بندیکتس اور ایک مطران کو جان سے مار ڈالا تھا۔"

موسیو لادوسیٹ (Ladorecete) نے کوہ آلپس کے ممالک کی تاریخ میں تین محفوظ برجوں کا تذکرہ کیا ہے عربوں نے ان پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں سے قرب وجوار کے ملکوں کو اپنی تاخت وتاراج سے ڈرانے لگے تھے قدیس لبرال قدیس بندکتس کا جانشین مقرر ہوا تھا لیکن عربوں کے خوف کی وجہ سے انبرون (Eunbern) میں داخلے کی ہمت نہ کر سکا اور واپس لوٹ گیا۔"

"روم میں نبیوں کے مزار بنے ہوئے تھے۔ فرانس اور انگلستان کے مسیحی باشندے کم سے کم عمر میں ایک مرتبہ ان مزاروں کی زیارت کے لئے ضرور جایا کرتے تھے۔ اسقف اور قسیس روم کو مذہبی قبلہ سمجھتے تھے لیکن کوہ آلپس کی گذرگاہیں عربوں کے قبضے میں تھیں۔ قافلے بڑی تعداد میں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلتے تھے لیکن پھر بھی کوئی سال خونریزی سے خالی نہ جاتا تھا۔"

اس زمانے میں قبیلہ مجار (Magyar) نے بھی فرانس پر چڑھائی کر دی

ان کی غارت گری نے حزقیال نبی کی پیشینگوئی جو انہوں نے یاجوج ماجوج کے متعلق کی تھی صحیح ثابت کردی سنہ ۱۰۰۰ء شروع ہو گیا تھا اس لئے لوگوں کو ان فتنوں میں قیامت کے آثار صاف نظر آنے لگے تھے مطران ورڈن (Vardun) نے کسی قیس سے مجار کی حقیقت پوچھی اور ان کے یاجوج ماجوج ہونے کا شبہ ظاہر کیا قیس نے مطران کو یہ سمجھا کر مطمئن کر دیا کہ یاجوج ماجوج کے ساتھ دوسری جماعتیں بھی شریک ہوں گی مجار کے ساتھ کوئی دوسری قوم شریک نہیں اس لئے یہ یاجوج ماجوج نہیں ہو سکتے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں مجار کے سفاکانہ کارناموں کی مثال اگلی اور پچھلی ظالم قوموں میں مشکل سے ملے گی؛

پیمونٹ اور مونٹ فرناٹ کے علاقے عربوں کے حملوں کا مرکز بنے ہوئے تھے ویرلنو ولیس کے مورخ نے ذکر کیا ہے کہ اس کا کوئی عزیز جو فوجی افسر تھا مومین سے فارسل چلا۔ راستے میں شہر کے قریب عربوں سے مٹ بھیڑ ہو گئی۔ دونوں جماعتوں میں تلواریں چلیں۔ کافی زخمی اور کچھ گرفتار ہوئے۔ عربوں نے غریبوں کو تو چھوڑ دیا لیکن جو دولت مند اور فدیہ ادا کر سکتے تھے ان کو پکڑ لے گئے۔ راوی کا عزیز بھی انہیں اسیروں میں تھا۔ اتفاق سے اس افسر کا باپ اس طرف سے گزرا اور اپنے بیٹے کی گرفتاری کی خبر سن کر شہر میں لوٹ آیا تاکہ فدیے کا انتظام کرکے اپنے بیٹے اور اس کے خادم کی جان بچاتے"۔

اسی مورخ نے بیان کیا ہے کہ عرب لیگیوریہ کی سرحد (خلیج جنوہ) تک پہونچ گئے تھے مشہور مورخ لیوت پرانڈ[1] (Liut prand) نے جو دسویں صدی کی

---

[1] لیوٹ پرانڈ (Liut Prand) یہ مشہور مورخ سنہ ۹۲۲ء میں پیدا ہوا تھا یہ شاہ ہوگو کے ساتھ رہتا تھا۔ ہوگو کے بعد بیرنگر کے دربار میں رہا اس نے سنہ ۹۷۰ء میں وفات پائی اس نے لاطینی میں دو کتابیں لکھی ہیں۔

کی ابتداء میں موجود تھا بیان کیا ہے کہ عربوں نے مونٹ فرات کے مشہور شہروں میں آکی (Aqui) پر حملہ کیا لیکن اس معرکے میں ان کو شکست ہوئی یہی مورخ بیان کرتا ہے کہ بعض عرب بحری قزاق شہر جنوہ میں داخل ہو گئے تھے اور لوٹ کھسوٹ کے بعد عورتوں اور بچوں کی بہت بڑی تعداد پکڑ بھی لے گئے تھے۔"

"پراونس میں جو اسقف عورتوں اور مردوں کے مقابلے سے بھاگے انہوں نے سوئٹزرلینڈ میں پناہ لی۔ عرب یہاں بھی پہونچے اور ولیس (Valaus) کی وادی میں لوٹ مار کی۔ یہاں ایک دیر قدیس مورس[1] کے نام سے بنوایا گیا تھا شہنشاہ شارلمان اور دوسرے فرانسیسی تاجداروں نے اپنی مہربانیوں سے اس کو اور بھی زینت بخشی تھی گالیا کرسٹانیہ (gallia christiana) کی تاریخ میں ذکر آیا ہے کہ عربوں نے اس کو بھی زمین کے برابر کر دیا بعض مورخوں کا خیال ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۹۰۰ء میں پیش آیا تھا۔"

"ڈون بوکہ نے لکھا ہے کہ عرب تارنتیس کے قرب وجوار میں بعض مقامات پر قابض ہو گئے تھے اور انہوں نے فرانس سے اٹلی جانے والے ایک قافلے کو لوٹا بھی تھا اس قافلے کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے اور جو بچے تھے وہ لوٹ آئے تھے۔"

ولیس (Valais) پر قبضہ کر کے عرب گریزنس (grisons) میں آئے۔ یہاں قدیس کولمبیان کے کسی شاگرد کے بنائے ہوئے دیر ڈی زنیتس (Disentis) کو دل کھول کر لوٹا اور زینت اور آرائش کا تمام سامان اٹھا لے گئے کوار کے گرجے کا بھی یہی حال ہوا یہ تمام واقعات مؤرخ اسپر بچیر

---

[1] سینٹ مورس کا شہر ولیس کی وادی میں جینوا سے اٹلی کی جانب ریل کے راستے سے دو گھنٹے کے فاصلے پر واقع ہے اس دیر کی بنیاد بورگونیہ کے ڈیوک سجیسمونڈ نے چھٹی صدی عیسوی میں رکھی تھی۔

(Sprecher) نے اپنی کتاب میں بیان کئے ہیں. کہا جاتا ہے مطران وولڈو (Wualdo) نے ۹۴۰ء میں عربوں کے مسلسل حملوں کی شکایت کی تھی۔ ان حملوں کے آثار ۹۵۲ء تک پائے جاتے تھے۔

اس زمانے میں اشٹوریہ اور ناوارہ کے بادشاہ عبدالرحمٰن الناصر سے لڑ رہے تھے زمورہ (Zamora) کے پاس دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی اور تقریباً ایک لاکھ مسلمان میدان جنگ میں کھیت رہے[1]

---

[1] یہ واقعہ بہت مشہور ہے ابن خلدون کا بیان ہے کہ سلطان عبدالرحمٰن الناصر کو جہاد کا بڑا شوق تھا اس نے ۳۲۳ھ میں غزوہ عامل الخندق میں شکست کھائی ابن اثیر اس شکست کو ۳۲۷ھ کا واقعہ قرار دیتا ہے ابن اثیر بیان کرتا ہے کہ ۳۲۷ھ میں امیہ ابن اسحاق نے بغاوت کی اور شاہ جلیقیہ کو شکست فاش دی اور ان کے لاتعداد آدمی قتل کر دیئے۔ اہل جلیقیہ نے عبدالرحمٰن پر دوبارہ حملہ کیا اس مرتبہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کے بے شمار آدمی مارے گئے. عبدالرحمٰن پھر لوٹا اور اس نے اہل جلیقیہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کے خون کا انتقام لیا؛

اخبار مجموعہ میں آیا ہے کہ عبدالرحمٰن لہو لعب کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ اس کے غرور کی انتہا نہ رہی تھی اس نے اپنوں کو چھوڑ کر دوسروں پر بھروسہ کیا اور شریفوں کی توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس نے فوج کی سرداری کم نسب غلاموں کے سپرد کی اور عربوں کو ان کی اطاعت پر مجبور کیا ان حالات نے اس کے نظام میں کمزوری پیدا کر دی اور ۳۲۶ھ میں اس کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں کے ہزاروں آدمی مارے گئے۔

مسعودی نے "مروج الذهب" میں لکھا ہے:۔

"عبدالرحمٰن ایک لاکھ مجاہدوں کا لشکر گراں لے کر شاہ جلیقیہ ردمیر کی طرف شوال ۳۲۷ھ میں بڑھا اس معرکے میں دشمن نے خندق عبور کر کے (باقی اگلے صفحے پر)

عبدالرحمن الناصر کے لئے اس نقصان کی تلافی دشوار نہ تھی۔ اندلس کی اسلامی طاقتوں کو اکٹھا کر کے وہ عیسائیوں سے انتقام لے سکتا تھا لیکن ان کی خوش قسمتی سے افریقیہ کی جنگی مہموں نے اور دولت فاطمیہ کے ظہور نے اموی حکومت کو ادھر توجہ کرنے کی مہلت نہ دی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) پچاس ہزار مسلمانوں کو قتل کر دیا کہا جاتا ہے کہ امیہ بن اسحاق نے رودمیر کو تعاقب سے باز رکھا بعد کو امیہ نے عبدالرحمن سے معافی مانگ لی اور رودمیر سے علیحدہ ہو گیا اس کے بعد عبدالرحمن نے اہل جلیقیہ کے خلاف حملوں کا ایک سلسلہ چھوڑ دیا اور ان کے اس سے کہیں زیادہ آدمی قتل کر دیئے جو انہوں نے مسلمانوں کے قتل کئے تھے۔"

ڈوزی کا بیان ہے:۔

"سلاطین قرطبہ کے درباروں اور فوجوں میں صقالبہ کی تعداد ہمیشہ زیادہ رہی۔ لیکن خلیفہ ناصر کے وقت میں وہ سب سے بڑھ گئی ایک بیان کے مطابق ان کا شمار ۳۷۵۰ اور دوسرے بیان کے مطابق ۶۰۸۷ بلکہ ۱۳۷۵۰ تھا غالباً یہ اعداد عہد ناصر کے مختلف زمانوں کے ہیں کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ خلیفہ ناصر نے صقالبہ کی تعداد میں اضافہ کرنے سے کبھی بس نہیں کی۔ یہ صقالبہ اگرچہ خود غلام ہوتے تھے۔ مگر غلام ان کی خدمت میں رہتے تھے بڑی بڑی املاک اور جاگیروں کے مالک ہوتے تھے۔ فوج اور دیوانی کی نہایت ذمہ داری کے عہدوں پر خلیفہ ان کو مقرر کرتا تھا۔ اس وجہ سے پرانے امیر اور رئیس جو مشاہیر عرب کی اولاد تھے ان کو عزت صقالبہ کے سامنے ذلیل اور حقیر ہوتے رہتے تھے اس صورت میں ان عربی رئیسوں کے صقالبہ سے جس قدر نفرت ہوتی کم تھی۔

غرض جس حالت میں کہ شرفاء عرب ناصر کے دشمن ہو رہے تھے۔ ناصر نے بادشاہ لیون کے مقابلے میں ایک ایسی لشکر کشی کا ارادہ کیا جو کبھی پہلے نہ کیا تھا اس مہم عظیم کے لئے اس نے بہت روپیہ صرف کیا اور ایک لاکھ آدمی جمع کر کے لشکر مرتب کیا اور (باقی اگلے صفحے پر)

وار (Varr) کے علاقے میں فریجس (Frejus) ایک آباد شہر اور بڑا بندرگاہ تھا عربوں نے وہاں حملہ کیا اور دل کھول کر لوٹا باشندے مقابلے کی تاب نہ لائے اور شہر کو ویران چھوڑ کر پہاڑوں میں جا چھپے۔ اس زمانے میں پرادنس میں ہوگ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ امید کی کہ اس مرتبہ کامل فتح ہو جائے گی لیکن بڑی غلطی یہ کی کہ اس لشکر کی سرداری نجدہ کو دی جو صقالبہ میں سے تھا۔

ایک صقلبی کے امیر لشکر ہونے پر عربی امراء فوج ناراض ہو گئے اور غصہ کی حالت میں انہوں نے اپنی اس تذلیل کا بدلہ لینے کا قطعی ارادہ کر لیا اور یہ سوچ لیا کہ اس جنگ میں ناصر کو ایسی شکست دلوائیں گے جسے وہ کبھی نہیں بھولے گا۔

۳۲۷ھ ۹۳۹ء میں شاہی فوج قرطبہ سے شبت مانکش کی طرف بڑھی۔ ردمیر ثانی رئیس لیون اور اس کی معاون ملکہ طوطہ جو نبرہ میں حکومت کرتی تھیں دونوں اپنی اپنی فوجیں شاہی فوج کے مقابلے پر لائے ۵ اگست ۹۳۹ء (۹ شوال ۳۲۷ھ) کو شبت مانکش پر فریقین میں بڑی جنگ ہوئی۔ دوران جنگ میں عربی سردار یہ ظاہر کر کے کہ ان کو شکست ہو گئی ہے مع اپنی فوجوں کے پیچھے ہٹے وہ یہ نہ سمجھے تھے کہ اس حرکت کے اور کیا نتیجے ہونے والے ہیں۔

ان لوگوں کے میدان سے ہٹتے ہی لیون والوں نے اسلامی فوجوں کا تعاقب کیا جب موضع الخندق میں جو طلمنکہ کے جنوب میں دریائے تورمس کے کنارے واقع ہے اسلامی فوجیں پہونچیں تو انہوں نے پھر اجتماع اور ترتیب کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اس مقابلے میں مسلمانوں کو شکست ہو گئی۔ ناصر جو فوجوں کے ساتھ تھا عیسائیوں کی تلواروں سے بال بال بچ گیا۔

جب شکست ہو گئی تو فوجیں بجائے اس کے ترتیب سے پیچھے ہٹ آتیں ان میں بھاگڑ پڑی کسی قسم کا انتظام نہ رہا صفیں ٹوٹ گئیں (باقی اگلے صفحے پر)

(Hugace) حکومت کرتا تھا اس نے مسلمانوں کے نکالنے کا عزم کیا عربوں کا محفوظ ٹھکانا فرا کسینیٹ کا قلعہ تھا وہ وہیں سے نکل کر اندرون ملک پر حملے کیا کرتے تھے۔ ہوگ نے اس قلعہ پر قبضے کا ارادہ کیا“

شاہ قسطنطنیہ ہوگ (Hugues) کا عزیز تھا اس نے اس کی درخواست پر بحری بیڑے سے مدد کی۔ اہل روم کے پاس ایک آتش زن کشتی تھی۔ جس کے چھوتے ہی جہازوں اور کشتیوں میں آگ لگ جاتی تھی۔ ۹۴۲ء میں ہوگ (Hugues) خشکی کی طرف سے لشکر لے کر بڑھا۔ سمندر کی طرف سے روم کے بیڑے نے حملہ کیا اور عربوں کی کشتیاں جلادیں“

”ہوگ نے فرا کسینیٹ پر قبضہ کر لیا۔ عرب آس پاس کے پہاڑوں میں جا چھپے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سوار اور پیدل دونوں بھاگے افسروں اور سپاہیوں کی لاشیں جا بجا راستوں میں پڑی نظر آنے لگیں فوجوں کے دستے کے دستے غارت ہو گئے بادشاہ ردمیر کو فتح ہوگئی اور اس کی خبر دور دور پہونچی جرمانیہ کی سرحدوں اور مشرقی ملکوں تک اس کی شہرت ہو گئی ہر جگہ مختلف خیالات اس واقعہ نے پیدا کئے۔ عیسائی خوش ہوئے۔ مسلمان ڈرے عیسائیوں نے اس فتح کو نصرانیت کے حق میں فال نیک سمجھا کہ ایک دن اسلام پر اسے فروغ ہو جائے گا۔ مسلمان اس فکر میں ہوئے کہ اس بلائے بد کو جس طرح ہو دفن کرنا چاہئیے خلیفہ ناصر خفیف ہوا نجدہ مارا گیا حاکم سرقسطہ محمد بن ہاشم شنبت مانکش پر پہلے ہی حملے میں گرفتار ہو کر لیون کے قید خانے میں دن کاٹنے لگا۔ مسلمانوں کا تقریباً کل لشکر اس لڑائی میں غارت ہو گیا حیرت یہ ہے کہ خود ناصر کیسے بچ گیا جس وقت میدان جنگ سے واپس ہوا ہے تو صرف پنتالیس آدمی اس کے ساتھ تھے:

(عبرت نامہ اندلس جلد دوم صفحہ ۴۹)

لیکن ہوگ یہ شکست مکمل کرنے نہ پایا تھا کہ بیرانگر (Beranger) کی نقل و حرکت نے اپنی طرف توجہ کرنے پر مجبور کر دیا بیرنگر حکومت اطالیہ کے معاملے میں ہوگ کا رقیب تھا اور شکست کھا کر جرمنی بھاگ گیا تھا۔ اب موقع دیکھ کر پھر لوٹا تھا اور ملک گیری کے لئے ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ ہوگ فرا کسینٹ کی تسخیر نامکمل چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور عربوں سے معاہدہ کرتا گیا کہ سینٹ برنارڈ اور آلپس کی گذرگاہوں میں لوٹ مار کریں اور بیرنگر کا راستہ روکے رہیں۔"

"مورخ لیتوپرانڈ نے اس واقعہ کی سلسلے میں ہوگ (Hugues) کو بہت برا کہا ہے اور اس کی اس حرکت کو ناقابل معافی قرار دیا ہے اس نے لعنت وملامت کے جوش میں سینٹ برنار کو مخاطب کر کے چند شعر بھی لکھے ہیں جن کا مطلب ہے:۔

"تو نے نیکو کاروں کا خون حلال کیا اور ان سرکش ظالموں کو پناہ دی جو مور کہلاتے ہیں اے کمینے! تجھے ان لوگوں کو سایہ دیتے ہوئے شرم نہیں آئی جو انسانی خون بہاتے اور رہزنی کرتے ہیں اور میں کیا کہوں! تو تو اس قابل ہے کہ تیرے اوپر بجلی گرے اور تیرا نشان ہمیشہ کے لئے صفحۂ ارض سے مٹا دیا جائے۔"

اس معاہدے نے عربوں کو اور بھی دلیر کر دیا اور ان کے قدم ان کے ملکوں میں اچھی طرح جم گئے وہ اس طرح رہنے سہنے لگے جیسے انہیں وسط یورپ میں ہمیشہ رہنے دیا جائے گا۔ انہوں نے وہاں کے خاندانوں میں رشتے کئے اور عام باشندوں کی طرح کھیتی باڑی کرنے لگے قرب وجوار کے امراء ان سے برائے نام مالگذاری لیتے تھے اور ضرورت کے وقت ان کو اپنی مدد کے لئے بلاتے تھے۔"

"جو لوگ پہاڑوں کی بلندیوں میں تھے وہ آنے جانے والوں سے لمبی رقمیں وصول کرتے تھے اور جو مسافر مطالبہ پورا نہ کرتا اسے قتل کر دیتے تھے۔ سینٹ برنار کلاں

کا راستہ جو پہلے کوہ مشتری کے نام سے مشہور تھا ویلیں (Valais) اور وادی اوسٹے (Aoste) کے درمیان سے گذرتا تھا۔ سوئٹزرلینڈ اور اٹلی کی سرحدیں بھی یہیں ملتی تھیں۔ جب عربوں نے ان تمام راستوں پر قبضہ کر لیا تو قرب و جوار کے علاقے بھی ان کی زد میں آ گئے۔"

"نیس (Nice) بھی جو اول کی حکومت میں شامل تھا عربوں کی جولانگاہ رہ چکا ہے اس شہر میں مسلمانوں کی جماعت نے شاید سکونت اختیار کر لی تھی۔ دورانٹ نے تاریخ نیس میں مسلمانوں کے ایک حملے کا ذکر کیا ہے۔"

"عربوں نے شہر گرینوبل (grenoble) اور اس کی زرخیز وادی گریزیوودان (graisinvaudan) پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ گرینوبل کا مطران کلیسا کا خزانہ اور قدیسوں کے قیمتی ذخیرے لے کر شمال کی طرف بھاگ گیا۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ عربوں نے کس سنہ میں یہاں قبضہ کیا لیکن گرینوبل میں ایک کتبہ ملا ہے جس سے سنہ ۹۵۴ء میں عربوں کے موجود رہنے کا ثبوت ملتا ہے۔"

"پیمونٹ کے مسلمان ضرورت کے وقت بعض محفوظ مقاموں میں پناہ لیتے تھے دیرنو ویلیس کے مورخ نے اس قسم کی ایک جائے پناہ کا ذکر کیا ہے اس کو فرانسینا ٹوم کہتے تھے یہ مقام کازال (casale) کے قریب دریائے پو (Po) کے کنارے واقع تھا یہ اس کو فرکسینٹم (Fraxinetum) بھی کہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہی قلعہ ہے جو آج کل فنسٹرال (Fenestralle) کے نام سے مشہور ہے۔"

"دیرنو ویلیس کا مورخ جس نے یہ واقعات اپنی آنکھ سے دیکھے ہیں بیان کرتا ہے:-
عرب عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرتے تھے، گھوڑوں اور دوسرے کارآمد جانوروں کو پکڑ لے جاتے تھے انہیں ملکوں میں رہنے والا ایک شخص جس کا نام ایمون (Aymon) تھا غنیمت کے لالچ میں عربوں کے ساتھ شریک ہو گیا تھا۔ کسی

معرکے میں ایک حسین عورت ہاتھ لگی۔ ایمون نے اس حسینہ کو اپنے لئے خاص کرلیا لیکن ایک عرب سردار نے اس عورت کو زبردستی چھین لیا۔ ایمون کے دل میں رقابت کی آگ بھڑک اٹھی اور اس نے انتقام کے جوش میں کاؤنٹ روٹبلڈس (Rotbaldus) سے سازباز شروع کی۔ یہ پراونس کا حاکم تھا۔ ان دونوں نے خاموشی سے عربوں کے اخراج کی تدبیر سوچی۔ عربوں نے جاسوسوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ لیکن ایمون کی تدبیریں ظاہر نہ ہوئیں اور عربوں کی لاعلمی میں ان کے دشمنوں کے جتھے اچھی طرح منظم ہو گئے"۔

"عیسائی سرداروں، رئیسوں اور فوجی افسروں نے اپنی جماعتیں لے کر عربوں پر اچانک حملہ کر دیا اور دم بھر میں عربی تسلط کا جوا اتار پھینکا۔ ایمون کے قبیلے کے لوگ دیر لونویلیس کے مورخ کے زمانے میں موجود تھے"۔

"۹۵۲ء میں مجار نے الزاس (Alsace) میں لوٹ مار شروع کی اور کوہ جورا کے تمام علاقے ان کی زد میں آ گئے۔ کونراڈ، بورگونیہ، سوئٹزرلینڈ، فرنچ کومٹی (French comte) اور ڈوفینی کا حاکم تھا اس نے عرب اور مجار دونوں حملہ آوروں سے نجات حاصل کرنے کی تدبیر سوچی۔ اس نے عربوں کو لکھا کہ "مجار غارتگر تمہارے زرخیز ملک پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اگر تم ہم سے آملو تو ہم دونوں ان پر چڑھائی کر کے ان کا نام ونشان مٹا دیں۔ اسی وقت اس نے ایک دوسرا خط مجار کو لکھا کہ:۔

"آخر ہم آپس میں ایک دوسرے سے کیوں لڑیں؟ عربوں کے پاس زرخیز علاقے ہیں آؤ ہم اور تم مل کر ان کو نکال باہر کریں اور تم کو ان زمینوں کا مالک بنا دیں"۔

"کونراڈ نے عرب اور مگیار کو ایک ہی دن اور ایک ہی مقام پر بلایا دونوں

جماعتیں آئیں اور آمنے سامنے ہوتے ہی ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں۔ کاؤنٹ کونراڈ اپنی فوج لئے دو لنوں کی گھات میں کھڑا رہا۔ جب لڑائی کا بازار گرم ہوا اور فریقین تھکنے لگے یہ تازہ دم فوج لے کر ٹوٹ پڑا اور چن چن کر قتل عام کیا جو لوگ بچے وہ رول کے بازاروں میں غلام بنا کر بیچ لیئے گئے؛

"ڈون بوکیہ نے بھی اس واقعہ کا ذکر کیا ہے لیکن پتہ نہیں چلتا کہ یہ معرکہ کہاں ہوا تھا، عربوں کا مرکز پراونس (Provence) میں تھا مجاز الزاس - Als - ace - اور فرینچ کومٹی (French-comte) پر قابض تھے۔ غالباً یہ لڑائی سیوائے میں ہوئی ہوگی جو ان ملکوں کے بیچ میں واقع تھا؛

"یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مسلمان سیوائے میں ایک عرصے تک رہے یہ مقام موریئی (Mourienne) کہلاتا تھا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لفظ مور سے جو عربی مسلمان کے لئے بولا جاتا تھا، مشتق ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں یہ لفظ چھٹی صدی عیسوی سے موجود تھا۔ اس لئے اس لفظ سے سیوائے میں مسلمانوں کے قیام پر استدلال نہیں کیا جا سکتا؛"

"مطران بلیٹ (Billiet) نے اس موضوع پر بہت اچھی تحقیق کی ہے تاریخ سیوائے کے سلسلے میں اس کو بہت سے ایسے ناموں کا پتہ چلا ہے جو سیوائے میں عربوں کے وجود پر دلالت کرتے ہیں موڈان (Modane) کے قرب وجوار میں ایک جگہ "وادئ سرازین" کے نام سے مشہور ہے۔ اس وادی میں ایک گاؤں ہے جو فرسینے (Frney) کہلاتا ہے۔ بونش نے بھی اس قول کی تصدیق کی ہے؛"

سوئٹزرلینڈ بھی مسلمانوں کی جولانگاہ بنا ہوا تھا۔ وہ آزادی سے پورے ملک میں گھومتے پھرتے تھے۔ ان کے قدم شہر سینٹ گال (st gall)

تک جا پہونچے تھے اور بحیرۂ کونسٹنز (constance) کے ساحلوں تک ان کی تاخت وتاراج کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ انھوں نے راہبوں کو بہت ستایا۔ جب کوئی ان کے سامنے سے گذرتا ان کے بے پناہ تیروں سے امان نہ پاتا یہ کوہستانی زندگی کے عادی ہو گئے تھے ان کو پتھریلی چٹانوں پر چلنے پھرنے میں کوئی دقت نہ محسوس ہوتی تھی۔ اس زمانے کے کسی اہل قلم نے ان کو پہاڑی بکریوں سے تشبیہ دی ہے جو پہاڑوں پر اپنی سبک قدمی میں مشہور ہیں:"

"عربوں نے ان مقاموں میں بہت سے برج تعمیر کرائے تھے۔ کہا جاتا ہے ان کے آثار ابھی تک موجود ہیں۔ دیر سینٹ گال کے مورخ نے اپنی کتاب میں جو برٹز کے مجموعے میں شامل ہے لکھا ہے کہ دیر کے رئیس فالتون نے عیسائی مجاہدوں کی ایک جماعت تیار کی اور ان کو تیغ وتبر سے آراستہ کر کے ان وحشیوں پر چھاپہ مارا بہتوں کو مار ڈالا جو باقی بچے انھیں پکڑ لے گیا لیکن ان اسیروں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور بھوکوں مر گئے۔"

"اسی زمانے میں جرمنوں نے مجار کو شکست دے کر ان کا زور توڑ دیا اور سوئٹزرلینڈ کو اطمینان نصیب ہوا لیکن پرادنس ڈوفینی اور کوہ آلپس کا ایک حصہ بدستور ان عربوں کی جولانگاہ بنا رہا جو سمندری راستے سے کمک حاصل کرتے اور ان ملکوں پر مسلسل چھاپے مارتے رہتے تھے۔"

"اوتھو (otho) اس زمانے کے مسیحی فرمانرواؤں میں اپنے تدبیر کی وجہ سے بہت ممتاز تھا یہ جرمنی کا بادشاہ تھا یہ اپنی ذاتی خوبیوں کی وجہ سے آگے چل کر اوتھو اعظم کہلایا اور شہنشاہ کے لقب سے مشہور ہوا اس نے شاہ قرطبہ سے دوستانہ تعلقات قائم کئے اور مسیحیوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کے پاس سفارت بھیجنے کا ارادہ کیا۔"

"عبدالرحمٰن الناصر نے اوٹھو کے نام ایک خط لکھا تھا جس کے بعض جملوں سے عیسائی مذہب پر کچھ تعریض ہوتی تھی اس نے اس سفارت کے لئے ایسے قابل اعتماد عیسائی عالم کی جستجو کی جو مسلمان فاضلوں سے مناظرہ بھی کرسکے۔ دیر گورزے (gorze) کا راہب جان مذہبی علوم میں کامل دستگاہ رکھتا تھا۔ اوٹھو نے سفارت کے لئے اسی کا انتخاب کیا۔ جان اپنی مذہبی بصیرت کے بھروسے پر یہ اراده لے کر چلا کہ خلیفہ کو لاجواب کر کے عیسائیت کی طرف مائل کرے گا۔ یہ واقعہ ۹۵۶ء میں پیش آیا تھا۔"

"اس زمانے میں عروس البلاد قرطبہ عظمت وجلال کے لحاظ سے عروج کے آخری نقطے پر پہونچ چکا تھا وہاں علم وفضل، صنعت وحرفت اور سیاست وتدبیر

لے اسٹینلی لین پول ایک عرب مورخ کے حوالے سے لکھتا ہے :-

"قرطبہ عروس اندلس ہے اسی میں ہے وہ سب حسن وزیبائش جس سے آنکھوں میں سرور اور نگاہوں میں نور ہوتا ہے اس کو سلاطین کے افتخار کا تاج سمجھنا چاہیئے اس کا مالا ان موتیوں سے بنا ہے جو اس کے غواص شعراء نے بحر ذخار سے جمع کئے ہیں۔ اس کو سلاطین کے افتخار کا تاج سمجھنا چاہیئے جن کو کاملان علوم نے بڑی صناعی سے سیا اور ہر ایک فن وحرفت کے ماہر اس کے لباس کی گوٹ ہیں" مشرقی مورخ نے اپنے پیارے شہر کو ایسے دور کے مشرقی تخیلات کے لباس میں ظاہر کیا ہے لیکن قرطبہ فی الحقیقت خلیفۃ الاعظم (عبدالرحمٰن الناصر) کے وقت میں قابل فخر دارالسلطنت تھا اور شاید باستثناء بائی زنیٹم کے یورپ کا کوئی شہر عمارتوں کی خوبصورتی وخوش اسلوبی، بود وباش کے تکلفات وصفائی اور باشندوں کی تعلیم وسلیقہ شعاری میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ جب ہم یہ یاد کرتے ہیں کہ قرطبہ کی شان وشوکت کی جو تصویر ہم عربی مورخوں کی تصنیفات کا خلاصہ کر کے کھینچنے والے ہیں وہ دسویں صدی عیسوی کی ہے جبکہ ہمارے سیکسن آباؤ اجداد (باقی اگلے صفحے پر)

کے بڑے بڑے ماہرین جن کی شہرت سے براعظم یوروپ مبہوت تھا۔ موجود تھے عبدالرحمٰن الناصر اس زمانے کے بادشاہوں میں خاص امتیاز کا مالک تھا۔ عرب مورخین بیان کرتے ہیں کہ پاپائے اعظم، شہنشاہ قسطنطنیہ، اسپین، فرانس اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لکڑی کے جھونپڑوں میں رہتے اور میلے گھاس پھوس پر اٹھتے بیٹھتے تھے جبکہ ہماری زبان انگھڑ تھی اور اس قسم کے ہنر جیسے کہ لکھنا پڑھنا ہے گویا کہ معدودے چند رہبانوں تک محدود تھے تب ہم کو مسلمانوں کی عجیب وغریب تمدنی حالت کا پتہ چلتا ہے اور جب اتنا اور بھی یاد کر لیا جاتا ہے کہ اس وقت سارا یوروپ وحشیانہ جہالت اور درندانہ بہیمیت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور جہاں ٹوٹی پھوٹی رومی سلطنت قدیمی تمدن و تہذیب کی علامتیں باقی رکھ سکی تھیں یعنی صرف قسطنطنیہ میں اور اطالیہ کے بعض حصوں میں محض وہیں کچھ تھوڑے سے آثار شائستگی پائے جاتے تھے تب اس حیرت انگیز تضاد کی زیادہ تر قدر معلوم ہوتی ہے جو اندلس کے دارالسلطنت میں بمقابلہ اور جگہوں کے پایا جاتا تھا۔

قرطبہ اس مدح وثنا کی درفشانیوں کا مستحق ہے جس کی بوچھار اس پر کی گئی ہے اس کی موجودہ حالت سے ناممکن ہے کہ اس وسعت حسن کا تصور کیا جا سکے جو اس پرانے دارالسلطنت کا خلیفہ اعظم کے زمانے میں تھا۔ اس کی محلسرا ویران ہے اور اس کے کھنڈر قید خانے کے بیہودہ مصرف میں استعمال کئے جاتے ہیں لیکن پل ابھی تک وادی الکبیر پر سایہ افگن ہے ۔۔ وادی الکبیر کا خاموشی کے ساتھ بہنا وہاں کے باشندوں کے لئے پائدار مسرت کا ذریعہ تھا کیونکہ مشرقیوں کو کوئی منظر بہتے پانی سے زیادہ مرغوب نہیں ہے اس دریا پر ایک عالیشان پل سترہ محرابوں کا بنا ہوا تھا جو اس وقت تک عربوں کی قوت تعمیر کی تعریف کر رہا ہے سارا شہر عالی شان عمارتوں سے معمور تھا جن میں پچاس ہزار سے زیادہ امیروں اور عہدہ داروں کے ایک لاکھ سے زیادہ عام لوگوں کے مکان اور سات سو مسجدیں اور نو سو حمام تھے حمام اسلامی شہروں کے خصائص ہیں تھے اس لئے کہ مسلمانوں میں صفائی (باقی اگلے صفحے پر)

جرمنی کے عیسائی اس کی رضا جوئی میں اپنی عزت سمجھتے تھے اور اگر خلیفہ ان کے سفیروں کو دست بوسی کا شرف بخشتا تھا تو یہ اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے تھے جب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) زہد و عبادت سے الگ نہیں ہے بلکہ ہر نماز و عبادت کے لازمی شرائط میں سے ہے حالانکہ متوسط زمانے کے عیسائیوں کا یہ حال تھا کہ نہانے سے منع کرتے تھے اس لئے کہ بت پرستوں کی رسم ہے یہاں تک کہ ایک عیسائی ولیہ نے تفاخراً یہ واقعہ قلمبند کیا ہے کہ ساٹھ برس کی عمر تک میں نے کبھی اپنے جسم کے کسی حصے کو پانی سے ملوث نہیں کیا۔ بجز اس کے کہ ماس کی عید میں اپنی انگلیوں کے سرے پانی سے تر کئے۔ جس زمانے میں میلا کچیلا رہنا عیسائی تقدس کا تمغہ تھا۔ اس میں مسلمان صفائی اور ستھرائی کے بارے میں نہایت محتاط تھے اور جب تک ان کے جسم پاک صاف نہیں ہوتے تھے اپنے خدا سے تقرب کی جرأت نہیں کرتے تھے اور جب اسپین آخر کار پھر عیسائی حکمرانوں کے قبضے میں واپس آ گیا تو فلپ دوم ہماری انگلستانی ملکہ میری کے شوہر نے حکم دیا کہ کل عام حمام اس بنا پر ڈھا دیئے جائیں کہ وہ کفر کے علامات و آثار ہیں۔"

"جس طرح قرطبہ کے محل اور باغ حسین سر سبز اور شاداب ہونے کی وجہ سے مدح و ستائش کے سزاوار تھے اسی طرح اس کے اعلیٰ درجہ کے امور بھی تحسین و آفرین کے مستحق تھے جیسے اجسام خوش آئند تھے ویسے ہی اذہان بھی۔ اس کے علما اور معلموں نے اسے یورپ کی تعلیم کا مرکز بنا دیا تھا۔ یورپ کے ہر حصے سے طلبا اس کے شہرۂ آفاق ماہرین علوم سے سبق لینے آتے تھے۔ ہروسن وی تھانن (راہبہ) بھی دور دراز مقام یعنی گاڈرشیم کے سیکسن خانقاہ میں بیٹھ کر قرطبہ کی مدح سرائی کو ضبط نہ کر سکی۔"

سائنس (علوم) کی ہر شاخ کی وہاں تعلیم ہوتی تھی۔ علم ہیئت، علم جغرافیہ، کیمسٹری (علم کیمیا) نیچرل ہسٹری (علم الحیوانات) سب شوق سے قرطبہ میں پڑھے اور پڑھائے جاتے تھے"

(مسلمانان اندلس)

دوسری سلطنتوں کے سفیر آتے تھے عبدالرحمٰن ان کے استقبال کا خاص اہتمام کرتا تھا۔ رومی وفد کے استقبال کے لئے یہ تیاریاں کچھ اور بڑھ جاتی تھیں۔

راستوں میں جن سے یہ وفود گذرتے تھے بیش قیمت فرش بچھائے جاتے تھے۔ مسلح فوجیں صف آرا ہوتی تھیں امراء، حکومت اور عمائدین حکومت دورویہ کھڑے ہوتے تھے۔ تخت خلافت پر عبدالرحمٰن جلوہ افروز ہوتا تھا۔ حفاظتی دستہ حلقہ باندھے کھڑا رہتا تھا سامنے علماء، اور ائمہ فنون کی نشستیں ہوتی تھیں خطیب موقع کے لحاظ سے تقریر کرتا تھا اور اپنے بیان میں اسلامی عظمت و شان کا تذکرہ کرتا تھا، ائمہ اور علماء کے مناقب بیان کرتا تھا۔ شعرا قصیدے پڑھتے تھے اور جوش کلام سے اہل دربار کے دلوں کو گرماتے تھے۔[1]

---

[1] ابن خلدون قسطنطنیہ کے سفیروں کے استقبال کی کیفیت لکھتا ہے:۔

استقبال کے روز فوجیں ہتیاروں اور زرق برق وردیوں سے آراستہ ہوئیں قصر شاہی پھول پتیوں اور جھاڑ فانوس سے آراستہ کیا گیا قیمتی پردے لٹکائے گئے اور خلیفہ کا تخت شاہزادوں بھائیوں اور دوسرے قریبی عزیزوں کی نشستوں کے درمیان ذرا بلندی پر قاعدے سے رکھا گیا وزراء، اور دوسرے عہدیدار اپنی جگہوں پر صف بستہ بیٹھ گئے جب سفیر داخل ہوئے ایوان خلافت کی شان و شوکت ترتیب اور سلیقہ دیکھ کر حیران رہ گئے وہ سب کے درمیان سے گزر کر خلیفہ کے قریب پہونچے اپنے شہنشاہ کا خط پیش کیا خلیفہ نے اہل علم کو حکم دیا کہ محاسن اسلام بیان کریں۔ خلیفہ کی مدح سرائی کریں اور خدا کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے اسلام کو دشمنوں کے مقابلے میں غلبہ عطا فرمایا اہل علم اس فریضہ کے لئے تیار ہوئے لیکن مجلس کے رعب و جلال نے زبانیں پکڑلیں۔ ابو علی القالی اس زمانہ کا مشہور اور فاضل ادیب بھی زبان کھولنے کی جرأت نہ کرسکا۔ منذر بن سعید البلوطی کی خدمت میں یہ سعادت لکھی ہوئی تھی اس نے مجلس کا سکوت توڑا (باقی اگلے صفحے پر)

راہب جان کے استقبال کے لئے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہوا۔ راہب کے ایک شاگرد نے اس وفد کا سفرنامہ لکھا ہے ہم نیچے اس کا خلاصہ درج کر رہے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) اور بلا کسی تیاری کے بے مثال تقریر کی اور موقع کے لحاظ سے برجستہ اشعار پڑھے۔ اس روز کی کامیابی نے اس کے لئے فخر و مباہات کا دروازہ کھول دیا عبدالرحمٰن الناصر اس کی لیاقت سے بہت خوش ہوا اور اس کو عہدہ قضا پر ممتاز کیا۔ منذر خطبہ ابن حیان وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے۔"

"قسطنطنیہ کے سفرا لوٹ گئے۔ عبدالرحمٰن الناصر نے ان کے ساتھ ہشام بن ھدیل کو قیمتی ہدیوں کے ساتھ بھیجا تاکہ دونوں سلطنتوں کے تعلقات زیادہ استوار ہو جائیں ہشام دو سال کے بعد لوٹا اور اس کے ساتھ قسطنطین کے سفرا بھی آئے اس کے بعد شاہان صقالبہ جرمنی اور فرانس کے سفیر آئے عبدالرحمٰن الناصر نے ان سب کے استقبال کے لئے اپنے مرتبے کے شایان شان تیاریاں کیں۔

۳۴۴ھ میں اردون کے سفرا صلح و امان کا پیغام لے کر آئے شاہ غرسیہ کے خلاف اہل جلیقیہ نے بغاوت کی اور قشتلیہ کا قومس ملک پر قابض ہو بیٹھا اور ردون بن رود میر سے ساز باز کر کے غرسیہ کی طرف سے مطمئن ہو بیٹھا غرسیہ نے عبدالرحمٰن الناصر سے مدد چاہی۔ ۳۴۷ھ میں ملکہ طوطہ (ملکہ نشکنس) غرسیہ کے لئے سرپرستی حاصل کرنے آئی اور شانجہ اور غرسیہ کے ساتھ عبدالرحمٰن الناصر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ناصر نے ان کی مدد کی اور ملک واپس دلا دیا اور ردون نے بھی قومس قشتالہ کے خلاف عبدالرحمٰن سے مدد کی درخواست کی ناصر اس کی زندگی بھر سرپرستی کرتا رہا۔ بارسلونہ طرکونہ کے سفرا بھی صلح کی درخواست لے کر آئے اور فائز المرام واپس آئے رومہ کا سفیر بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ابن خلدون کا بیان مختصراً پیش کیا گیا ہے ہم انشاء اللہ آئندہ جزو میں (باقی اگلے صفحے پر)

راہب جان روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرے راہب کے سوا کوئی تیسرا نہ تھا۔ یہ دربار خلافت میں ہدیہ پیش کرنے کے لئے وہی چیزیں لے گیا تھا جو دیر میں موجود تھیں یہ دریائے ردن تک پیدل گیا اور وہاں سے جہاز پر سوار ہو کر بارشلونہ (بارسلونہ) پہونچا۔ یہ مقام اس زمانے میں فرانسیسی حکومت میں شامل تھا۔ طرطوسہ (Tartosa) میں جو سرحدی شہر تھا۔ خلیفہ کے عامل نے راہب کو آگے بڑھنے کی اجازت دی۔ وفد عربوں کی شہرۂ آفاق مہمان نوازی کا لطف اٹھاتا ہوا قرطبہ پہونچا۔ یہاں ارکان وفد کا استقبال خندہ پیشانی سے کیا گیا اور دربار خلافت سے دو میل کے فاصلے پر ایک محل میں ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا۔

خلیفہ کو راہب کے اس تبلیغی فرض کا علم ہوا جس کی تکمیل کے لئے شاہ فرانس نے اس کو بھیجا تھا۔ عبدالرحمٰن الناصر نے مذہبی مناظرہ پسند نہ کیا اور کہا خلیفہ اور شاہ فرانس کے لئے اس قسم کی بحثوں میں پڑنا ناموزوں ہے وہ رسول اللہ صلعم کی شان میں کسی قسم کی گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔[۱]

خلیفہ نے شاہ اوتھو کو خط لکھ کر پچھلے خط کے بارے میں معذرت کرنی چاہی لیکن جان نے یہ تجویز پسند نہ کی اور اپنی بات پر اڑا رہا قرطبہ کے مطران نے اس کو اپنی ہٹ سے باز آنے کا مشورہ دیا لیکن راہب نے سختی سے جھڑک دیا اور اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عبدالرحمٰن الناصر کے حالات کسی قدر وضاحت سے پیش کریں گے اس جگہ یہ چند سطریں رینو کی تائید کے لئے پیش کی گئی ہیں۔

[۱] رینو نے اس جملے کے نیچے لکھا ہے کہ حکومت عثمانیہ کے قوانین میں صراحتہ یہ دفعہ موجود ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ صفات اللہ، محمد صلعم اور قرآن مجید کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرے گا فوراً قتل کر دیا جائے گا۔ اس بارے میں نہ کوئی عذر سنا جائے گا اور نہ مہلت دی جائے گی۔

کو مذہبی امور میں تساہل اور غفلت کا الزام لگایا۔ جان نے اعتراض کیا کہ تم نے مسلمانوں کی تقلید میں سوٗر کا گوشت کھانا چھوڑ دیا اور اپنے بچوں کا ختنہ کرانے لگے جب خلیفہ کو راہب کے تعصب اور ضد کا علم ہوا اس نے باریابی کی اجازت نہیں بخشی اور کہا کہ "شاہ اوٹھو نے سلطانی سفیر کو تین سال تک ٹھہرائے رکھا تھا میرا مرتبہ اوٹھو سے تین گنا زیادہ ہے میں اس کے سفیر سے نو سال تک ملاقات نہ کروں گا۔" راہب نے کہا شاہ اوٹھو کے سفیر کی حیثیت سے وہ اس کے احکام کا پابند ہے۔ خلیفہ نے اوٹھو کو خط لکھ کر پوچھا کہ کیا اس کو راہب کی سفارت کے معاملے میں اپنی رائے پر اصرار ہے؟"

اس خط کو لے جانے کے لئے کسی موزوں سفیر کی تلاش ہوئی۔ مسلمان عام طور سے اجنبی ملکوں میں جانا پسند نہیں کرتے تھے ان کو غیر مسلم آبادیوں میں مذہبی امور کی بجا آوری میں زحمت محسوس ہوتی تھی اس لئے سلاطین اسلام عیسائی بادشاہوں کے پاس عیسائی سفیر بھیجا کرتے تھے۔ اس سفارت کے لئے بھی ایک مسیحی کا انتخاب کیا گیا۔ اس کا نام رسیموندس تھا یہ اس خدمت کے سلسلے میں اسقفیت کے عہدے پر ممتاز کیا گیا یہ لاطینی اور عربی زبان میں اچھی مہارت رکھتا تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے اسپینی مطران امندس ہی اسقف رسیموندس کے نام سے مشہور ہوا مشہور مورخ لیتوپرانڈ نے اپنی کتاب اسی کے نام معنون کی تھی۔

"شاہ اوٹھو کے خلاف اس کے لڑکے نے بغاوت کردی تھی۔ جب اسقف رسیموندس پہونچا وہ انہیں فتنوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس نے خلیفہ کی تجویز مان لی رسیموندس قرطبہ لوٹ آیا اور خلیفہ نے راہب کو باریابی کی اجازت عطا فرمائی۔"

عبدالرحمٰن الناصر راہب جان کے زاہدانہ اطوار سے ناواقف تھا۔ وہ موٹے کپڑے پہنتا اور شان و شوکت کے اظہار سے دور بھاگتا تھا۔ خلیفہ نے کہلا بھیجا کہ

وہ اس کو شاہی سفیر کی حیثیت سے باریاب کرنا چاہتا ہے اس لئے ایسے موقعوں پر جو لباس استعمال کیا جاتا ہے راہب وہی پہن کر حاضر ہو۔ راہب نے جواب دیا کہ وہ راہبانہ کپڑوں کے سوا اور کوئی لباس اپنے لئے موزوں نہیں سمجھتا۔ خلیفہ نے خیال کیا کہ راہب دربار خلافت کے لائق لباس خریدنے کی قدرت نہیں رکھتا اس نے دس اوقیہ چاندی راہب کے پاس بھیجی لیکن راہب نے یہ چاندی خیرات کردی۔ خلیفہ نے یہ ادا دیکھ کر کہا کہ وہ سفیر سے ملنے کے لئے تیار ہے چاہے وہ ٹاٹ ہی پہن کر کیوں نہ آئے۔"

ملاقات کے دن سلطانی لشکر دو رویہ صف آرا ہوا۔ حبشی غلام خنجر بکف تیر و کمان سے مسلح ہو کر کھڑے ہوتے سوار دستے میدان میں جولانی دکھا رہے تھے قصر کے سامنے مخملی فرش بچھا ہوا تھا سلطان تخت خلافت پر مشرقی انداز سے دو زانو بیٹھا ہوا تھا راہب تمام منزلیں طے کر کے خلیفہ کے سامنے پہونچا۔ خلیفہ نے ہاتھ بڑھایا راہب نے دست بوسی کی اور شاہی اشارہ پاکر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔"

رسمی بات چیت کے بعد خلیفہ نے اوٹو کے متعلق گفتگو شروع کی اور اس زمانے کے بادشاہوں کے مقابلے میں اس کی قدر و منزلت کا اظہار کیا۔ عبدالرحمٰن کو اوٹو کے بیٹے کی بغاوت کا علم ہو چکا تھا اس لئے اوٹو پر چوٹ کرتے ہوئے کہا بادشاہوں کے لئے مناسب نہیں کہ اپنی سلطنت اور اختیار میں کسی قسم کی کمی اور مداخلت روا رکھیں عبدالرحمٰن نے اس گفتگو میں اپنے باغی لڑکے کی طرف جو بغاوت کے جرم میں قتل کیا گیا تھا اشارہ کیا اس کے بعد اس خط کے بارے میں بات چیت شروع ہوئی جو راہب لے کر آیا تھا پتہ نہیں چلتا کہ اس سفارت کا مطلب کیا ہے ممکن ہے پراونس کے ساحل پر عربی تسلط کا تصفیہ سفارت کا موضوع رہا ہو

لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے عرب مورخوں نے پراونس کے ساحل پر عربی تسلط اور اندرون ملک میں ان کی غارت گری کا کوئی تذکرہ نہیں کیا غالباً یہ واقعات ان کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔"

"لیتوپرانڈ جو اس زمانے میں موجود تھا بیان کرتا ہے کہ کوہ آلپس کی عرب حکومت براہ راست خلیفہ کے زیر فرمان تھی اس رسالے کا مصنف جس کا خلاصہ ہم پیش کر رہے ہیں بتاتا ہے کہ فرانس اور اٹلی میں عربوں کی غارت گری اس سفارت کا موضوع تھی افسوس ہے یہ رسالہ نامکمل ہے اور وہی اجزا غائب ہو گئے جن میں اس مسئلے کے متعلق اہم بحث تھی اور اب تک مکمل رسالے کا کہیں سراغ نہیں ملا۔"

"سنہ ۹۶۰ء میں کوہستانی سینٹ برنارڈ سے عربوں کا اخراج مکمل ہو گیا اس معرکے کی تفصیل معلوم نہیں ہو سکی صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ قدیس برنارڈ ڈمنتن (Dementhone) جس نے اس پہاڑ کی چوٹی پر جائے پناہ بنائی تھی اور جس کے نام سے یہ کوہستانی سلسلہ منسوب بھی ہوا اس معرکے میں موجود تھا "سنہ ۹۶۱ء میں عبدالرحمن الناصر کا انتقال ہو گیا اور[1] اس کا بیٹا حکم ثانی جانشین

---

[1] اسٹینلی لین پول خلیفہ عبدالرحمن الناصر کے بارے میں لکھتا ہے:۔

"اس کے دوسرے سال (یعنی غرسیہ کو سنہ ۹۶۰ء میں تخت واپس دلانے کے بعد سنہ ۹۶۱ء میں) خلیفۃ الاعظم نے سفر آخرت اختیار کیا۔ اس نے ستر برس کی عمر پائی اور اس کی تقریباً پچاس سال کی سلطنت نے اسپین کی حالت میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ غایت درجے کا تخیلی دماغ بھی اس کو قیاس نہیں کر سکتا۔ جب یہ شخص اکیس برس کا نوجوان تخت نشین ہوا تھا تو اس کی میراث ہزاروں لٹیروں سرداروں اور طالب زر ہوسناکوں کا شکار ہو رہی تھی صوبجات نے اپنے اپنے فرمانروا قائم کر لئے تھے اور ان (باقی اگلے صفحے پر)

ہوا یہ بادشاہ علم دوست اور صلح و سلامتی کا دلدادہ تھا۔ اس کے زمانے میں اندلس علوم و معارف اور صنعت و حرفت کا گہوارہ بن گیا تھا وہ قومیں جو وحشت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بہتیرے فرقوں نے جن میں ساری آبادی منقسم تھی سب کے سب نے سلطان کی حکومت کو بالا بتا دیا تھا اور طوائف الملوکی اور لوٹ کھسوٹ نے سرزمین کو خاک میں ملا دیا تھا جنوب کی طرف افریقیہ میں فاطمیوں کا خاندان اسپین کو اپنی حکومت میں ملا دینے کی دھمکیاں دے رہا تھا اور شمال کی طرف سے عیسائی رؤسا آنکھیں دکھا رہے تھے اور اپنی جدی سلطنت پر قبضہ کر لینے اور مسلمانوں کو اس سرزمین سے نکال دینے پر آمادہ تھے اس الجھاؤ اور قریب الوقوع تباہی سے عبدالرحمٰن نے ترتیب و خوش حالی پیدا کی اس کی سلطنت کا آدھا زمانہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ اس نے سارے ممالک اسلامیہ میں اس حد سے اس حد تک امن و نیک عملی قائم کر دی فرقوں کی حکومتیں دور کیں اور اپنی رعایا کی ساری جماعتوں پر سلطان کے اقتدار کلی کا سکہ بٹھا دیا دوسرے نصف میں اس نے بیرونی دشمنوں کے مقابلے میں اپنی سلطنت کی عزت قائم کی افریقیہ والے جابروں کو دور باش کہی ان کی سبقت رد کرنے کے لئے سبقہ میں قلعہ دار قائم کئے۔ سمندر میں انہیں کلہ بکلہ جواب دیا اور شمال میں جولیون، قشتالہ اور التوازکی قوتیں بڑھ چلی تھیں ان کو روک دیا اور انہیں اپنی فوقیت کا ایسا یقین دلایا کہ وہ اپنے تصفیئے بھی وہیں فیصل کرانے آتے تھے اور اپنے حقوق بھی اسی کے ذریعہ دلوا پاتے تھے اس نے اندلس کو خود ان کے پنجوں سے بھی چھڑایا اور غیر ملک والے کے حملوں سے بھی اور نہ صرف ان کو تباہی سے بچا لیا بلکہ اس کو صاحب عظمت اور مرفہ الحال بنا دیا کبھی قرطبہ ایسا مالا مال اور خوش حال نہیں ہوا تھا جیسا اس کی حکومت میں ہوا۔ کبھی اندلس ایسا فراوانی جوتا بویا ہوا قدرتی نعمتوں سے ابھر آدمی کی دانائی سے کمال کو پہونچا ہوا نہ تھا کبھی اس سلطنت کو تمغا مہ پر ایسی فتمندی اور کبھی قانون کو اس سے زیادہ حکومت و عزت

(باقی اگلے صفحے پر)

وسخت مزاجی میں بدنام تھیں تہذیب اور شائستگی کا نمونہ ہوگئیں علم وہنر کا چلن یہاں تک پھیلا کہ قرطبہ کی عورتیں بھی فضل وکمال میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نصیب نہیں ہوئی تھی اس کی خوشامد کرنے کو قسطنطنیہ کے شہنشاہ فرانس جرمنی اور اطالیہ کے شاہوں کے سفیر حاضر ہوئے اس کی قوت ودانائی وثروت یورپ اور افریقہ میں خواص وعام کے زبان زد تھی اور اسلامی سلطنت واقع ایشیا کے انتہائی سرحدوں تک بھی مشہور تھی اور یہ حیرت انگیز تبدیلی صرف ایک آدمی کی کی ہوئی تھی باوجود اس کے کہ ہر شئے اس کی مخالف تھی۔ اندلس کو قعر مذلت سے نکال کر اقتدار ومرفہ الحالی کی بلندی پر صرف خلیفہ اعظم عبدالرحمٰن ثالث کی ہی ذہانت والوالعزمی نے پہونچایا تھا۔"

اسلامی مؤرخ اس ثابت قدم آدمی کی تصویر ایسے رنگوں میں دکھلاتے ہیں جو اس کی مضبوط جابرانہ حکمت عملی سے بمشکل مناسبت رکھتے ہیں تاہم وہ تدین کے ساتھ اس کی تصویر اس طرح کھینچتے ہیں، جتنے لوگوں نے اس ملک پر کبھی سلطنت کی ہے سب سے زیادہ نرم دل اور اعلیٰ ترین درجے کا شائستہ اس کا حلم اس کی فیاضی اور اس کی انصاف دوستی ضرب المثل ہوگئی تھی اس کے اجداد میں سے کوئی بھی میدان جنگ کی دلیری اور مذہبی سرگرمی میں اس سے سبقت نہیں لے گیا وہ علوم کا شائق اور علماء کا مربی تھا جن سے باتیں کرنے کا وہ دلدادہ تھا۔"

عربی مورخ کا بیان ہے کہ اس خلیفہ کی وفات کے بعد ایک کاغذ خود اسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا جس میں وہ اپنے طویل زمانہ حکومت کے ان دنوں کو احتیاط کے ساتھ قلمبند کرتا گیا تھا جو سارے اندوہ وغم سے پاک تھے ان کی تعداد صرف چودہ تھی فاعتبروا یا اولی الابصار ان ہذا لشئی عجاب! اے سمجھ والو! دیکھو اور تعجب کرو کہ دنیا سب سے زیادہ طالع شخص کو بے غل وغش مسرت کا کس قدر تھوڑا حصہ دے سکتی ہے! (مسلمانان اندلس)

خلافت کے ابتدائی زمانے میں حکم نے مسلمانوں کا اعتماد حاصل کرنے کی غرض سے جلیقیہ (jaliqia) اشٹوریہ (Asturias) اور کتلونیہ (catalonia) پر حملے شروع کئے اور مسیحی طاقتوں کو پارہ پارہ کر دیا لیکن بعد کو عیسائیوں نے صلح کی درخواست کی اور حکم نے مصالحت کر لی۔ عام مسلمان جہاد کے شائق تھے ان کو یہ صلحنامہ بہت کھلا انہوں نے حکم کو نقض عہد کی ترغیب دی۔ حکم نے اس مشورے کے جواب میں قرآن شریف کی آیت ان العہد کان مسؤلا (بیشک عہد و پیمان کے بارے میں بازپرس ہوگی) پڑھی۔

حکم نے کاونٹ بارسلونا اور کتالان کے سرداروں سے جو معاہدہ کیا تھا اس کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اسلامی مملکت کی سرحد کے قریب تمام قلعے مسمار کر دیئے جائیں گے اور جن مسیحی ملکوں سے مسلمانوں کی لڑائی ہوگی یہ لوگ ان کی مدد نہیں کریں گے[1]۔

---

[1] ابن خلدون نے لکھا ہے:۔

عبد الرحمٰن الناصر کی وفات کے بعد جلالقہ نے سرحد پر بدامنی شروع کی حکم المستنصر نے بذات خود ان سرکشوں کا مقابلہ کیا۔ بزور فرذرند بن غنشاب کے ملک کو پامال کر ڈالا اور سنت اشتابین (San Estevan) پر زبردستی قبضہ کر لیا۔ غنیم نے صلح کی درخواست پیش کی اور اطاعت کا یقین دلایا پھر اس نے غالب کو جلیقیہ کی طرف بھیجا اس نے جلالقہ کی متحدہ جماعتوں کو شکست دی اسلامی فوجوں نے فردلند کے ملک کو روند ڈالا اور ان کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔

شاہ شکنس شانجہ بن رودمیر نے بدعہدی کی تھی حکم نے سرقسطہ کے امیر التجیبی کو اس کی سرزنش کے لئے مامور کیا پھر حکم نے احمد بن یعلی اور (باقی اگلے صفحے پر)

"عربوں کی جماعتیں پرادنس اور ڈوفینی میں موجود تھیں اور ان ملکوں کے باشندے ان سے ڈرتے رہتے تھے یہ اپنی باہمی لڑائیوں میں عربوں سے مدد مانگتے تھے عرب جس کی حمایت کرتے اس کا پلہ بھاری ہو جاتا تھا"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یحیٰ بن محمد التجیبی کو برشلونہ کی طرف بھیجا اور ھذیل بن ہاشم اور غالبا کو بلاد قوس کی جانب روانہ کیا ان سرداروں نے دشمنوں کے حوصلے پست کر دیئے حکم کی فتوحات کا دائرہ وسیع ہو گیا۔ حکم کی کامیابیوں میں شکنس کے ملک میں قلمویہ کی فتح خاص اہمیت رکھتی ہے اس کو غالب نے فتح کیا تھا اس کے بعد قطوبیہ فتح ہوا اور بے شمار دولت ہاتھ آئی"

۳۵۴ھ میں غالب البہ کی طرف بڑھا اس کے ساتھ یحیٰ بن محمد التجیبی اور قاسم بن مطرف بن ذی النون بھی تھے اس نے عرماج کا قلعہ تعمیر کیا اور ان کے ملک کو پامال کر کے لوٹ آیا۔ اسی سال مجوسیوں کے جہاز سمندر ساحل پر دکھائی پڑے اور انہوں نے اشبونہ میں لوٹ مار کی وہاں کے باشندوں نے مدافعت کی اور مجوسی اپنے جہازوں میں بھاگ آئے حکم نے بحری امیروں کو ساحلوں کی نگرانی پر مامور کیا اور حکم کے حکم سے قائد البحر عبدالرحمٰن رماحس نے جنگی بیڑے لے کر ساحلوں کا امن بحال کر دیا"

جلالقہ کا بادشاہ اردن بن اذفونش اس خوف سے کہ کہیں حکم بھی اپنے باپ عبدالرحمٰن الناصر کی طرح شانجہ بن ردمیر کی رعایت اور سرپرستی کا عہد نہ کرے قشتیلہ کے قومس فرد لند کے مشورہ سے حکم کی خدمت میں حاضر ہوا حکم نے اس کو خلعت دی اور اس کی مدد کا وعدہ کیا۔

شانجہ بن ردمیر نے اس عہد کی تجدید کے لئے جو عبدالرحمٰن الناصر نے اس کے ساتھ کیا تھا اپنی درخواست پیش کی اور اپنی اور اہل جلیقیہ کی طرف سے اطاعت و فرمانبرداری کا یقین دلایا حکم نے اس شرط سے کہ   کہ حکومت اسلامیہ کی (باقی اگلے صفحے پر)

"شاہ اوبھو نے مجار کو شکست دے کر جرمنی پر قبضہ کر لیا اور پوپ سے زبردستی اپنی شہنشاہی تسلیم کرائی اس نے لومباردی پر قبضہ کر لیا شکست خوردہ بادشاہ بیرنگر (بیرانجہ) جان بچا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بیٹے اڈالبرٹ نے آبائی مملکت کے لئے دوڑ دھوپ شروع کی بعض مورخین جن میں البرتایپ بھی شامل ہے بیان کرتے ہیں کہ اڈالبرٹ نے فرکسینٹ کے مسلمانوں سے بھی مدد مانگی تھی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) حدود کے پاس عیسائی اپنے قلعے اور برج مسمار کردیں گے شانجہ کی درخواست منظور کر لی۔

برشلونہ اور طرکونہ کے بادشاہوں نے بھی بیش قیمت ہدیے حکم کی خدمت میں پیش کئے اور انہیں مراعات کے خواستگار ہو گئے جو عبدالرحمن الناصر ان کے ساتھ کیا کرتا تھا حکم نے ان سرحدی قلعوں کے ڈھانے کا حکم دیا جو اسلامی حدود کے لئے خطرہ بن سکتے تھے یہ لوگ بھی حکم کی سرپرستی حاصل کر کے واپس گئے۔

اس کے بعد غرسیہ ابن شانجہ کے سفیر بھی استقفوں اور قوموں کی جماعت لے کر حاضر ہوئے حکم نے ان سے بھی معاہدہ کر لیا اور وہ لوگ اطمینان وخوشی کے ساتھ واپس گئے

پھر لذریق کی ماں جو بڑا قومس تھا حکم کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ حکم نے اس کے استقبال کے لئے امراء سلطنت کو مامور کیا اور بڑے اعزاز واکرام سے باریاب کیا اس نے بیٹے کی جانب سے عہد وپیمان کی درخواست کی خلیفہ نے اس کی منشا کے مطابق عہدنامہ کی تکمیل کردی اور اس کو خلعت اور ارکان وفد کو انعام واکرام سے نہال کر دیا۔"

حکم کے دربار میں بنی اطرز اور بنی ربی العافعیہ کے وفود بھی آئے اور حسب دلخواہ معاہدے کر کے انعام واکرام سے خوش ہو کر واپس گئے۔

حکم علم دوست حکمراں تھا اور اہل علم کی بے انتہا عزت کرتا تھا ان کتابوں کی فہرستیں جو اس نے اپنے کتب خانے میں جمع کی تھیں چوالیس تھیں (باقی اگلے صفحے پر)

۹۵۶ء میں مسلمان گرینوبل سے نکال دیئے گئے گذشتہ صفحوں میں ذکر آچکا ہے کہ اس شہر کے اسقف اور قسیس شمال کی جانب چلے گئے تھے انہوں نے فالانس کی طرف ساندوناٹ میں پناہ لی۔ اسقف ایزاردن نے وہاں کے بڑے آدمیوں اور سرداروں کو مسلمانوں کے مقابلے پر آمادہ کیا۔ مسلمان زرخیز اور سرسبز اراضیوں پر قابض تھے ان پادریوں نے طے کیا کہ اس معرکے میں اگر کامیابی ہوئی تو ہر شخص اپنی بہادری کے صلے میں بقدر کوشش حصہ پائے گا۔

جب عرب گرینوبل (grenoble) اور گریزیوودن - (groci-sivaudan) کی وادی سے نکال دیئے گئے۔ مسیحی مجاہدوں نے اپنی کوششوں کے بموجب زمینیں تقسیم کر لیں۔ ڈوفینی کے بہت سے امیر گھرانے اسی دولت سے بن گئے۔ کہا جاتا ہے خاندان انیارڈ (Aynard) نے انہیں صلیبی معرکوں میں دولت حاصل کی تھی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہر فہرست میں بیس ورق تھے ان اوراق میں صرف دیوانوں کے نام لکھے ہوئے تھے اہل علم نے اس کی داد و دہش سے پوری طرح فائدہ اٹھایا۔ دنیا کے ہر گوشہ سے کتابیں اس کے پاس پہونچ جاتی تھیں۔

ابو محمد بن خلدون کہتا ہے صاحب کتاب الامالی ابو علی قالی بغداد سے عبد الرحمٰن الناصر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ الناصر نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ حکم نے اس کے فضل و کمال سے پوری طرح فائدہ اٹھایا۔ اس نے ابو الفرج اصفہانی اور قاضی ابوبکر الابہری کو ان کی مصنفات کے لئے گراں قدر رقمیں دیں۔ اس نے اپنے کتب خانے کی تحسین اور انتظام کے لئے پورا محکمہ قائم کر رکھا تھا اور اس میں اس کے اس ذوق کی وجہ سے کتابوں کا جتنا بیش بہا خزانہ اکٹھا ہوگیا تھا وہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی بادشاہ کے لیے نہیں ہوا ان میں سے اکثر کتابیں بربروں کے فتنوں میں تباہ ہو گئیں۔"

"اسقف ایزورن نے عربوں کو نکال کر اس کے آثار بھی مٹا دیئے اور فود گرنوبل اور گریزیوڈن کا امیر بن بیٹھا انقلاب فرانس تک یہاں کی امارت اسی کے جانشینوں کے ہاتھ میں رہی۔"

"ناظرین دیکھیں گے کہ ان ملکوں میں مسلمانوں کی بدحالی نے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں آزادی کی آرزو پیدا کی۔ ۹۶۸ء میں شاہ ادھو نے اس آرزو کی تکمیل کا ارادہ بھی کیا لیکن موت نے امیدوں پر پانی پھیر دیا۔"

"بلاد برگونیہ میں کلونی (cluny) کا رئیس مایول (Mayeul) اپنی ذاتی عظمت و جلالت کے لحاظ سے اس زمانے کے امراء و سلاطین کی صفوں میں جگہ پاتا تھا۔ عوام کی نگاہ میں اس کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ وہ اپنے علم و تقدس کی وجہ سے پوپ کے عہدے کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ یہ روم کلیسا کی زیارت کے لئے گیا واپسی میں پیمونٹ ہو کر کوہ جینور (geneve) اور ڈوفینی کی جانب سے اپنے دیر کی طرف چلا۔ لیکن ان دنوں میں گیپ (gap) اور امبرن (Embrun) کے درمیانی ملکوں میں مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا انہوں نے اور سیر کے پل کے سامنے دراک (Drac) کی وادی میں اپنا مرکز قائم کیا تھا۔"

"جب قدیس کوہ آلپس کے دامن میں پہونچا روم سے لوٹنے والے زائروں کا بڑا قافلہ اس کے انتظار میں ٹھہرا ہوا تھا ان کو کوہ آلپس عبور کرنے کے لئے اس سے زیادہ مبارک موقع نہ مل سکتا تھا۔ قدیس کی جماعت آئی اور اس جم غفیر کے ساتھ آگے بڑھی یہ پہاڑ اور دریا کا راستہ طے کر کے وادی میں پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ عرب آپہونچے اور اوپر سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔ عربوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ عیسائیوں کو بھاگنے کا بھی موقع نہ ملا۔ حملہ آوروں نے ان کو گھیر کر گرفتار کر لیا ان اسیروں میں قدیس مایول بھی تھا۔ اپنے ایک ساتھی کی حفاظت میں اس کا

ایک ہاتھ زخمی بھی ہو چکا تھا۔"

قیدیوں کی بڑی تعداد غریب تھی۔ ان سے کچھ ملنے کی امید نہ تھی۔ عربوں نے قدلیس سے پوچھا اس نے کہا "میں دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں لیکن ترکِ دنیا کر کے عبادت الہٰی میں مصروف ہوں۔ میرا دیر بڑی دولت اور وسیع آراضی کا مالک ہے۔" عربوں نے قدلیس سے ایک بڑی رقم کا مطالبہ کیا یہ رقم اس زمانے کے حساب سے اسی ہزار فرانک ہوتی ہے۔"

"عربوں نے قدلیس سے کہا کہ اپنے ساتھی کو بھیج کر فدیے کی رقم منگالے۔ قدلیس نے اہل دیر کو لکھا "کلونی کے روحانی پیشواؤں اور دینی بھائیوں کے نام غریب اور قیدی مالیول جن کی جماعت سے تعلق رکھتا ہے الخ" جب یہ خبر پہونچی دیر میں رونا پیٹنا پڑ گیا اور دم کے دم میں دیر کی دولت سمیٹ کر فدیے کی رقم پوری کر دی گئی۔ عربوں نے رقم کی ادائی کی جو آخری تاریخ مقرر کی تھی اس سے پہلے ہی فدیے کا زر کثیر پہونچ گیا اور مالیول نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ عربوں کی قید سے نجات پائی۔"

"قدلیس مالیول نے قید کی حالت میں مسلمانوں کو تبلیغ شروع کی:۔

"تم جس کے معتقد ہو وہ نہ تم کو عذاب سے نجات دے سکتا ہے اور نہ کسی قسم کا فائدہ پہونچا سکتا ہے۔"

"اس جملے سے عربوں کی مذہبی حمیت سخت مجروح ہوئی اور انہوں نے طیش میں آکر قدلیس کی بیڑیاں تنگ کر کے اس کو کھوہ میں بند کر دیا۔ لیکن جب غصہ کم ہوا سختیاں بند کر دیں اور قدلیس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے لگے۔"

"قدلیس کے کھانے کا وقت آیا تو ایک شخص ہاتھ دھلاتا، دسترخوان بچھاتا اور کھانا چن کر ادب و تعظیم کے ساتھ کھلاتا۔ قدلیس کے پاس توراۃ کا ایک نسخہ تھا۔ کوئی مسلمان آیا اور بے ادبی سے توراۃ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کے مسلمان ساتھیوں نے لعنت

ملامت کر کے سمجھایا" یہ مقدس صحیفہ ہے، ہم مسلمانوں پر تمام آسمانی کتابوں کی تعظیم فرض ہے" اسی واقعہ کو دیکھ کر اس زمانے کے ایک عیسائی اہل قلم نے لکھا ہے" مسلمان بھی ہماری طرح عہد قدیم کے نبیوں کا احترام کرتے ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کو بڑا پیغمبر مانتے ہیں۔ لیکن اپنے پیغمبر حضرت محمد صلعم سے بہر حال کم سمجھتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ حضرت محمد صلعم حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں ہیں اور خدا کے پیغمبر ہیں۔"

" قدیس مایول کی اسیری کا واقعہ ۹۷۳ء میں پیش آیا۔ اس حادثے سے عیسائی دنیا میں ہلچل پڑ گئی چھوٹے اور بڑے انتقام کے لئے بے چین نظر آنے لگے سسٹرون (Sisteron) کے اطراف میں نویر (Noyers) ایک گاؤں تھا بیبن (Belsan) یہاں کا امیر تھا۔ یہ بہت مشہور اور ذی اثر آدمی تھا اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ مایول کی اسیری نے عوام میں جوش پیدا کر دیا تھا۔ بچہ بچہ اپنے مذہب اور وطن کی مدافعت میں جان دینے کے لئے تیار تھا۔ بیبن (Bebin) نے سسٹرون کے جوار میں اسی قلعے کے سامنے جو مسلمانوں کا مرکز تھا ایک قلعہ تعمیر کرایا اور وہاں سے ان کی نقل و حرکت کا مطالعہ کرتا رہا تاکہ موقع ملتے ہی چھاپہ مار سکے مسلمانوں نے بیبن کی کوششوں کا رخ پھیرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوتے۔"

مسلمانوں کا قلعہ پہاڑ کی چوٹی پر تھا اس کا نام پیٹرہ امپیا -Petra Empia) تھا اسی زمانے میں جب فریقین ایک دوسرے کی گھات میں تھے عرب قلعہ کے سردار نے قلعہ کے چوکیدار کی عورت چھین لی یہ چوکیدار پھاٹک کا محافظ تھا اس نے امیر کی بدسلوکی کا انتقام بہت سخت لیا یہ بیبن (Bebin) سے مل گیا اس نے خاموشی سے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا عیسائیوں نے

غافل مسلمانوں کو اچانک آلیا اور سب کو بے دریغ ذبح کر دیا جن لوگوں نے عیسائیت قبول کر لی ان کی جان بخشی گئی قلعہ کا سردار بھی انہیں جان بچانے والوں میں تھا۔ کلیسا نے بیبن کو حسن خدمت کے صلے میں قدیس بنا دیا مجموعہ بولنڈ میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے "۔

"اسی زمانے میں گاپ (gap) کے باشندوں نے عربوں کے خلاف بغاوت کی اور ان کو نکال باہر کیا ایک پرانی کتاب میں یہاں کے واقعہ کا ذکر اس طرح آیا ہے":۔

"جس شخص نے یہاں کے باشندوں کو اکٹھا کر کے عربوں پر حملہ کیا اس کا نام غلیوم تھا اس نے مسلمانوں کو رات کے وقت جہاں جہاں وہ تھے الگ الگ گھیر لیا۔ اور چشم زدن میں ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ جو لوگ اس معرکے میں شریک ہوئے وہ نصف آراضی کے مالک قرار پائے اور باقی نصف زمین کلیسا کے تصرف میں آئی اس صورت سے ڈوفینی لا کا علاقہ بھی آزاد ہو گیا اور کچھ مدت کے بعد پراونس کی مملکت بھی خود مختار ہو گئی"۔

"افسوس ہے اس واقعہ کی تفصیل نہ معلوم ہو سکی جو کچھ معلوم ہو سکا وہ صرف اتنا ہے کہ پراونس کے کاؤنٹ غلیوم نے اس جنگ کی سربراہی کی۔ ممکن ہے یہ وہی غلیوم ہو جس نے گیپ (gap) سے عربوں کا نام و نشان مٹایا۔ اس زمانے میں گیپ پراونس ہی کا ماتحت تھا"۔

"کاؤنٹ پراونس غلیوم انصاف پسند، دیندار اور رعایا پرور حکمراں تھا۔ عوام اس سے بہت خوش تھے جب اس نے پراونس، ڈوفینی، اور نیس (Nice) کے باشندوں کو عربوں سے لڑنے کی دعوت دی ایک جم غفیر اس کی آواز پر اکٹھا ہو گیا۔ اور غلیوم اس لشکر کی رہنمائی کرتا ہوا فرکسینٹ کی طرف بڑھا جب عربوں نے دیکھا کہ

دشمن ہر طرف سے دباؤ ڈال رہا ہے تو انہوں نے پہاڑوں سے اتر کر صف آرائی کی پہلی لڑائی ڈرگینان (Drageng man) کے پاس ٹور ٹور (Tour Touk) میں ہوئی۔ اس معرکہ کی یادگار ابھی تک ایک برج موجود ہے۔"

"مسلمان اس مقابلے میں ہار گئے اور بھاگ کر ایک قلعے میں پناہ گزین ہوئے لیکن عیسائیوں نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ یہ راتوں رات قلعہ سے بھی نکل بھاگے اور آس پاس کے جنگلوں میں چھپ رہے لیکن عیسائیوں نے ان کا سراغ لگالیا اور ان کو گرفتار کر کے بہتوں کو قتل کر دیا اور جو کچھ بچے رہے قید کر لئے گئے۔[1] یہ قیدی

---

[1] رینو نے یہ واقعہ "مجموعہ مورخین فرانس" سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ بعض مسلمان سمندر کے راستے سے بھاگ کر اندلس، سسلی یا افریقہ چلے گئے ہوں ڈربلو (D, Herblolol) نے المکتبہ اشرفیہ میں اور کاردون (cardonne) نے تاریخ مغاربہ افریقیہ میں بیان کیا ہے کہ اس وقت ۹۷۰ء میں مسلمان جزیرہ سارڈینیا کے مالک تھے اور خلیفہ معز مصر فتح کرنے سے پہلے تقریباً ایک سال تک اس جزیرے میں ٹھہرا رہا تھا۔ تاریخ سرڈانیا کے مصنف میمو (Mimaut) نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ ڈلبین (Delbene) کا خیال ہے کہ مسلمانوں نے کورسیکا پر بھی جسے عرب قرسقہ کہتے ہیں قبضہ کر لیا تھا۔"

ڈلبین (Delbene) کہتا ہے کہ ان کے امیر کا نام موجہ (Mugat) تھا پراوس کے کاؤنٹ نے اس کے مقابلے کے لئے ایک لشکر بھی بھیجا تھا۔ اس لشکر کے ساتھ جنوہ کی فوج بھی گئی تھی۔ کوئی شبہ نہیں ڈلبین کی مراد امیر مجاہد سے ہے امیر مجاہد نے سرڈانیا پر ضرور حملہ کیا تھا۔ یہ حملہ اس زمانے کے تیس برس کا واقعہ ہے"

(ختم بیان رینو)

مجاہد عامری مشہور مجاہد غازی منصور بن ابی عامر کے آدمیوں (باقی اگلے صفحے پر)

اور وہ مسلمان جنہوں نے اطاعت قبول کر لی تھی معاف کر دیے گئے۔ ان لوگوں نے ان مسلمانوں کو بھی قتل نہیں کیا جو قرب و جوار کے گانوؤں میں پر امن زندگی گزار رہے تھے جنہوں نے عیسائی مذہب قبول کر لیا اور وہاں کے باشندوں میں شمار کر لیے گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں سے تھا۔ دولت منصور کے زوال کے بعد حالات نے پلٹے کھائے اور مجاہد نے دانیہ پر قبضہ کر کے سرڈانیا پر چڑھائیاں شروع کیں بقیۃ الملتمس میں آیا ہے :-

" مجاہد بن عبداللہ العامری بہت پڑھا لکھا اور بہادر آدمی تھا۔ اس نے قرطبہ میں پرورش پائی۔ بدامنی کے زمانے میں جب لشکریوں نے غلبہ حاصل کر لیا اور ابن ابی عامر کی حکومت ختم ہو گئی وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشرقی اندلس کے جزیروں (میورقہ مینورقہ اور یابسہ) کی طرف چلا گیا اور ان پر قبضہ کر کے سنہ ۴۰۶ھ میں سرڈانیہ کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے بڑے حصے کو فتح کر کے فوجی مقامات پر قابض ہو گیا پھر وہاں بغاوت ہو گئی۔ رومیوں نے باغیوں کی مدد کی اور مجاہد کے بہت سے جہازوں پر قبضہ کر لیا مجاہد اندلس لوٹ آیا اور دانیہ پر قابض ہو گیا۔ یہ بہت علم دوست سردار تھا اس نے مصنفین اور ادیبوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں اس نے عروض میں ایک کتاب لکھی ہے وہ دانیہ میں سنہ ۴۳۶ھ میں انتقال کر گیا۔

معجم البلدان میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے موسیٰ بن نصیر کے عہد میں سنہ ۹۲ھ میں سرڈانیہ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے تاریخوں میں پڑھا ہے کہ عبداللہ بن موسیٰ بن نصیر نے میورقہ اور متعلق جزیروں کو فتح کیا تھا۔ غالباً اس نے سارڈینیا پر بھی چڑھائی کی تھی۔

ابن عذاری مراکش کی تاریخ " البیان المغرب " میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے سنہ ۲۰۶ھ میں سارڈینیا پر حملہ کیا تھا اس حملے کی سربراہی محمد بن عبداللہ تمیمی کے سپرد تھی۔

میں نے جنوہ میں فریڈرلیسی ڈی نادر (De-Narer) (باقی اگلے صفحے پر)

لیکن جنہوں نے مذہب بدلنا پسند نہ کیا غلام بنا لیئے گئے یہ غلام دیروں میں کام کرتے یا بڑے امیروں کی زمینوں میں غلامی کا حق ادا کرتے تھے ان کی نسلیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا عرصہ تک باقی رہیں۔"

اسّی سال تک مسلمانوں کے قبضے میں رہنے کے بعد فرکسینٹ ۹۷۵ء میں ان کے ہاتھ سے نکل گیا یہ ان عربوں کا مرکز تھا جو فرانس شمالی اٹلی اور سوئٹزرلینڈ میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان تمام ملکوں کی دولت جو ان کے ہاتھ آئی یہیں جمع تھی کاؤنٹ غلیوم نے یہ دولت ان جانبازوں کو دے دی جنہوں نے عربوں کے مقابلے میں شہرت حاصل کی تھی ان خوش قسمتوں میں جبلین گریمالڈی بھی بہت مشہور ہے یہ جنوہ کا رہنے والا تھا۔ اس کو خلیج سینٹ ٹروپز (St Tropes) کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کی کتاب پڑھی تھی اس کتاب میں ذکر آیا ہے کہ ۱۰۱۶ء میں جنوہ کا بحری بیڑا سارڈینیہ گیا اور عربی سردار مجاہد کو شکست دی ۱۰۸۷ء میں جنوہ اور بیزانیہ کے بیڑے پوپ فکتور ثالث کے حکم سے تونس اور طرابلس کے ساحلوں پر حملہ آور ہوئے اور امیر افریقیہ نے نصف ملین سکے فدیے میں دیئے اور عیسائی قیدی واپس کر دیئے

تاریخ جنوہ میں آیا ہے کہ جنویوں نے بلاد اسلامیہ پر تیرہ برس میں آٹھ حملے کئے اور صلیبیوں نے ۱۱۰۹ء میں طرابلس الشام فتح کیا اور جنوی امیر شکریا تستی نے شہر جبیل پر ۱۱۱۰ء میں قبضہ کر لیا اس نے بیروت کے حصار میں بھی بہت سرگرمی دکھائی۔ جنویوں نے گودفرد اور بولیوں کے ساتھ فتح قدس، صور اور قیساریہ میں بھی حصہ لیا۔

امام سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ ولید بن عبدالملک شوال ۸۶ء میں تخت پر بیٹھا اور اس نے ۸۷ء میں سرڈانیہ فتح کیا اور ۸۹ھ میں میورقہ اور مینورقہ فتح کیا۔

کنارے ایک بڑا رقبہ انعام کے طور پر دیا گیا"۔

ان جانبازوں میں جنہوں نے ان لڑائیوں میں نام پایا وہ سردار بھی تھے جنہوں نے آلپس کے دامن میں شہر کاسٹلان (castallne) کی امارت حاصل کی تھی۔ ہمیں بھولنا نہ چاہیئے کہ کوہ آلپس کے دامن میں شہر رینیز سے بھی مسلمان نکال دیے گئے تھے وہاں کے باشندے ابھی تک اپنی آزادی کی سالانہ یادگار مناتے ہیں"۔

"یہ زمینیں جو مسلمانوں سے چھینی گئیں زیادہ تر کلیسا کے تصرف میں آئیں عربوں کے حملوں میں بے شمار دیر اور گرجے تباہ ہوئے تھے اور اہل کلیسا کو سب سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ اس لئے اہل کلیسا ہی کو عربوں کے خلاف سب سے زیادہ کاوش تھی اور وہی ہر معرکے میں پیش پیش رہتے تھے۔ اس کد وکاوش کے صلے میں فریجس ڈیتس کے اسقفوں نے اس اراضی کا بڑا حصہ پایا جو مسلمانوں سے چھینی گئی تھی"۔

"ٹولون (Toulon) میں مفتوحہ اراضی کی تقسیم پر جھگڑا ہوا یہاں عربوں کی حکومت ایک مدت تک قائم رہی تھی اور قدیم مملکت کے آثار مٹ جانے کی وجہ سے پرانی حدود کا پتہ بھی نہ چلتا تھا۔ غلیوم نے ارل سے آکر اس نزاع کا فیصلہ کیا اس نے اہل دیر، امراء اور باشندوں کو مفتوحہ اراضی میں حصہ دیا اور باہمی نفاق کے شعلے جو بھڑک چلے تھے ٹھنڈے ہو گئے اس کارنامے نے اس کے نام کو زندگی بخشی اور وہ ابوالوطن کے خطاب سے پکارا جانے لگا"۔

یہ بات صاف ہو چکی ہے کہ فرکسینٹ کا قلعہ ۹۷۵ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور فرانس سے ان کا تسلط اٹھ گیا۔ لیکن بعض مورخین جن کا ذکر آچکا ہے ۹۸۰ء تک بلکہ ۱۰۰۰ء کے بعد تک فرانس میں مسلمانوں کا وجود ثابت کرتے ہیں

ہمارے نزدیک یہ رائے اعتبار کے قابل نہیں۔ ممکن ہے فرکسینٹ نکل جانے کے بعد بھی کچھ جماعتیں کوہ آپس میں رہ گئی ہوں مگر یہ لوگ مجاہد نہ تھے بلکہ عیسائیوں کی اطاعت قبول کر چکے تھے اور اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائیت میں جذب ہو گئے تھے جو لوگ اپنے مذہب پر قائم بھی تھے وہ غلام بنائے جا چکے تھے اس زمانے کے بعد انجیل کے حلقہ بگوشوں کو حاملان قرآن سے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں رہا۔"

۹۷۶ء میں خلیفہ حکم ثانی کا انتقال ہو گیا اس کا بیٹا (ہشام ثانی) بے تدبیر اور بے قوت فرمانروا ثابت ہوا۔ اس نے اپنے وزیر منصور کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ منصور شجاعت، قوت ارادی اور حسن تدبیر میں اپنی مثال آپ تھا اس نے عیسائیوں کا زور توڑ دیا اور اسلامی حکومت کو قدیم شوکت و جلال کا نمونہ بنا دیا اس نے مسیحی ملکوں میں لشکر بھیجے اور پرجوش حملوں سے بڑے بڑے ملکوں میں دہشت طاری کر دی عیسائی دنیا جو مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر مطمئن ہو بیٹھی تھی اس نئی اٹھان سے پھر لرزہ براندام نظر آنے لگی۔"

"منصور نے قلمدان وزارت سنبھالتے ہی ولائت افریقہ کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی اور لامرکزیت کا خاتمہ کر کے ایک نظام قائم کیا وہاں کے منتخب مجاہدوں کا لشکر تیار کیا، اندلس کے بہادروں کے بھی حوصلے بڑھائے اور سب کو عسکری تربیت دے کر دشمنوں کی طرف لے چلا۔"

افریقہ کے لوگ گرم آب و ہوا کے عادی تھے۔ یورپ کا موسم سرما ان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ اس لئے منصور نے ایک معرکے کے سوا تمام لڑائیاں گرمی کے موسم ہی میں لڑیں ستائیس برس میں اس نے ہنسیٹھ حملے کئے لیکن کسی مقابلے میں شکست نہیں کھائی۔"

"مسلمانوں کے سوار دستے جب کسی ملک پر حملہ کرتے دشمنوں کو شکست دے کر

مردوں کو قتل کر دیتے عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے لونڈی غلام بناتے اور بیچ ڈالتے تھے منصور کے ہر حملے کے بعد قرطبہ، اشبیلیہ، اشبونہ اور غرناطہ کے بازاروں میں لونڈیوں اور غلاموں کی بھیڑ لگی رہتی تھی تاجر انہیں خرید کر افریقہ مصر اور دوسری اسلامی ملکوں میں بیچ لیتے تھے منصور دشمن کے ملکوں میں جہاد کو رضائے الہی کا بڑا وسیلہ سمجھتا وہ تمام معرکوں میں تابوت اپنے ساتھ رکھتا تھا تاکہ موت کے وقت اسی میں دفن ہو اس کا دستور تھا کہ جہاد کی منزلوں میں جو غبار اس کے کپڑوں میں رہ جاتا تھا اسے جھاڑ کر تابوت میں رکھا دیتا تھا تاکہ مرنے کے بعد اسی کا تکیہ بنا کر اس کے سرہانے رکھا جائے۔ اس کی قیادت میں اسلامی لشکر قشتالہ، لیون، نادارہ اراگون اور کتلونیہ کے معرکے سر کرتا ہوا غشقونیہ (گاسکونی) اور جنوبی فرانس میں جا نکلا۔"

"منصور کی قیادت میں اسلامی شہسواروں کے قدم وہاں تک پہنچے جہاں اس سے پہلے اسلامی پرچم کبھی نہیں لہرایا تھا جلیقیہ (galicia) میں شانتیاقب (santiago)[1] کا شہر جو اسپینی عیسائیوں کا مقدس مقام تھا فتح

---

[1] ڈوزی بیان کرتا ہے:-

شنت یاقب حواری کا مزار صوبہ جلیقیہ میں کمپوستیلا کے شہر میں تھا روم‌ۃ الکبریٰ سے قطع نظر کر کے یورپ میں کوئی شہر کمپوستیلا کے برابر عیسائیوں میں مقدس نہ مانا جاتا تھا لیکن اس کی شہرت بہت قدیم نہ تھی قصہ یوں مشہور تھا کہ بادشاہ فرانس قرلہ (شارلمان) کے زمانے میں جلیقیہ کے شہر ایرا کے اسقف سے جس کا نام تھیودمیر تھا لوگوں نے کہا کہ ہم نے رات کے وقت جھاڑی سے عجیب و غریب روشنی پیدا ہوتے دیکھی ہے اور وہاں سے گانے کی آوازیں بھی آرہی تھیں یہ خیال کر کے کہ کوئی معجزہ عنقریب ہونے والا ہے پادری نے اس کے ظہور کے لئے تین دن اور تین راتیں روزے رکھ کر خدا کی جناب میں دعا کی (باقی اگلے صفحہ پر)

ہوا اور جلا کر خاک کر دیا گیا اس کے بڑے گرجے کے گھنٹے (جو قدیس یعقوب کا گرجا کہلاتا تھا) قرطبہ لائے گئے اور ان کی قندیلیں بنوا کر جامع اعظم میں لٹکائی گئیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس کے بعد وہ جھاڑی میں گیا تو وہاں سنگ مرمر کی ایک قبر دیکھی پادری نے فوراً الہام کے ذریعہ سے مطلع ہو کر اعلان کیا کہ یہ قبر یعقوب ابن زیدی حواری مسیح علیہ السلام کی ہے جس کی نسبت مدت سے روائت چلی آتی ہے کہ اسپین میں انجیل کی تعلیم سب سے پہلے انہیں بزرگ نے دی تھی پادری نے از روئے الہام یہ بھی بیان کیا کہ جب ہیرودس کے حکم سے یروشلم میں یعقوب قتل کیا گیا تو اس کے تلانذہ اس کی لاش کو جلیقیہ میں اٹھا لائے اور یہیں اسے دفن کر دیا۔"

" اگر کوئی اور زمانہ ہوتا تو ان باتوں پر طرح طرح کی نکتہ چینیاں ہوتیں لیکن وہ زمانہ اعتقاد بلا دلیل کا تھا کسی کی مجال نہ تھی کہ کلیسا کا کوئی بزرگ جب کوئی خبر دے تو اس میں شک و شبہ کر سکے۔ اگر اس قصہ میں کسی کو شبہ گزرا بھی تو وہ پاپائے رومہ لیو سوم کے اس مقدس فرمان سے رفع ہو گیا کہ قبر جو جھاڑی سے برآمد ہوئی ہے فی الواقع یعقوب شہید کی ہے۔"

" غرض اسقف تھیودومیر نے جو خبر دی تھی وہ الہام سمجھی گئی اور جلیقیہ کے لوگوں کو اس بات پر فخر ہوا کہ حواری مسیح کی ہڈیاں اس کی زمین میں دفن ہیں، بادشاہ لیون اذفونش نے ایرا کے اسقف کو حکم دیا کہ جہاں قبر دریافت ہوئی ہے وہیں سکونت اختیار کرے چنانچہ اسقف وہیں آباد ہو گیا اور قبر پر اس نے ایک گرجا تعمیر کرایا اس کے بعد اذفونش نے اسی قبر پر ایک وسیع اور عالی شان اور بہت خوبصورت عمارت تیار کرائی چونکہ اس عمارت کے اندر عجیب و غریب کرشمے اور کرامات ظاہر ہوتے رہتے تھے اس وجہ سے اس مقام کو بڑی شہرت ہو گئی اور دسویں صدی عیسوی (چوتھی صدی ہجری) کے آخر میں کمپوسٹلا ورنے یعقوب شہید کا مزار فرانس، اٹلی اور جرمنی کے (باقی اگلے صفحے پر)

منصور نے عیسائیوں کی تذلیل کے لئے یہ گھنٹے انہیں کے اوپر بار کرائے اور شنتیاقب (Saint Jacques) سے قرطبہ تک آٹھ سو کلومیٹر کی مسافت میں یہ بارگراں انہیں کے کندھوں پر رہا۔ یہ عبرت خیز واقعہ بھی فراموش کرنے کے لائق نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لوگوں کی زیارت گاہ بن گیا۔ بلکہ مشرق کے ملکوں سے بھی دوڑ دوڑ کے زائر یہاں آنے لگے۔

اسپین اسلامیہ میں مسلمانوں نے شہر کمپوسٹیلا اور اس کے گرجے کا حال سنا تھا۔ بقول ایک عرب مورخ کے یہ مقام عیسائیوں کی نظر میں وہی رتبہ رکھتا تھا جو مسلمانوں کی نظر میں مکہ معظمہ، لیکن مسلمانوں نے اس مقام کے تقدس کا حال دوسروں کی زبانی سنا تھا اسے جا کر کسی نے نہ دیکھا تھا کیونکہ مسلمانوں کو وہاں جانے میں یہ خدشہ تھا کہ کہیں عیسائی انہیں قید نہ کرلیں کسی عرب سپہ سالار کو بھی فوج لے کر ایسے دشوار گزار اور دور مقام کو فتح کرنے کا خیال نہ آیا تھا۔

"لیکن جس چیز کا کسی نے قصد نہ کیا تھا منصور نے اسے کر دکھایا ۔۔ ۳ر جولائی ۹۹۷ء (۲۳ر جمادی الآخر ۳۸۷ھ) ہفتے کے روز منصور سواروں کی ایک فوج لے کر قرطبہ سے روانہ ہوئے ۔ اور ۔۔ اار اگست ۹۹۷ء (چہار شنبہ ۳ر شعبان ۳۸۷ھ) کو اسلامی فوجیں کمپوسٹیلا (شنت یاقب) میں پہنچ گئیں وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی خبر سنتے ہی شہر والے گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں صرف ایک راہب یعقوب حواری کے مزار پر مراقبے میں بیٹھا ہے۔ منصور نے راہب سے پوچھا کہ تم یہاں کیا کرتے ہو؟ راہب نے جواب دیا اپنے خدا کی عبادت کرتا ہوں منصور نے کہا اچھا عبادت کئے جاؤ" اور سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس راہب کو کوئی نہ ستائے"

منصور نے یعقوب حواری کے مزار کی حفاظت کے لئے اور اس خیال سے کہ کوئی اس کی بے ادبی نہ کرے فوج مقرر کردی لیکن باقی شہر کو منہدم کرنے (باقی اگلے صفحے پر)

جب عیسائیوں نے قرطبہ پر قبضہ کیا اور ان گھنٹوں کو کندھوں پر لاد کر شنتیاقب واپس پہونچایا قسمت کا کھلاڑی یہ کھیل اکثر کھیلتا رہتا ہے۔"

منصور کے زمانے میں عیسائی مذہب کا اسپین میں باقی رہنا دشوار ہوگیا لیون، نادارہ، قشتالہ اور دوسرے مسیحی ملکوں کے فرمانرواؤں کو اس خطرے کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنی باہمی رنجشیں دور کر کے متحدہ محاذ بنایا قسیسوں اور اسقفوں نے بھی ہتھیار سنبھالے اور ڈون بوکہ کی روایت کے بموجب لشکر کے آگے آگے چلنے لگے۔"

"عیسائیوں کا یہ لشکر گراں قدیم قشتالہ کی حدود میں اکٹھا ہوا۔ منصور نے بھی اپنی فوجیں جمع کیں اور دونوں طرف فیصلہ کن معرکے کے لئے صفیں آراستہ ہونے لگیں دریائے ڈویرہ کا کنارہ اس خونریز معرکے کا میدان بنا۔ اس قسم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کا حکم دیا چنانچہ شہر پناہ بڑا گرجا اور مکانات گرا دیے گئے۔ کمپوسٹیلا میں ایک ہفتہ قیام کے بعد منصور نے لیمیقیہ کے شہر کی طرف واپسی کا حکم دیا لیمیقیہ پہونچکر عیسائی فوجوں کے سرداروں کو جو اس مہم میں شریک ہوئے تھے بہت سا انعام دیا آخر کار منصور بہت سے عیسائی قیدی ساتھ لئے قرطبہ میں داخل ہوئے ان قیدیوں کو شنت یاقب والے گرجے کے کواڑ اور گھنٹے اپنے کندھوں پر لانے پڑے گرجا کے کواڑ تو مسجد کے بالاخانے پر جس کی تعمیر ابھی تک ناتمام تھی لگائے گئے اور گھنٹے اسی مسجد میں اس طرح آویزاں کئے گئے کہ ان سے گھنٹوں کے بجائے چراغوں کا کام لیا جائے اس وقت کس کو خبر تھی کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ یہی چیزیں مسلمان قیدیوں کے سر پر رکھ کر قرطبہ سے شنت یاقب پہونچائی جائیں گی۔"

(عبرت نامہ اندلس۔ جلد دوم ص ۱۸۱)

کے یادگار واقعے بہت ہی کم ہوئے ہیں۔ تمام دن تلواریں خون کی ندیاں بہاتی رہیں لیکن کسی فریق کے چہرے پر مایوسی کی جھلک بھی نہ دکھائی پڑی عیسائی لشکر لوہے کی زرہوں میں ڈوبا ہوا تھا اس لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا نقصان کم ہوا تھا۔"

"جب رات کا اندھیرا چھایا تلواریں نیام میں گئیں دن بھر کے تھکے ماندے سپاہی اپنے اپنے خیموں میں لوٹے منصور مشورے کے لئے امیروں کا منتظر بیٹھا تھا لیکن بڑی رات تک کوئی نہ آیا۔ منصور نے سناٹے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا تمام اعوان و انصار میدان جنگ میں کھیت رہے۔ منصور کے سامنے انجام کا نقشہ آگیا۔ وہ بیمار پڑ گیا اس نے کوئی علاج کرنا پسند نہ کیا اور چند روز میں وفات پا گیا انہیں کپڑوں میں جو معرکے کے روز پہنے گئے تھے دفن ہوا اور اسی تابوت میں رکھا گیا جو اس غرض سے وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا مدینہ سالم میں Medina (Salem) میں اس کی قبر ابھی تک موجود ہے۔"

"منصور کے زمانے میں اسلامی فتوحات ہی کا دائرہ وسیع نہیں ہوا بلکہ علوم و فنون اور صنعت و حرفت نے بھی غیر معمولی ترقی کی زراعت کو بہت فروغ ہوا اور آبادی میں بھی کافی اضافہ ہوا اندلس نے اس کے زمانے میں جو ترقی کی اس کی مثال اس سے پہلے کسی زمانے میں نہیں ملتی۔"

"منصور کے زمانے میں فروسیت (chevallerice) کے ابتدائی اصولوں نے رواج پایا اس نے عورتوں کے ساتھ رفق و مدارات اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت میں بہت مبالغہ کیا۔ بیکسوں کی مدد اور بے بسوں کی دستگیری کو اپنا شعار بنایا۔"

"منصور نے ۱۰۰۲ء میں وفات پائی اس کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا لیکن

سنہ ۱۰۰۸ء میں اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کی موت سے اسپین کی اسلامی حکومت کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا خانہ جنگیوں کی آندھیاں پھر چلنے لگیں اور مسلمان امیروں نے ایک دوسرے کے خون میں اپنی ہی تلواریں رنگنی شروع کیں۔ جمیعت اسلامی جس نے اپنی خلافت کو قوت بخشی تھی ختم ہو گئی اور مسلمانوں کا زوال کچھ اس طرح شروع ہوا کہ پھر روکے نہ رکا"

"اسلامی اقتدار کو گھن لگ چکا تھا۔ اب عیسائیوں کے لئے بہت آسان تھا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی ملکیت مسلمانوں سے واپس لے لیں۔ عیسائی بھی متحد نہ تھے۔ ناوارہ اور غالیسیہ کے فرماں روا مسلمانوں ہی کی طرح ایک دوسرے کے خلاف خون کے پیاسے تھے لیکن پھر بھی وہ مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے فائدہ اٹھاتے تھے وہ کبھی ایک جماعت کا ساتھ دیتے اور کبھی دوسرے فریق کے ساتھ ہو جاتے کبھی مصلحت دیکھتے تو دونوں فریقوں کو علیحدہ علحدہ کمک پہونچاتے اسقف کبھی ان لڑائیوں میں شریک ہوتے تھے"

سنہ ۱۰۰۹ء میں قرطبہ کے مسلمان آپس میں لڑے اس فتنے میں عیسائیوں نے ایک فریق کا ساتھ دیا۔ مغلوب جماعت نے کتلونیہ کے عیسائیوں سے مدد مانگی کتلونیہ کا لشکر وسط اندلس تک گھس آیا اس لڑائی میں مشہور اسقف مارے گئے اور کاؤنٹ ایرجل ارمانجو کام آیا۔

"مسلمانوں کا زوال شروع ہو چکا تھا ان کی بے بال و پری نے حکومت فرانس کے سارے خطرات دور کر دیئے اور عیسائی حکومت نے دن بدن قوت حاصل کرنی شروع کی"

"سنہ ۹۸۷ء میں فرانس کی حکومت کابٹ (capet) کے خاندان میں منتقل ہو گئی۔ اس خاندان کے فرمانروا شارلمان کے آخری جانشینوں سے زیادہ

حکومت کے اہل تھے۔ نارمنون نے انہیں کے زمانے میں عیسائی مذہب قبول کیا اور غارتگری چھوڑ کر پر امن زندگی گزارنی شروع کی۔ ان کے عیسائی ہو جانے کی وجہ سے مسیحیوں کو نئی قوت حاصل ہوئی۔ مجار بھی اسی زمانے میں عیسائی ہو گئے اور یوروپ میں عیسائیوں کے سوا کوئی دوسری طاقت باقی نہیں رہ گئی"

یہی وہ زمانہ ہے جب جمہور میں عام بیداری کی لہریں پیدا ہونے لگیں اور انہوں نے مطلق العنان بادشاہوں سے حقوق مانگنے شروع کئے۔ اس مطالبے نے شہری آزادی کی صورت میں کامیابی حاصل کی۔ رفتہ رفتہ اسی بنیاد پر جمہوریت کی تشکیل ہوئی اور یوروپ دنیا کے متمدن ملکوں کی پہلی صف میں نظر آنے لگا جس نظریہ کی تخم ریزی اس زمانے میں ہوئی اس کی شاخیں سرسبز ہوتیں بڑھیں اور ان کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا"

اس بیداری کے باوجود فرانس کے ساحل ابھی تک محفوظ نہ تھے اور عرصہ تک مسلمانوں کے حملوں کا نشانہ بنتے رہے۔ سنہ ۱۰۰۳ء میں اندلسی مسلمانوں کا ایک گروہ عین الطیب (Antibes) میں اترا ان لوگوں نے بعض راہبوں کو پکڑ کر غلام بنالیا۔ سنہ ۱۰۱۹ء میں ان میں سے بعض لوگوں نے ناربون پر حملہ کیا لیکن وہاں کے باشندوں نے ان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ان کے بیس آدمیوں کو غلام بنالیا یہ لوگ بہت بھاری بھرکم تھے یہ لیموج سینٹ مارسیال کے گرجے میں بھیج دیے گئے وہاں کے رئیس نے دو آدمیوں کو اپنی خدمت میں رکھا اور باقی اسیروں کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ ڈون بوکہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان عربی نہ تھی"

"سنہ ۱۰۴۷ء میں اندلس کے کچھ مسلمان جزیرہ لیرین (Lerins) میں اترے اور راہبوں کی جماعت کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مرسلیہ کے دیر سینٹ فیکٹور کا رئیس

ان کی رہائی کیلئے اندلس گیا۔"

اندلس کے بعض امیروں نے اسی زمانے میں عیسائی ملکوں پر بحری حملے شروع کئے۔ ان حملہ آوروں میں مجاہد عامری کا نام بہت مشہور ہے اس نے دانیہ اور جزائر بالیار پر جنہیں فرانسیسی موجیٹ (Mugat) یا موزکٹوس (Muse - ctus) کہتے ہیں قبضہ کرلیا۔ کورسیکا، سرڈانیہ، بنیرہ اور جنوہ میں اس کی غارتگریوں سے عام دہشت پھیلی ہوئی تھی۔"

"جب تک فرانس کی بحری طاقت مضبوط نہیں ہوگئی مسلمانوں کے حملوں کا سلسلہ جاری رہا اور جب تک جزائر الغرب پوری طرح فرانسیسیوں کے قبضے میں نہیں آگئے ان حملوں کا سد باب نہیں ہو سکا۔ میگیولون Maque Lonne کے شہر پر مسلمانوں کے حملے اتنے عرصے تک ہوتے رہے کہ اس کا نام ہی پورٹ سراسین ہوگیا۔ اسی صورت سے دریائے رون کے مدخل میں شہر مارٹیگ Martignes ان حملوں کا شکار ہوتا رہا۔ کہا جاتا ہے وہاں عربوں کے زمانے کے بعض آثار ابھی تک موجود ہیں۔"

"جزائر ھییار (Hyeresiles) بھی عربوں کی تاخت وتاراج سے محفوظ نہیں رہے موسیو تولوزان نے لکھا ہے کہ مارٹیگ میں بعض پرانی تحریریں ملی ہیں جن سے یہاں عربوں کے قیام کا پتہ چلتا ہے۔" مجھے فوس میں بھی بعض تحریریں ملی ہیں جن سے جزائر ھییار میں مسلمانوں کی سکونت کی تصدیق ہوتی ہے۔"

"گیارھویں صدی عیسوی کے وسط میں مسلمانوں کا بحری زوال شروع ہوا ۹۶۱ء میں اہل روم نے جزیرہ اقریطیس (کریٹ) واپس لے لیا اور ۱۰۵۰ء میں مسلمان جنوبی اٹلی سے نکال دیئے گئے اور سسلی بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا عیسائیوں نے افریقہ کے بعض ساحلوں پر بھی قبضہ کرلیا اور وہاں عرصے تک ان کا جھنڈا

لہراتا رہا۔"

"اسپین کے عیسائیوں نے بھی آگے قدم بڑھائے اور طلیطلہ، قرطبہ اور اشبیلیہ پر قبضہ کر لیا۔ ایشیا کی طرف صلیبی جانبازوں نے بڑھنا شروع کیا اور مسلمانوں کو اپنی حدود سے نکال کر عربی سرحدوں میں دھکیل دیا زمانے کی ہوا بدل چکی تھی اب عیسائی مجاہدین مسلمانوں کے وطنوں میں گھس کر جنگ آزمائی کرنے لگے تھے"

"ان حالات نے مسلمانوں کو پوری طرح ناامید کر دیا اور ان کے لئے فرانس اور یوروپ کے جنوبی مغربی صوبوں کی طرف بڑھنے کا کوئی موقع نہ رہا۔ ۹۶۰ء میں عرب اہل قلم ابن حوقل مسلمانان اندلس کی بزدلی، کمزوری اور بے تدبیری کا تذکرہ کرتا ہے۔ بارھویں صدی میں ابن سعید نے تعجب کیا ہے کہ اسی زمانے میں عیسائیوں نے مسلمانوں سے اندلس کیوں نہ خالی کرا لیا۔"

"ذیل کی دو روایتوں سے پتہ چلے گا کہ اس زمانے میں شکست خوردہ مسلمانوں کے خیالات نے کیا رخ اختیار کیا تھا ایک عرب مورخ بیان کرتا ہے کہ جب موسیٰ بن نصیر اندلس فتح کر کے شام کی طرف لوٹا خلیفہ نے ان قوموں کے متعلق پوچھا جن سے مسلمانوں کو سابقہ پڑا تھا موسیٰ نے کہا فرانسیسی بڑی تعداد کے مالک ہیں جرأت، قوت ارادی اور ثبات قدمی میں بے نظیر ہیں۔"

"موسیٰ نے فرانسیسیوں سے کوئی مقابلہ نہیں کیا۔ تعجب ہے اس نے فرانسیسی قوم کے متعلق کوئی رائے کیسے قائم کی؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے جیسا کہ عرب مؤرخین کا خیال ہے کہ وہ جنوبی فرانس تک پہونچا تھا تب بھی فرانسیسیوں سے اس کا کوئی مقابلہ نہیں ہوا اس زمانے میں جنوبی فرانس میں گاتھوں کی حکومت تھی چارلس مارٹل اور شارلمان کے زمانے میں مسلمانوں کا سابقہ فرانسیسیوں سے پڑا اور ان کو ان کے صبر و تحمل اور استقلال و ثبات کی جانچ کا موقع ملا۔"

اسپینی مورخ کونڈے نے موسیٰ بن نصیر کا حسب ذیل قول بھی اس روائت کے ساتھ بیان کیا ہے :-

"جب فرانسیسی ہار جائیں تو ان میں کوئی دم باقی نہیں رہ جاتا"

"دوسری روائت جو عرب بیان کرتے ہیں اس کتبے کے متعلق ہے جس کا ماربون میں ملنا بیان کیا جاتا ہے۔ اس کتبے کی عبارت کا مفہوم تھا:-

"اے اولاد اسماعیل! اس جگہ سے آگے نہ بڑھو۔ اگر تم بڑھے اور پیچھے لوٹ نہ گئے تو ہلاک ہو جاؤ گے؛ مقری نے نفح الطیب میں بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ یہ قلمی نسخہ شاہی کتب خانے میں موجود ہے۔"

عربوں کے حملوں کی خصوصیات

اور ان کے نتائج

"اس باب میں ہم عربوں کے حملوں پر مجموعی حیثیت سے نظر ڈالیں گے اور بعض ان حقیقتوں کا اظہار کرینگے جو ابھی تک بیان نہیں کی جا سکیں۔"

"اس جگہ ان مختلف جماعتوں کا ذکر بے موقع نہ ہوگا جو ان معرکوں میں شریک رہیں کوئی شبہ نہیں پہلا حملہ عربوں نے ہی کیا تھا اور اس کے بعد کے معرکوں میں بھی عرب سردار ہی قیادت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ عربوں کا نام ان تمام جماعتوں میں سرفہرست رہا اور ان کو مرکزی حیثیت حاصل رہی کونڈی کے نزدیک سارا سین کے لفظ سے عربوں کے سوا کوئی دوسری قوم مراد نہیں۔"

"لیکن سارا سین کی اصلیت کیا ہے؟ یہ کہاں سے آیا؟ یہ لاطینی لفظ "سارا سفوس" کی خرابی ہے جو یونانی لفظ "سراکنوس" سے نکلا ہے پہلی صدی عیسوی سے یہ لفظ ان خانہ بدوش عربوں کے لئے استعمال ہوتا رہا جو جزیرہ عرب میں دریائے دجلہ و فرات کے کنارے شام اور عجمی ملکوں میں گھومتے پھرتے رہتے تھے اس لفظ کے ماخذ کے تعین میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ انہیں شرقی سے مشتق سمجھتے ہیں۔"

"بطلیموس نے جو یونان کا مشہور جغرافیہ داں اور ماہر فلکیات ہوا ہے مصر کے جغرافیہ میں جزیرہ عرب سے آنے والے قبیلوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ قبیلہ مغاربہ (Machurebe) کہلاتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ساراکینو" سرقیین سے نکلا ہے اس سے وہ عرب مراد ہیں جو ایشیا میں رہے۔ جو ترک وطن کر کے افریقہ میں جا بسے مغاربہ کہلائے۔ آجتک یہ جماعتیں انہیں ناموں سے پکاری جاتی ہیں"۔

"قرون وسطیٰ کے بعض مسیحی عالموں نے "ساراسین" کو "سارہ" (بنت ابراہیم خلیل اللہ) سے مشتق بتایا ہے۔ لیکن یہ خیال صحیح نہیں۔ سارہ حضرت اسحٰق کی والدہ کا نام ہے حضرت اسماعیل کی والدہ کا نام نہیں جن سے عربوں کی نسل چلی"۔

"قرون وسطیٰ میں مسیحی عربوں کو جن ناموں سے پکارتے تھے ان میں ایک لفظ "اسماعیلیہ"[1] بھی ہے۔ اسماعیلیہ سے اسماعیل کے بیٹے مراد ہیں یہ لفظ واقعہ کے

---

[1] اسماعیلیہ صرف عربوں ہی کے لئے نہیں خاص رہا بلکہ بعد کو عام مسلمانوں کے لئے بولا جانے لگا مجار کے ملکوں میں مسلمانوں کا کوئی قبیلہ بارھویں اور تیرھویں صدی عیسوی میں آباد تھا اس کو بھی اسماعیلیہ ہی کے نام سے پکارتے تھے۔ ان کی تعداد زیادہ نہ تھی مجار قوم کے متعصب بادشاہوں نے ان کو قبول عیسائیت کے لئے مجبور کیا اور رفتہ رفتہ یہ قبیلہ عام عیسائی برادری میں جذب ہو گیا۔

یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لفظ "باشقرت" کے ماتحت اس جماعت کا ذکر کیا ہے اس کا بیان ہے:۔

میں نے حلب میں باشقوریہ قبیلے کے لوگوں کو دیکھا اور ان کے ایک آدمی سے ان کے وطن کے حالات پوچھے اس نے بیان کیا کہ ہم لوگ قسطنطنیہ سے آگے ایک مسیحی قوم ہنگر کے ملک میں رہتے ہیں ہم ان کے بادشاہ کے ماتحت ہیں تیس گانوؤں (باقی اگلے صفحے پر)

خلاف بھی نہیں. بلاشبہ عربوں کے اکثر قبیلے حضرت اسماعیل کی نسل سے ہیں حضرت محمد صلعم بھی اسی قبیلے سے تھے. عرب یہ تسلیم نہیں کرتے کہ حضرت اسماعیل لونڈی کے بیٹے تھے اور اس وجہ سے حضرت اسحاق کو ان کے اوپر کسی قسم کی فضیلت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں ہماری آبادی پھیلی ہوئی ہے وہاں کا بادشاہ بغاوت کے خوف سے ہم کو اپنی آبادیوں میں فصیلیں بنانے کی اجازت نہیں دیتا ہم لوگ عیسائی مملکت کے وسط میں آباد ہیں. ہمارے شمال میں صقالبہ کا ملک ہے جنوب میں اٹلی ہے مغرب میں اندلس اور مشرق میں قسطنطنیہ اور روم کی مملکتیں ہیں ہماری زبان فرانسیسی ہے. اور ہم فرنگیوں کا لباس پہنتے ہیں اور ان کے لشکر میں ملازمت کرتے ہیں اور فوجی خدمتیں انجام دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ ہمیشہ مخالفین اسلام سے لڑتے رہتے ہیں: میں نے پوچھا کہ تم لوگ بلاد کفر میں کیسے پہونچے؟ اس نے بیان کیا کہ "ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ زمانہ ہوا ہمارے ملک میں کچھ مسلمان آئے تھے اور ان کی تبلیغ سے ہمارے باپ دادا مسلمان ہو گئے تھے ہم لوگ ان ملکوں میں آتے رہتے ہیں اور علوم شرقیہ حاصل کرتے ہیں جب ہم لوٹ کر اپنے ملک میں جاتے ہیں ہمارے قبیلے کے لوگ ہماری بڑی عزت کرتے ہیں میں نے پوچھا تم فرنگیوں کی طرح داڑھیاں کیوں منڈواتے ہو؟ اس نے کہا "ہمارے یہاں جو لوگ فوجی خدمات انجام دیتے ہیں وہ داڑھی منڈاتے اور فرنگیوں کی وردی پہنتے اور ہتھیار لگاتے ہیں. لیکن دوسرے لوگ ایسا نہیں کرتے" میں نے پوچھا "یہاں سے تمہارا ملک کتنی دور ہوگا" اس نے بتایا کہ "قسطنطنیہ سے ہمارے ملک کا سفر ڈیڑھ مہینے کا ہے"

یوروپ کے عیسائی باشندوں کو مشرق کے لوگ فرنگی کہتے تھے یہی وجہ ہے کہ اس نے مجار کے لئے بھی فرنگی کا لفظ استعمال کیا ورنہ دراصل مجار کا فرانسیسیوں سے کوئی تعلق نہیں میں نے تاریخ مجار کے عالموں سے ان مسلمانوں کے متعلق باتیں کیں جنرل نیٹو ڈور کلوک نے جو جامعہ بوڈاپسٹ میں تاریخ کا استاد ہے بیان کیا (باقی اگلے صفحے پر)

حاصل ہے۔ توراۃ میں حضرت اسحاق کے لئے جو کچھ بیان کیا گیا ہے عرب وہی سب کچھ حضرت اسماعیل کے لئے بیان کرتے ہیں۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ مجار کے ملک میں بعض بلغاری مسلمان آباد تھے۔ یہ اسماعیلیہ کہلاتے تھے یہ ۸۹۶ء سے ۱۳۰۱ء تک رہے یہ لوگ زیادہ تر تجارت کرتے تھے بعض قلعہ میں نوکر تھے تیرھویں صدی میں یہ لوگ بوڈا لسپٹ سے آگے بڑھ کر پورے ملک میں پھیل گئے تھے ۱۰۷۷ء میں شاہ لادیسلاڈس نے ان کو زبردستی عیسائیت قبول کرنے کا حکم دیا لیکن ان کی اکثریت درپردہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہی۔ ۱۰۹۵ء میں شاہ کولومان نے فرمان نافذ کیا کہ اسماعیلیہ کسی گاؤں میں نصف سے زیادہ نہ رہنے پائیں اور ان کی لڑکیاں عیسائیوں سے بیاہی جائیں اس بادشاہ کے بعد دوسرے بادشاہوں کے زمانوں میں یہ لوگ فوجی خدمتیں انجام دیتے رہے کسی بادشاہ نے فریڈرک بربروسہ (المانی شہنشاہ) کی مدد کے لئے ۱۱۶۱ء میں جو لشکر بھیجا تھا اس میں اسماعیلیہ قبیلے کے پانچ سو سپاہی بھی شامل تھے ۱۲۲۶ء میں یاقوت حموی حلب میں ان لوگوں سے ملا تھا۔ ۱۲۲۲ء میں اسماعیلیہ اور یہود مذہبی اختلافات کی بناء پر مظالم کا شکار ہوئے۔ ۱۲۳۵ء سے ۱۲۷۰ء تک ان کی مالی حالت اتنی اچھی رہی کہ ملوک مجار ان سے قرض لیتے تھے یہ ۱۴۲۰ء تک مسلمانوں کی حیثیت سے باقی رہے اور اس کے بعد مجاری جماعت میں رفتہ رفتہ جذب ہونے لگے ۱۲۶۶ء میں ان کا ایک گاؤں جو تمرکنی Temer Keny کہلاتا تھا موجود تھا لورنیک اعظم کے زمانے تک بعض بچے کھچے اسماعیلیہ خاندان موجود تھے۔"

ہم اسماعیلیہ کے اوپر تفصیل سے اپنی دوسری کتاب "بلاد مجار کی سیاحت" میں لکھیں گے یہاں اس بحث سے صرف یہ مقصود تھا کہ فرنگی اہل قلم صرف عربوں ہی کو نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو اسماعیلیہ کہتے تھے مجار کے ملک میں جو مسلمان رہتے تھے وہ عرب نہ تھے بلکہ مجار یا باشقرد قوم کے لوگ تھے اور اپنی اصل کے اعتبار سے یہ لوگ عرب نہیں بلکہ تاتاری تھے۔

"قرون وسطیٰ میں عربوں کو "ھجاریہ" (یعنی ہاجرہ کی اولاد) بھی کہا گیا ہے لیکن عرب اس لفظ سے بالکل ناآشنا ہیں"

"جن لوگوں نے عربوں کے ساتھ ان معرکوں میں حصہ لیا ان میں وہ جماعتیں بھی شامل تھیں جو کوہ اطلس کے قرب وجوار میں (مصر سے بحراوقیانوس تک اور بحیرۂ روم سے سوڈان تک پھیلی ہوئی تھیں یہ لوگ بربر کہلاتے ہیں۔ یہ اپنے نخاسی رنگ، نوکیلی ناک، پتلے ہونٹ اور گول چہروں سے پہچانے جا سکتے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے یہ اس وقت سے پہلے جب قرطاجنہ میں فنیقیوں کا وجود بھی نہ تھا افریقہ میں موجود تھے۔ یہ پرانے زمانے سے پہاڑوں میں رہتے تھے اور کسی بیرونی طاقت کا اقتدار تسلیم نہ کرتے تھے۔ یونانیوں اور رومیوں نے ان کو بربر کے نام سے پکارا تھا یہی لفظ آج بھی ان کے لئے بولا جاتا ہے یہ قوم قرطاجنی، رومی، ونڈال اور افریقہ کے دوسرے قبیلوں کے ساتھ مل کر ایک جماعت بن گئی اور تاریخ میں مغاربہ (maure) یا افریقی گروہ (Afriou Afr-acaia) کے نام سے مشہور ہوئی"

"ان کے علاوہ فرانس کی لڑائی میں جرمانی اور صقلبی نسل کے قبیلوں نے بھی عربوں کا ساتھ دیا۔ ان کے آباؤ اجداد چوتھی پانچویں صدی عیسوی میں بحر اسود اور دریائے ڈینیوب کے شمال میں رہتے تھے اور صقالبہ، خروطیس، سربین مورافینن اور بوھمینین وغیرہ مختلف ناموں سے مشہور تھے یہ وسطی اور جنوبی یورپ کی طرف بھی گئے اور بولونیہ، بوھیمیہ، سربیہ، دلماسیہ اور بعض یونانی علاقوں پر قابض ہو گئے یہ راستے میں سکسن اور ہن قبیلوں سے لڑتے بھی گئے مجار اسی مؤخر الذکر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے چارلس مارٹل اور اس کے جانشینوں کی حکومتیں ان قبیلوں سے ہمیشہ برسرپیکار رہتیں یہ وحشی ان کے ملکوں کو ہمیشہ

اپنی غارتگری کا نشانہ بنائے رہے جب تک جرمانی اور سلاف عیسائی نہ ہو گئے یہ لوٹ مار بند نہ ہو سکی۔"

"یہ وحشی جنگی اسیروں کو غلام بنا لیتے اور ان کے ساتھ جانوروں جیسا برتاؤ کرتے تھے۔ ہالینڈ کے باشندے اپنے غلاموں کو بیچ لیتے تھے یہ دستور رفتہ رفتہ فرانس اور قرب وجوار کے ملکوں میں بھی رائج ہو گیا۔ جب ان قوموں نے عیسائی مذہب قبول کیا ان بری رسموں کا خاتمہ ہوا۔"

"جب مسلمانوں نے شام، مصر، افریقہ اور اندلس فتح کیا غلاموں کی تعداد بہت بڑھ گئی عرب غلامی سے واقف تھے یہ اپنے غلاموں سے ہاتھ پیر کے تمام کام لیا کرتے تھے ان سے زمینیں ہموار کراتے اور تخم ریزی میں مدد لیتے۔ لیکن شریعت اسلامی میں غلاموں کی بے حرمتی جائز نہیں ہر غلام اپنی صلاحیتوں کے بموجب بغیر کسی امتیاز کے ویسی ہی ترقی کر سکتا ہے جیسی کسی آزاد کے لئے ممکن ہے تاجروں کے گروہ جرمانین اور سلاف کے ملکوں میں جاتے۔ کبھی کبھی بحر ایڈریاٹک اور بحر اسود کے کنارے جا نکلتے اور غلاموں کی خریداری کرتے تھے اہل قوقاس نے ابھی تک اپنے بچوں کا بیچنا ترک نہ کیا تھا یہ قبیلے اپنے بچے ان تاجروں کے ہاتھ بیچ لیتے تھے غلاموں کی بڑی تعداد خرید و فروخت ہی کے ذریعہ سے بازاروں میں نہیں آتی تھی بلکہ جنگی قیدی بھی غلام بنا کر فرانس کے بازاروں میں فروخت ہوتے تھے۔"

مسلمان عورتوں کے معاملے میں بہت غیرت مند تھے اس لئے فتنوں سے بچنے کے لئے غلاموں کے آختہ کرنے کا رواج شروع ہوا یہ بے آزار غلام گھروں میں گھر کام کاج کے لئے آتے جاتے تھے اس صورت سے فرانس میں خصی کی صنعت شروع ہوئی اس کام کے لئے ورڈن (Verdun) میں بڑا معمل قائم کیا گیا تھا۔"

"جو بچے اس خطرناک عمل جراحی سے بخیر و خوبی عہدہ برآ ہوتے تھے وہ اندلس کے بازاروں میں بڑی قیمتوں پر فروخت ہوتے تھے یہ صقلبی آختہ غلام گھوڑوں اور قیمتی ساز و سامان کی طرح ہدیے کے طور پر بھی پیش کئے جاتے تھے ایک عرب اہل قلم نے ذکر کیا ہے کہ کتلونیہ کے فرانسیسی امراء نے اندلس کے خلیفہ کے پاس تقرب حاصل کرنے کے لئے ہدیے بھیجے تھے ان ہدیوں میں بیس صقلبی غلام بھی تھے۔"

"عرب جرمانی، صقلبی اور سلامی غلاموں کو صقلبی (Saclabas) ہی کہتے تھے۔ غالباً اسی لفظ سے اسکلیو (Esclave) جس کے معنی غلام ہیں نکلا ہے۔ خلفائے قرطبہ اور امراء اندلس کے درباروں میں نگرانی اور حفاظت کا کام زیادہ تر یہی صقلبی انجام دیا کرتے تھے۔ سسلی میں ان کی بڑی تعداد تھی۔ شہر بلرم میں ان کے نام سے ایک محلہ منسوب تھا۔ افریقہ میں بھی ان کی تعداد کم نہ تھی۔ یہ بڑے بڑے عہدے پاتے اور اعلیٰ منصبوں پر سرفراز ہوتے تھے۔ چنانچہ عرب حکومت کی کوئی تاریخ ان صقلبی غلاموں کے ذکر سے خالی نہ ملے گی۔"

"عربوں اور بربروں کے ملکوں میں صرف شمالی یورپ کے بت پرست تاجر ہی بردہ فروشی نہیں کر رہے تھے بلکہ افسوس ہے اہل اٹلی اور فرانس بھی جنہوں نے مسیحی فضا میں پرورش پائی تھی اس کاروبار میں شریک تھے۔ یہودی اہل ملک کی غریبی سے پھل پھول رہے تھے۔ یہ غریبوں کے بچوں کو خریدتے اور ان بندرگاہوں تک پہونچا دیتے جہاں یونان اور بنا وقہ کی کشتیاں ان کی خریداری کے لئے موجود ہوتی تھیں۔ اس طرح یہ غلام اسلامی ملکوں میں پہونچا دیے جاتے تھے۔"

"یہ مذموم تجارت عیسائیت کے مرکز تک جا پہونچی تھی۔ موراتوری کے مجموعے میں بعض روائتیں آئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۷۷۵ء میں پوپ زفر یا نے غلام لڑکوں اور لڑکیوں کی بڑی تعداد کافی رقم خرچ کر کے بنا وقہ سے خریدی تھی

یہ غلام روم سے باہر بھیجے جا رہے تھے۔ اسی پوپ نے عاجز آ کر یونان کے بہت سے جہازوں کو جو غلاموں کی خریداری کے لئے آ رہے تھے جلوا دیا تھا۔"

"موسیو میشو کی تاریخ حروب صلیبیہ میں ذکر آیا ہے کہ یورپ میں یہ تجارت تیرھویں صدی عیسوی تک چوری چھپے جاری رہی تھی۔ یہی مسیحی قیدی اور غلام اسلامی لشکروں میں کام کرتے تھے۔ اس زمانے میں لڑائیوں کا بڑا مقصد یہ لونڈی غلام بھی ہوتے تھے جب کوئی جنگ شروع ہوتی افریقیہ اور اندلس کے بازار لونڈیوں اور غلاموں سے بھر جاتے۔ غلام بچے عربی فضا میں اسلامی تربیت پاتے۔ جب بالغ ہوتے ان کے رگ و ریشے میں اسلامی تعلیم رچ جاتی اور وہ بھول کر بھی ارتداد کا خیال نہ کرتے۔ بالغ اسیر قبول اسلام پر مجبور نہ کئے جاتے احکام قرآنی کے بموجب (لااکراہ فی الدین) مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی جائز نہیں۔ بالغ قیدیوں کی بڑی تعداد خوشی سے اسلامی فوجوں میں کام کرتی تھی۔"

"تسخیر اندلس کے وقت بے شمار عیسائیوں اور یہودیوں نے عرب اور بربر فاتحوں کی مدد کی۔ عربوں کے پاس اتنی فوجیں نہ تھیں کہ مفتوحہ ملکوں کی نگرانی کے لئے مامور کرتے۔ جب کوئی نیا علاقہ فتح ہوتا انہیں یہودیوں کو اس کا نگراں بنایا جاتا۔[1] جب مسلمان فرانس اور قرب و جوار کے ملکوں میں داخل ہوئے ان کو وہاں کے باشندوں میں بہت سے ایسے مددگار ملے جو دینی اور وطنی حمیت سے بالکل خالی تھے وہ عوام کی مصیبت سے فائدہ اٹھاتے تھے اور عربوں کے آگے آگے چلتے اور ان

---

[1] نفح الطیب میں آیا ہے کہ مغیث نے ان یہودیوں کو قرطبہ کا نگراں بنایا تھا جنہوں نے دشمنی کی وجہ سے عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی تھی ان کا بیان ہے کہ انہوں نے غرناطہ فتح کر کے یہودیوں کو نگران بنا دیا وہ ہر نیا شہر فتح کر کے یہودیوں کو مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ نگراں بنا دیتے تھے اور نئے شہروں کی تسخیر کے لئے آگے بڑھ جاتے تھے۔"

کے اشاروں پر ناچتے تھے۔ مرسیلیہ کے ڈیوک مورونٹ اور دوسرے امیروں نے اپنے اہل وطن کے خلاف عربوں کی مدد کی جب ملک کے بڑے بڑے سرداروں کا یہ حال تھا عوام کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے؟

"کوئی شبہ نہیں ڈوفینی ہیمونٹ، سیوائے اور سوئٹزر میں خود وہاں کے باشندوں نے چھپ کر اور کبھی کھل کر اپنے وطن والوں سے غداری کی۔ اس زمانے کے مورخین شرم کی وجہ سے ان غداریوں کی تفصیل نہیں بیان کرتے لیکن پھر بھی بعض عیسائیوں کی ملت فروشی کی طرف ہلکا سا اشارہ کر جاتے ہیں۔ دراصل اگر اہل ملک نے یہ خیانت نہ کی ہوتی تو مسلمان اتنے دور دراز ملکوں سے آکر اتنے مختصر لشکر کے ساتھ کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکتے۔ اس زمانے میں نقل وحرکت کے اتنے وافر ذرائع نہ تھے جتنے آج موجود ہیں۔"

"عربوں نے اہل ملک کی غداری سے فائدہ اٹھایا۔ ہم نے لوولیس کی تاریخ میں پڑھا ہے کہ عربوں نے ورسیل (Verceil) کے قریب اہل ملک پر جنگ کے بعد قبضہ پایا اور مفتوحین کی بڑی جماعت کو قید کر کے شہر میں داخل ہوئے اور ان اسیروں کو بیچنا شروع کیا۔ جو اپنے اسیر کو آزاد کرانا چاہتا تھا قیمت ادا کرتا تھا۔"

"ہم نے ناربون کے رئیس الاساقفہ قدیس تھیوڈارڈ (Theodard) کے بیان میں پڑھا ہے کہ جب مسلمانوں نے لینگیوڈاک پر حملہ کیا یہودی ان سے جا ملے اور مسلمانوں کے لئے طلوزہ (Toulouse) کے پھاٹک کھول دیے۔ شارلمان نے اس خیانت کی سزا میں حکم دیا تھا کہ تینوں بڑی عیدوں کے موقعوں پر بڑے گرجے کے سامنے کسی یہودی کی بے حرمتی کی جایا کرے۔ یہ رسم ایک عرصہ تک جاری رہی اور ایک مدت کے بعد ایک رقم کے معاوضے میں یہ دستور ختم کیا گیا

طلوزہ میں مسلمان کبھی داخل نہیں ہوئے اس لئے یہ روائت صحیح نہیں معلوم ہوتی ممکن ہے یہ واقعہ کہیں اور پیش آیا ہو۔"

"ان حملہ آوروں کی زبان کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ سب عربی نہیں بولتے تھے ابن قوطیہ بیان کرتا ہے کہ ان میں سے بعض کی زبان بربری تھی۔ ۱۰۱۹ء میں جن لوگوں نے ناربون (Narbone) پر حملہ کیا تھا وہ عربی نہیں جانتے تھے ان کی تمام جماعتیں مسلمان بھی نہ تھیں ان میں یہودی بھی تھے اور بت پرست بھی۔ کبھی کبھی عیسائی بھی ان کے ساتھ ہو لیتے تھے۔ بربروں میں بعض بت پرست تھے اور بعض مجوسی۔ یہ عرصے تک اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ فتح افریقیہ کے بعد ان کی پوری قوم مسلمان ہو گئی[1]۔"

"یہ بات تعجب خیز ہے کہ قرون وسطی کے عیسائی مسلمانوں کو بت پرست سمجھتے تھے حالانکہ مسلمانوں سے زیادہ بت پرستی سے دور کوئی دوسری قوم نہ ہوگی۔ توحید کے عقیدے میں غلو ہونے کی وجہ سے انہوں نے کسی وثنی شعار کو جائز نہیں رکھا اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ زندہ مخلوق کی تصویروں کو بھی حرام قرار دیا۔ لیکن بانیٔ اسلام کی ذات سے غیر معمولی شیفتگی نے یوروپ کے عوام کو اس دھوکے میں مبتلا کر دیا کہ وہ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ قرون وسطی کے عیسائی تمام غیر مسیحی جماعتوں کو بت پرست سمجھتے تھے۔ اس تاریخ میں جو مطران توربین (Torpin) کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ "اسپین میں سمندر کے ساحل پر تانبے کا ایک بت ہے جسے (نعوذ باللہ) محمد صلعم نے خود بنایا تھا اور تمام مسلمان اسے سجدہ کرتے ہیں"

---

[1] اس زمانے میں بعض فرانسیسی اہل قلم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ بربروں کی پوری قوم مسلمان نہیں ہوئی تھی رینو کے بیان سے ان کے دعوے کی پوری طرح تردید ہو جاتی ہے۔

فیلومین (Philomane) نے بھی اپنی تاریخ بلاد لینگیوڈاک میں شارلمان کی فتح' میں ذکر کیا ہے کہ ناربون میں محمد صلعم کا ایک نقرئی بت تھا جس پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ عرب اپنے تسلط کے زمانے میں یقین رکھتے تھے کہ یہ بت مصیبت کی گھڑیوں میں ان کو پناہ دے گا ایک تمثیلی روایت نے جس کا نام قدیس نقولا کا کھیل ہے قرون وسطی میں غیر معمولی شہرت حاصل کی تھی۔ اس میں بیان کیا گیا تھا کہ افریقہ کا کوئی مسلمان امیر تروگینٹ (Tervagnet) نامی بت کی پرستش کرتا تھا۔ جب اس کی مراد پوری ہو جاتی بت کے رخساروں کو سونے کے ورقوں سے آراستہ کرتا تھا۔ ایک فرانسیسی قصیدے میں جس میں مشہور ہیرو رولان کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں۔ ذکر آیا ہے کہ مسلمانان سرقسطہ (سارگوسا) نے کسی غار میں ایک ہیکل بنوایا تھا۔ اس غار میں سونے کے بہت سے بت تھے۔ ہر بت کے ہاتھ میں عصا اور سر پر تاج ہوتا تھا۔ مسلمان اس غار میں عبادت کے لئے اکٹھا ہوتے تھے[1]۔

تروگینٹ کا تلفظ کبھی ترماگنٹ بھی کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ اپولن (Apolin) اور دوسرے بتوں کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ پرانے قصوں میں لافیوگٹ کا افسانہ بھی بہت مشہور ہے ان کا خیال تھا یہ اصنام مسلمانوں کے

---

[1] اہل کلیسا ایک ہزار سال تک یورپ کے باشندوں کو اپنی افترا پردازیوں سے دھوکہ دیتے رہے قرون وسطیٰ میں عوام کا کیا ذکر خواص بھی ان اوہام اور خرافات کو حقیقت سمجھتے رہے۔ اس زمانے میں بھی علوم و معارف کی ترقی نے بہت سی غلط فہمیوں کا پردہ چاک کر دیا ہے، رومن کیتھولک طبقے کے لوگ اسی قسم کے اوہام کا شکار ہیں۔ اور ان کے پادری اپنے پیروؤں کو آج بھی اپنے بزرگوں کی طرح حقیقتیں توڑ مروڑ کر دھوکہ دیتے ہیں۔

معبود ہیں "

"ہمارے بزرگ اپنے تعصب اور اسلام دشمنی میں اتنا آگے نکل گئے تھے کہ قدیس نقولا کے کھیل میں ان کو محمد صلعم کا بت کھڑے کر دینے میں ذرا بھی تامل نہ ہوا۔ یہ ان مفروضہ بت خانوں کو محمدیہ (Mohamarie) کہتے تھے۔ خلاف واقعہ افسانہ سازی کی اس سے زیادہ عبرت خیز مثال اور کیا ہوگی! ان بے سروپا قصوں کو حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں"

"مسلمانوں کی بت شکنی بہت مشہور ہے۔ مشہور فاتح محمود غزنوی نے ۱۰۲۵ء میں ہندوستان پر حملہ کیا اور ایک صنم خانے پر قبضہ کر کے بت توڑنے کا ارادہ کیا۔ پجاریوں نے بت کے برابر سونا پیش کر کے اس کو بت شکنی سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن محمود نے یہ کثیر زر قبول نہ کیا اور صاف صاف کہدیا کہ اس بت کو توڑ کر مسجد کی چوکھٹ بنائے گا تاکہ آنے جانے والوں کے قدموں سے روندا جائے۔ یہ واقعہ اسلامی تاریخ میں نیا نہیں۔ ہماری کتاب "عربی تاریخوں سے صلیبی لڑائیوں کے خلاصہ" میں اس قسم کی بہت سی مثالیں دیکھنے میں آئیں گی"

"ہمارے بزرگوں نے حقیقت نظر انداز کر کے ان بے سروپا افسانوں پر کیوں اعتبار کیا؟ بعض اہل علم کا خیال ہے ترو یگینٹ اپولن اور اسی قسم کے نام شمالی یوروپ کے بت پرست باشندوں (نارمن) کے ذریعہ سے یوروپ میں پھیلے۔ عام لوگوں نے ان بتوں کو مسلمانوں کے سر تھوپ دیا۔ ان کے نزدیک عیسائیوں کے سوا ساری دنیا بت پرست تھی اس لئے اس انتساب میں ان کو کوئی تامل نہ ہوا۔ بربروں میں بھی بعض وثنی عادتیں تھیں۔ ان کے رسم و رواج کو بھی عام عیسائیوں نے عربی خیال کیا"

"یہ حقیقت بھی نظر انداز کرنے کے لائق نہیں کہ جو کتابیں مسلمان کو بت گر اور بت

پرست بتاتی ہیں انہیں میں ذکر آیا ہے کہ جب مسلمانوں کو ان بتوں سے کوئی نفع نہ پہونچا انہوں نے ان کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیا؛

'یوروپ میں اسلام اور عربوں کا نام اسلامی فتوحات کے سلسلے میں سرفہرست تھا۔ اس لئے عربوں کے ساتھ جو بربر اور صقلبی جنگجو شریک تھے ان کے کارناموں کا غلط تذکرہ نہیں ملتا۔ ہم کو جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ مسلمان عرب مصنفوں کا لکھا ہوا ہے؛

'عربوں کے ان حملوں کے اسباب مختلف ہیں۔ بعض حملہ آوروں نے مال غنیمت کے لالچ میں چڑھائیاں کیں اور بعض منچلوں نے نئی دنیا دیکھنے کے لئے ان لڑائیوں میں حصہ لیا۔ کچھ دیندار جماعتوں نے ثواب آخرت کی امید میں اسلام کی توسیع اشاعت کے لئے یہ مشقتیں برداشت کیں۔ قرآن شریف میں جہاد فی سبیل اللہ کی ترغیب آئی ہے:۔

انفروا خفافاً و ثقالا و جاھدوا باموالکم و انفسکم
فی سبیل اللہ ولکم خیرٌ لکم ان کنتم تعلمون

جو مسلمان ہتھیار اٹھانے کے لائق ہوتے تھے وہ لڑائی میں شریک ہوتے تھے جو معذور ہوتے تھے روپے پیسے سے مدد کرتے تھے۔ قرآن شریف میں آیا ہے:۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ
فبشرھم بعذاب الیم

جو مسلمان میدان جنگ میں لڑتا ہوا مارا جاتا تھا شہادت کی موت پاتا تھا قرآن شریف میں ہے:۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً
بل احیاء عند ربھم یرزقون

"جو شخص اسلام کے لئے جان دے دیتا عام مسلمان اس کو شہید کہتے تھے۔ بالکل ویسے ہی جیسے عیسائی مذہب کے لئے جان دینے والے عیسائیوں کے نزدیک شہید ہوتے تھے۔ اسلامی شریعت کے بموجب مسلمانوں پر فرض ہے کہ لڑائی شروع کرنے سے پہلے غیر مسلموں کو اسلام کا پیغام دیں۔ اگر وہ اسلام قبول نہ کریں جزیے کے لئے کہا جائے اگر ان کو جزیہ دینا بھی منظور نہ ہو تو لڑائی کا اعلان کیا جائے فرانس میں اسلامی لشکر کے داخلے سے پہلے تبلیغ اسلام کی پہلی شرط پوری کی گئی ہوگی۔ لیکن وہاں کے باشندوں نے یہ شرط پوری نہ کی اور اسلامی لشکر کو لڑائی کے لئے تیار ہونا پڑا۔"

"اسلامی لشکر میں فتوحات کے ابتدائی زمانے میں تلواریں گلے میں ڈالنے کا رواج تھا۔ بغل میں ترکش لٹکائے جاتے تھے۔ کمانیں کندھوں پر رکھی جاتی تھیں اور سر پر عمامہ ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ زمانے کے ہیر پھیر سے مسلمانوں کی وضع بھی بدلنے لگی اور مسیحی لباس اور ہتھیاروں کا رواج ہوا مسلمانوں نے زرہیں پہننی شروع کیں، عمامے چھوڑ دیئے اور ہندی ٹوپیوں کا چلن چل نکلا اور شہر بوردو کی تلواریں جو اس زمانے میں بہت مشہور تھیں استعمال ہونے لگیں۔"

"کتلونیہ (catholonia) کے فرانسیسی امیروں نے خلیفہ کو دس سلانی زرہیں اور سو فرانسیسی تلواریں ہدیہ دی تھیں۔ خلیفہ نے اپنے وزیر کو قلمدان وزارت سپرد کرتے وقت سو فرانسیسی سوار جن کے گلے میں تلواریں لٹک رہی تھیں، سروں پر ہندی ٹوپیاں تھیں اور نیچے سے اوپر تک لوہے میں غرق تھے بطور انعام دیئے تھے الغرض مسلمانوں نے ہتھیاروں، جھنڈوں اور گھوڑوں کے ساز و سامان کے بارے میں مسیحی یوروپ کی تقلید کی تھی لیکن وہ ہلکے ساز و سامان کو ترجیح دیتے تھے اور وزنی ہتھیاروں کو جنہیں یوروپی فوجیں استعمال کرتی تھیں پسند نہیں کرتے تھے۔"

"غنیمت میں جواہرات، سکے، کپڑے اور لونڈی غلام ہاتھ آتے تھے۔ غلام

غنیمت کا بہترین حصہ سمجھے جاتے تھے امیر قانون شریعت کے بموجب پانچواں حصہ لے لیتا تھا اور غریبوں اور مسافروں کی امداد میں خرچ کرتا تھا۔ باقی رقم اہل لشکر کو دے دی جاتی تھی۔ سوار کو پیدل کا دوگنا حصہ ملتا تھا۔ لشکروں کے ساتھ عام طور سے تاجروں کے گروہ بھی لگے رہتے تھے۔ یہ ساز و سامان اور لونڈی غلام جو کچھ ہاتھ آتا خرید لیتے تھے۔"

اس زمانے کے اسیروں کی حالت آجکل کے جنگی قیدیوں سے بہت مختلف تھی جب کوئی عیسائی گرفتار کیا جاتا تھا، ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال دی جاتی تھیں جب مال غنیمت تقسیم ہوتا یہ اسیر اپنے آقا کو پہچانتا اور اس کی ملکیت ٹھہرتا مالک جس طرح چاہتا کام لیتا وہ جو کچھ کماتا تھا آقا اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ آقا کے بعد اس کے بیٹے مالک ہوتے اور اس غلام کی اولاد بھی مالک اور مالک کے بیٹوں کی غلام رہتی تھی۔ اگر آقا اسلام دوست ہوتا تو عیسائی غلام کو اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ اگر وہ اسلام قبول کرتا تھا تو آزاد کر دیا جاتا تھا۔ اگر آقا آزاد نہ کرتا اللہ کے دوسرے نیک بندے خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک غلام آزاد کرنا بڑے ثواب کا کام تھا۔"

"یہ آزاد کردہ غلام دوسرے آزاد لوگوں کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ یہ عام اسلامی برادری میں سب کے برابر سمجھے جاتے تھے اور عام مسلمانوں کی طرح ان کے لئے بھی ترقی کے دروازے کھلے ہوتے تھے یہ غلام جو آزاد کر دئیے جاتے تھے۔ مولیٰ کہلاتے تھے۔ عربی زبان میں مولیٰ سردار اور غلام دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے غلاموں کا ایک دوسرا طبقہ بھی ہوتا تھا۔ ان کی آزادی مشروط ہوتی تھی یہ ہر سال اپنے مالک کو ایک مقررہ رقم ادا کرتے تھے۔"

" اگر کوئی عیسائی اسیر قبول اسلام سے انکار کرتا تو اس سے کھیتی باڑی اور دوسری

مشقت کے کام لئے جاتے تھے۔ عیسائی غلاموں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جنھوں نے مذہب بدلنا پسند نہ کیا۔ وہ اپنے مذہب پر قائم رہے۔ جنگ میں ان سے بڑے بڑے کام لئے جاتے تھے۔ ان کی کافی تعداد خلفاء اور شاہان قرطبہ کے درباروں میں حفاظت ونگرانی کی خدمت پر مامور تھی:

"عیسائی غلاموں کے لئے بھی جو مذہب کی تبدیلی پسند نہ کرتے تھے آزادی کی شکلیں پیدا ہوتی تھیں جب مسلمان امیر یا بڑا آدمی کسی مصیبت میں پھنستا تھا اور خدا کی مہربانی سے اس کی مشکل آسان ہو جاتی تھی تو وہ شکر گذاری کے اظہار میں غلام آزاد کرتا تھا۔ ۹۹۷ء میں منصور بن ابی عامر کے لشکر نے افریقہ کی زبردست مہم میں کامیابی حاصل کی تو اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اٹھارہ سو عیسائی غلاموں کو جن میں عورتیں بھی شامل تھیں[1] آزاد کیا۔"

---

[1] علامہ رشید رضا نے اپنی کتاب "الوحی المحمدی" میں لکھا ہے کہ علماء کافر غلام کی آزادی کے بارے میں متفق ہیں صرف اختلاف اتنا ہے کہ یہ غلام کفارہ میں بھی آزاد کئے جا سکتے ہیں یا نہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ علامہ رشید رضا کی کتاب "الوحی المحمدی" کے باب غلامی کا خلاصہ پیش کر دیں۔ نئی درس گاہوں میں تعلیم پانے والے طلباء ان ضروری مسائل سے بالکل بے خبر ہیں۔ وہ تنگ نظر فقہا سے اپنے سوالات کا تشفی بخش جواب نہیں پاتے اور مزید گمراہیوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ علامہ رشید رضا بیان کرتے ہیں:۔

پرانے زمانے میں مصر، بابل، فارس، ہندوستان، یونان، روم اور عرب میں غلامی کا رواج تھا یہاں غلاموں سے سخت جسمانی خدمتیں لی جاتی تھیں، یہودی اور نصرانی مذہبوں نے بھی غلامی کو جائز رکھا۔ یورپی ملکوں نے بھی اٹھارھویں صدی عیسوی تک غلامی کے قدیم رواج میں کوئی اصلاح نہیں کی۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں (باقی اگلے صفحے پر)

عیسائیوں نے بھی اسیروں کی رہائی کا کام شروع کر دیا تھا۔ یہ روپیہ اکٹھا کر کے اسپین اور افریقہ جاتے تھے اور فدیہ دے کر عیسائی قیدیوں کو چھڑا لاتے تھے اس زمانے میں اسیروں کی رہائی کے لئے راہبوں نے ایک منظم جماعت بنائی تھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) امریکہ میں انسداد غلامی کی جدوجہد شروع ہوئی اور انیسویں صدی کے اخیر میں انگلستان نے بھی امریکہ کی پیروی کی لیکن افسوس ہے یہ دوڑ دھوپ مساوات انسانی کی بحالی کے لئے نہ تھی یہی وجہ ہے کہ امریکہ میں جہاں جسمانی غلامی ناجائز قرار دی جا چکی ابھی تک سرخ نسل کے باشندے سیاسی غلامی کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ انگریز بھی انسانی آزادی کی حمایت کے باوجود ان ہندوستانیوں کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کو برابری کا درجہ دینے کے لئے ابھی تک تیار نہیں ہیں؛

اسلام پہلا مذہب ہے جس نے غلاموں کی اصلاح اور غلامی کے انسداد کی طرف توجہ کی اسلام نے ایسے قوانین وضع کئے جن سے بتدریج لیکن تیزی کے ساتھ غلامی کا انسداد ہو گیا اگر غلامی کا انسداد ایکبارگی کر دیا جاتا تو انسانیت کے ابتدائی نظام میں بڑی ابتری پیدا ہو جاتی۔ ان قوانین میں آقا اور غلام دونوں کی مصلحتوں کا پورا لحاظ رکھا گیا تھا۔ امریکہ میں جب انسداد غلامی کے قوانین منظور ہوتے غلاموں کی ایک تعداد نان شبینہ کی محتاج ہو گئی۔ وہ آزاد ہو جانے کے باوجود محض ایک ٹکڑے روٹی کے لئے پھر اپنے مالکوں کے پاس تجدید غلامی کی آرزو لے کر پہونچے یہی صورت سوڈان میں بھی پیش آئی انگریزوں نے ان آزاد غلاموں کے روزگار کا مستقل انتظام کرنا چاہا لیکن فوری طور پر کوئی تدبیر بن نہ پڑی مجبوراً یہ غلام اپنے آقاؤں کے حوالے اس شرط سے کئے گئے کہ ان کی خرید و فروخت اور تجارت جائز نہ ہوگی۔

اسلام میں ابطال غلامی کی دو شکلیں ہیں:۔

(۱) اسلام غلامی کے آئندہ رواج کو یکقلم ناجائز قرار دیتا ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

جس نے اسلامی ملکوں میں صدیوں عیسائی قیدیوں کی آزادی کا کام کیا۔ تاریخ کے اوراق میں اس قومی حمیت کی غیر معمولی تعریف کی گئی ہے۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) (ب) قدیم غلاموں کی آزادی کے لئے ایسے قوانین وضع کرتا ہے جن سے بتدریج غلامی کا انسداد بھی ہو جاتا ہے اور انسانی سماج کے اجتماعی نظام میں کوئی ابتری بھی نہیں پیدا ہوتی۔

اسلام نے سختی کے ساتھ تجدید غلامی کی ممانعت کی اور صاف صاف اعلان کیا کہ کسی زبردست کو حق نہیں کہ زیردستوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کو غلام بنالیں صرف جنگی مصلحتوں کی بناء پر جنگی قیدیوں کے غلام بنانے کا ہنگامی اختیار دیا گیا ہے تاکہ جنگ کی وجہ سے جو سماجی اور معاشی فسادات پیدا ہوتے ہیں ان کی روک تھام کی جاسکے اس قسم کے قوانین اسلام سے پہلے دنیا میں کہیں رائج نہیں تھے۔

ان جنگی قیدیوں کے لئے بھی اسلام کا حکم تھا کہ وہ بلا کسی معاوضے کے محض احساناً آزاد کئے جا سکتے ہیں اور فدیہ لے کر بھی ان کو چھوڑا جا سکتا ہے۔ ان احکام سے صاف واضح تھا کہ اسلام تجدید غلامی کے حق میں نہیں ہے محض وقتی تدبیر کے طور پر اس کو جائز قرار دیتا ہے۔ دشمن مسلمان جنگی قیدیوں کو غلام بناتے تھے مسلمان کافر جنگی قیدیوں کو روک کر اسیروں کا تبادلہ کر لیتے تھے۔

کبھی یہ غلامی مصلحتاً ضروری بھی ہو جاتی تھی یہ اس وقت ہوتا تھا جب دشمن کے قبیلے کے تمام مرد قتل کر دیئے جاتے تھے اور صرف عورتیں اور بچے اور اپاہج جو جنگی خدمات کے لائق نہ ہوتے تھے باقی بچتے تھے فاتح گروہ ان کی ذمہ داری قبول کرتا تھا اور بتدریج جب وہ معاشی طور پر اپنے پیروں پر کھڑے ہو جانے کے قابل ہو جاتے آزاد ہو جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی طور پر اس وقت جب (باقی اگلے صفحے پر)

"دیر فکٹور کا رئیس ایزان بیماری اور ضعف جسمانی کے باوجود ۱۰۴۷ء میں مرسیلیہ سے اندلس گیا اور اسیروں کی بڑی جماعت کو چھڑا کر فرانس چلا لیکن راستے میں بحری غارت گروں نے پھر پکڑ لیا ایزان پھر فرانس گیا اور کافی رقم اکٹھا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دشمنوں کے ہاتھ میں کوئی مسلمان قیدی نہ ہوتا جنگی اسیروں کی رہائی بلا کسی معاوضہ کے محض احسان کے طور پر پسند فرماتے تھے۔ غزوہ بنی مصطلق فتح مکہ اور جنگ حنین میں اس کی شہادتیں بکثرت ملتی ہیں ان واقعات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اسلام غلبہ اور قدرت پانے کے بعد انتقام کو نہیں بلکہ فرض اور احسان کو ترجیح دیتا ہے

اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لئے جو قوانین بنائے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ اسلام نے انسان کو فطری طور پر آزاد تسلیم کیا ہے۔ حضرت عمر نے مصر کے گورنر عمر بن العاص کو ایک قبطی کی شکایت پر لکھا تھا کہ "تم نے لوگوں کو غلام کیسے بنایا کیا تم نہیں جانتے کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد پیدا کیا تھا۔ فقہا نے اسی بنیاد پر قانون وضع کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو غلام بھی قرار دینا چاہے تو وہ غلام نہیں بن سکے گا۔

۲۔ اسلام نے ان جنگی قیدیوں کے سوا جو کسی ایسی جنگ میں ہاتھ آئے ہوں جو اسلامی قوانین اور شرائط کے ساتھ لڑی گئی ہو اور کسی کو غلام نہیں بناتا بلکہ اس طرح کی غلامی کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے۔ بخاری نے ابوھریرہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قیامت کے روز میں تین آدمیوں کو اپنا دشمن قرار دوں گا۔ پہلا شخص وہ ہوگا جو میرے نام پر دے کر پھر بدل جائے گا۔ دوسرا شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ کر قیمت کھائی ہو۔ تیسرا شخص وہ ہوگا جس نے کسی مزدور سے پورا پورا کام لیا ہو اور مزدوری نہ دی ہو"

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تین آدمیوں کی نمازیں نہیں قبول کرے گا ان تین آدمیوں میں وہ شخص بھی ہے جس نے کسی آزاد کو غلام بنایا ہو یعنی کسی آزاد سے زبردستی اپنی خدمت لی ہو اور اس کی گلو خلاصی سے انکار کیا ہو (باقی اگلے صفحے پر)

کر کے ان بدقسمتوں کی خلاصی کے لئے پھر لوٹا۔ یہ اپنا کام ختم کر کے مرسیلیہ پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ مرض نے خطرناک صورت اختیار کی اور راستے ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) یہ روایت ابو داؤد اور ابن ماجہ میں آئی ہے۔

۳۔ اسلام نے غلام کو اختیار دیا ہے کہ اپنے آقا کو یکمشت یا بالاقساط قیمت دے کر اپنے آپ کو آزاد کرائے۔ شریعت میں اس طریقے کو مکاتبت کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے :-

والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوھم
ان علمتم فیھم خیراً وآتوھم من مال اللہ الذی آتاکم

آقا کو مشورہ دیا گیا ہے کہ جب وہ دیکھے کہ غلام کسب معیشت پر قادر ہے تو مکاتبت میں ممکن امداد دے بعض قسطیں معاف کر دے اور ہو سکے تو بلا کسی معاوضے کے آزاد کر دے اسلام نے زکوۃ کے مصارف میں ایک مد اس قسم کی اعانت کی بھی رکھی ہے جس سے غلاموں کی مدد کی جا سکتی ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اسلام میں مکاتبت واجب ہے حضرت عمر نے سیرین کی شکایت پر انس کو جنہوں نے مکاتبت سے انکار کیا تھا مکاتبت کا حکم دیا۔

۴۔ اگر کوئی غلام دار الکفر سے نکل کر دار الاسلام میں آ جائے تو وہ آزاد ہو جائے گا۔ اور حکومت اسلامی کا فرض ہو گا کہ اس کی آزادی پوری طرح تسلیم کرے۔

۵۔ اگر کوئی شخص غلام کے کسی ایک حصہ کو آزاد کرے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا صحیحین میں حضرت ابو ھریرہ کے حوالے سے آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ :-

"من اعتق نصیباً او سقیصاً فی مملوک فخلاً علیہ
فی مالہ ان کان لہ مال والا قوم علیہ فاستسعی
بہ غیر مشقوق علیہ

(باقی اگلے صفحے پر)

"غلام عورتیں امیروں اور دولتمندوں کے گھروں میں کام کرتی تھیں۔ یہ اپنے آقاؤں کی بیویوں کے پاس ہمیشہ خدمت کے طور پر حاضر رہتیں۔ ان میں اگر کوئی غیر معمولی حسین ہوتی تو اس کی تعلیم و تربیت کا غیر معمولی انتظام کیا جاتا اور [۵]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) دوسری حدیث میں جو ابن عمر کے حوالے سے بیان ہوئی ہے آیا ہے کہ:۔

"من أعتق نصیباً له فی مملوک أو شرکاً له فی عبد فکان له

من المال ما یبلغ قیمته بقیمة العدل فهو عتیق"

۶۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کو جسمانی آزار پہونچائے۔ اس کے ناک کان کاٹے یا خصی کر دے تو غلام آزاد ہو جاتا ہے۔ امام احمد کی روایت ہے کہ زنباع نے اپنے غلام کو دیکھا کہ وہ ان کی کنیز کا بوسہ لے رہا ہے۔ زنباع نے اس کی ناک کاٹ لی اور اس کو خصی کر دیا۔ غلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شکایت لے کر آیا۔ زنباع نے آپ کے سامنے اعتراف جرم کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت غلام کی آزادی کا حکم دیا۔ اسلام میں اختصاء مطلق حرام ہے اور اس کی بناء پر غلام فوراً آزاد ہو جاتا ہے۔ دنیا میں خصی کی جس مذموم رسم کا رواج ہوا، اسلامی شریعت اس کی سخت مخالف ہے۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلاتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں اپنے آقا کی ایک کنیز کا بوسہ لے رہا تھا آقا نے دیکھ لیا اور مجھے آختہ کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آقا کو طلب فرمایا۔ جرم ثابت ہونے کے بعد آپ نے غلام سے ارشاد فرمایا کہ جاؤ تم آزاد ہو۔ آپ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کی ناک یا کان کاٹے گا تو غلام فوراً آزاد ہو جائے گا۔

۷۔ سخت جسمانی آزار کے علاوہ معمولی مار پیٹ جس میں انسانی جسم کی ساخت بھی نہ بگڑے اسلام میں حرام ہے اور اس گناہ کی پاداش میں بھی (باقی اگلے صفحے پر)

کافی داموں میں فروخت کی جاتی تھی۔ کبھی کبھی آقا ایسی عورتوں سے شادی بھی کر لیتا تھا۔ یہ کنیزیں زیادہ تر بادشاہوں اور امیروں کی خدمت میں ہدیے کے طور پر پیش کی جاتی تھیں۔ اسی صورت سے ایکیوٹین کے ڈیوک اودو کی لڑکی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) غلام آزاد ہو جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے غلام کے طمانچہ مارے گا یا جسم کے کسی اور حصہ پر ضربیں لگائے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ بخاری مسلم اور ترمذی میں آیا ہے کہ سوید بن مقرن نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں کے پاس صرف ایک کنیز تھی۔ ہم میں سے کسی نے اس کے ایک طمانچہ مارا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی آپ نے اس کنیز کی آزادی کا حکم دیا۔ آپ کی خدمت میں فریاد پیش ہوئی کہ بنی مقرن کے پاس کام کرنے کے لئے کوئی دوسرا خادم نہیں۔ آپ نے حکم دیا کہ ایسی صورت میں کنیز سے اس وقت تک خدمت لی جائے جب تک کوئی دوسرا انتظام نہ ہو جائے ضرورت کے رفع ہوتے ہی یہ عورت آزاد کر دی جائے۔

ابو سعید بدری رضؓ کا بیان ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا میں نے سنا کہ کوئی پکار رہا ہے کہ "ابو مسعود سنو" میں نے غصہ میں آواز کی طرف کوئی دھیان نہ دیا۔ جب پکارنے والا قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "ابو مسعود سنو، ابو مسعود سنو" آپ کو دیکھتے ہی رعب وجلال کی وجہ سے میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ آپ نے فرمایا "ابو مسعود سنو! اللہ تعالیٰ نے تم کو اس غلام پر قدرت دی ہے" میں بول اٹھا حضور میں اس کو اللہ کے لئے آزاد کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اگر تم آزاد نہ کرتے تو جہنم کی آگ سے نہ بچتے۔

۸۔ تدبیر بھی آزادی کی ایک لازمی شکل ہے۔ اگر کوئی آقا اپنے غلام سے کہدے کہ تو میرے بعد آزاد ہو جائے گا تو غلام آزاد ہو جائے گا۔ تدبیر میں آزاد (باقی اگلے صفحے پر)

لمبیحیہ خلیفہ کی خدمت میں دمشق بھیجدی گئی تھی۔

جب کوئی مسلمان کسی لونڈی سے شادی کرتا تھا وہ آزاد ہو جاتی تھی اور اس کی اولاد بھی آزاد قرار دی جاتی تھی۔ اور اس میں اور مالک کی خاندانی بیوی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ پھر جیتے جی آزادی کا حق واپس لے لے۔ اگر کوئی شخص اپنے غلام کے بعض حصے کو از روئے تدبیر آزاد کرے تو پورا غلام آزاد ہو جائے گا۔ مدبرہ کنیز کے لڑکے بھی اپنی ماں کی آزادی کے ساتھ آزاد ہو جائیں گے

۹۔ وہ کنیزیں جو اپنے مالک سے صاحب اولاد ہوں گی مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائیں گی۔ اور وراثت میں تقسیم نہ ہو سکیں گی اولاد ہونے کے بعد مالک بھی ان کو اپنی زندگی میں بیچ نہ سکے گا۔

۱۰۔ اگر کوئی شخص اپنے کسی ذی رحم قرابت دار کا مالک ہو جائے تو ایسا قرابت دار انعقاد ملکیت کے ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا شکلوں کے علاوہ اسلام نے قدم قدم پر غلاموں کی آزادی کا حکم دیا ہے اور غلاموں کی آزادی کو بہت بڑا ثواب قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص بغیر جانے ہوئے دھوکہ سے کسی کے قتل کا باعث ہو یا کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں قرار دے یا جان بوجھ کر روزہ توڑ دے ایسی تمام شکلوں میں کفارہ کے طور پر صاحب مقدرت لوگوں کو غلاموں کی آزادی کا حکم دیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص قسم توڑ دے تو دس مسکینوں کا کھانا کپڑا ادا کرے یا غلام آزاد کر کے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرے۔ گناہوں کی مغفرت کے لئے بھی غلاموں کی آزادی کو بہت مؤثر قرار دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کے مصارف میں بھی غلاموں کی آزادی کی خاص مد ہے۔ اس مد سے ان غلاموں کی مدد کا حکم ہے جو مکاتبت کر کے اپنے آپ کو آزاد کرانا چاہیں۔ اس مد سے عام طور پر غلام آزاد کرائے جاتے تھے۔

(باقی اگلے صفحے پر)

میں مرتبے کا کوئی فرق نہ ہوتا تھا۔

اگر آقا سے کسی کنیز کے اولادیں ہوتیں اور آقا ان بچوں کو اپنی اولاد بھی قرار دیتا تو یہ بچے آزاد سمجھے جاتے تھے اور ان کی ماں بھی آزاد ہو جاتی تھی۔ اس طرح

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اسلام نے غلاموں کی آزادی کو بہت بڑی عبادت قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے وہ اپنے ایک ایک عضو کو اس غلام کے ایک ایک عضو کے بدلے میں آتش جہنم سے نجات دیتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ الشعری نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی لونڈی کو اچھی طرح سے ادب سکھائے، اچھی طرح سے لکھائے پڑھائے اور آزاد کر کے نکاح کرے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں نرمی اور حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ ان کو وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم پہنتے ہو۔ آپ نے حکم دیا کہ کوئی شخص اپنے غلام اور اپنی لونڈی کو عبد اور امۃ (بندہ اور لونڈی) کے نام سے نہ پکارے بلکہ فتائی، فتاتی یا غلامی (جوان، لڑکی یا لڑکے) کے نام سے مخاطب کرے۔ آپ نے غلاموں کی سماجی بدقسمتی کا لحاظ کر کے ان کی سزا بھی نصف کر دی۔ اور ہر ممکن ذریعے سے ان کی آزادی کے لئے زائد سے زائد آسانیاں پیدا کر دیں۔

یورپ نے غلاموں کی آزادی کا ڈھنڈورا تو پیٹا لیکن سماجی اور سیاسی طور پر ابھی تک ان بدقسمتوں کو وہ درجہ نہ ملا جس کے انسان ہونے کی وجہ سے وہ حق دار ہیں اور جو اسلام نے ان کو عطا کیا تھا۔ انسان کہنے کو آزاد ہے لیکن دراصل زبردست زیردست پر آج بھی حکومت کر رہا ہے۔

کی عورتیں ام ولد کہلاتی تھیں۔ خلفائے دمشق، بغداد اور قرطبہ کے محل اس قسم کی عورتوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ہارون الرشید کے تمام لڑکے، ایک لڑکے کے سوا اسی قسم کی کنیزوں سے جو ام ولد کہلاتی تھیں پیدا ہوئے تھے۔ اگر آقا ان لڑکوں کو اپنی اولاد نہ سمجھتا تو ماں بھی آزاد نہ ہوتی اور یہ لڑکے بھی غلام ہی سمجھے جاتے تھے۔"

ذیل کے ایک واقعے سے عیسائی اسیروں کے ساتھ مسلمانوں کا سلوک بہت واضح ہو جاتا ہے:۔

"دسویں صدی عیسوی کے آخر میں طلوزہ کا ایک جنگجو بیت المقدس جاتے ہوئے پکڑا گیا۔ کسی امیر گھرانے میں کھیتی کسانی کی خدمت اس کے سپرد ہوئی۔ اس نے کہا میں لڑائی کے سوا اور کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس کو فوج میں داخل کر دیا گیا۔ اس نے بہت سی لڑائیوں میں شرکت کی۔ ۱۰۰۹ء میں قشتالہ کے کاؤنٹ شنجو نے قرطبہ کی اندرونی لڑائیوں میں حصہ لیا۔ یہ اس غلام کی جانبازیاں دیکھ کر جن کی شہرت پھیل چکی تھی دنگ رہ گیا اور اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔

"مسلمان اسیر عیسائیوں کی قید میں اسی طرح رہتے تھے جس طرح عیسائی اسیر مسلمانوں کی غلامی میں زندگی بسر کرتے تھے فرانس میں غلامی کا رواج تھا جرمانیہ، سلاف اور شمالی یوروپ کے غلام فرانس میں بیچے جاتے تھے یوروپی قومیں بھی غلام بناتی تھیں۔ ظاہر ہے ان کے غلام مسلمان اسیر ہی ہوتے تھے اسلامی ملکوں کے غلاموں اور یوروپی ملکوں کے غلاموں میں کوئی خاص فرق نہ تھا البتہ اسلام کا غلام آزاد ہونے کے بعد جمہور مسلمانوں کے برابر سمجھا جاتا تھا لیکن یوروپ کا غلام آزاد ہونے کے بعد کبھی شریفوں کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا اور ان دونوں طبقوں کے درمیان مرتبے کا فرق ہمیشہ حد فاصل بنا رہتا تھا۔

"مسلمان بھی اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے روپیہ خرچ کرتے تھے۔ کسی کو اسکے اعزا چھڑا لیتے اور کسی کو اس کے دوست احباب آزاد کراتے۔ ایسے اسیر بھی ہوتے تھے جن کی رہائی کے لئے شاہی خزانے سے روپیہ خرچ کیا جاتا تھا۔"

عیسائیوں کی طرح مسلمانوں نے بھی اسیروں کی رہائی کے لئے جماعتیں بنائی تھیں۔ اسلام میں غلاموں کی آزادی بڑے ثواب کا کام ہے۔ حضرت محمد صلعم سے کسی نے ایسے کاموں کی بابت پوچھا۔ جن کی فضیلت اور ثواب زیادہ ہو آپ نے اسیروں کی آزادی کی نصیحت فرمائی۔ لوبیری اور لنڈرلیق شیمیناس کا بیان ہے کہ ہشام بن عبدالرحمٰن کے زمانے میں اسلامی فتوحات کا سیلاب اس حد تک پہونچا کہ لوگ اسیروں کی رہائی کے لئے روپیہ باندھ کر گھومتے پھرتے تھے لیکن کوئی مسلمان اسیر کہیں نظر ہی نہ آتا تھا۔"

مسلمان اسیر ارل، مرسیلیہ اور ناربون میں فروخت ہوتے تھے ان کی رہائی کے لئے ان کی قوم کے لوگ آتے اور فدیہ ادا کر کے چھڑا لے جاتے تھے۔ جن اسیروں کی رہائی کا انتظام نہ ہوتا تھا وہ غلام بنا لئے جاتے تھے اور اپنے آقا کی خدمت میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ ان غلاموں سے زیادہ تر کھیتی باڑی کا کام لیا جاتا تھا۔ آقا کو ان کے مارنے پیٹنے اور جسمانی آزار پہونچانے کا کامل اختیار ہوتا تھا۔ بہت سے غلام اس خوف سے کہ کہیں بھاگ نہ جائیں زنجیروں میں جکڑ دیئے جاتے تھے۔ مسلمان اسیروں کو بھی یہودی اور بت پرست غلاموں کی طرح مسیحی عورتوں سے چاہے وہ لونڈیاں ہی کیوں نہ ہوتیں شادی کی اجازت نہ تھی۔ اس طرح کی کوئی عورت اگر کسی غیر مسیحی سے شادی کرتی تھی تو اس کا جنازہ مسیحی قبرستان میں دفن نہ کیا جاتا تھا۔ اس سے بھی بڑا ظلم یہ تھا کہ ایک ہی قوم اور مذہب کے اسیر مردوں اور عورتوں کو آپس میں شادی

بیاہ کی اجازت نہ تھی۔ آقا ان کو ایک ہی جگہ سونے کی اجازت دے سکتا تھا لیکن اس ارتباط سے اگر اولاد پیدا ہوتی تھی تو وہ مسیحی آقا کی ملکیت قرار پاتی تھی۔

بارھویں صدی عیسوی میں یوروپ میں غلامی کا خاتمہ ہوا۔ لیکن غیر مسیحیوں بالخصوص مسلمانوں کی غلامی اس وقت بھی جائز رکھی گئی۔ بارھویں صدی اور اس کے بعد جو واقعات پیش آئے وہ اس کے گواہ ہیں۔ موسیو بار دلیسو نے بیان کیا ہے کہ قدیم بحری قوانین کے مجموعے میں ایسی دفعات ملتی ہیں جن سے مسلمانوں کی غلامی کا ثبوت ملتا ہے۔ جب کوئی دیندار امیر نعمت الٰہی کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا غلام آزاد کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ دستور بھی عام ہو گیا کہ جب کوئی عیسائی مذہب قبول کرلے آزاد کردیا جائے۔ اس صورت سے آہستہ آہستہ یوروپ میں غلامی کا خاتمہ ہو گیا۔

"مسلمان غلام مسیحی امیروں کے کھیتوں اور دیر و گرجے کی موقوفہ اراضیوں میں کام کرتے تھے۔ سنہ ۱۰۱۹ء میں نارمن کے سامنے جو مسلمان قید کئے گئے تھے ان کو دیر کے رئیسوں اور بڑے بڑے امیروں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ یہی صورت سنہ ۹۷۵ء میں جب مسلمانوں کو فرانس میں شکست ہوئی پیش آئی۔ جو مسلمان دستے اسلامی لشکر سے کٹ کر بھٹک گئے پکڑ کر غلام بنا لئے گئے۔"

"فرانس میں مسلمان غلاموں کی کثرت کی وجہ مشرق کی صلیبی لڑائیاں تھیں مغرب میں بھی اندلس کے مسلمان اور فرانسیسی طاقتیں ایک دوسرے سے جنگ آزما تھیں۔ موسیو بار دلیسو نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے کہ غلاموں کی کافی تعداد تجارت کی غرض سے بھی لائی جاتی تھی اس میں کوئی شبہ نہیں فرانس میں مسلمان اسیروں کی غلامی صدیوں تک جاری رہی ناربون کے مطران ارنوذ نے بتریہ کے مطران کو سنہ ۱۱۴۹ء میں مسلمان غلاموں کے بارے میں ہدایتیں

کی تھیں سنہ ۱۲۵۰ء میں رومیو ولینیو (Romeo de Villenvve) نے جو کاؤنٹ پراونس کا وزیر تھا اپنی موت سے پہلے مسلمان غلاموں کے بیچنے کی وصیت کی تھی جو اس کی اراضی میں کام کرتے تھے ان غلاموں میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی تھیں۔ موسیو بولش نے تاریخ پراونس میں اس کا ذکر کیا ہے۔ دو سو برس کے بعد پتہ چلتا ہے کہ شاہ رنیہ (Rene) نے تین مسلمان غلام خریدے تھے۔ سنہ ۱۲۳۹ء میں طرکونہ میں مجلس اساقفہ نے ایک تجویز منظور کی تھی۔ اس تجویز میں مسلمان غلاموں کو خاص لباس پہننے پر مجبور کیا گیا تھا۔ یہودی بھی اس حکم میں شامل تھے۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں اسی طرح کا ایک قانون اسقف بیزیہ کے یہاں بھی ملتا ہے۔"

"تشدد پسند عیسائی فرانس میں مسلمان غلاموں کی ازدواجی زندگی کے بھی مخالف تھے۔ جیتیو کے (jeteau) کے قانون رہبانیت میں مسلمان مردوں اور عورتوں کو یکجا سونے کی ممانعت آئی ہے۔ یہاں ایسے دینی ادارے موجود تھے۔ جو اپنے کاموں میں مسلمانوں کا ہاتھ لگانا بھی پسند نہ کرتے تھے۔"

"ہم بیان کر چکے ہیں کہ جو مسلمان غلام عیسائی ہونا چاہتا تھا آزاد کر دیا جاتا تھا مسلمان اسیروں کی بڑی تعداد درد غلامی سے نجات پانے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرتی تھی۔ اس میں خلوص اور عقیدہ کا کوئی دخل نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے بعض نو عیسائی پھر مذہب بدل دیتے تھے اس لئے غلاموں کے مالکوں کو اختیار دیا گیا کہ قبول عیسائیت سے پہلے ایک عرصے تک مسلمان غلاموں کی جانچ کریں۔ اس قانون سے بے بصر عیسائی آقاؤں نے بہت ناجائز فائدہ اٹھایا اور غلاموں کو اتنی کڑی آزمائش میں ڈالا کہ ان کا عیسائیت قبول کرنا دشوار ہو گیا۔ اکثر غلام عیسائی مذہب قبول کر لیتے لیکن ان کے آقا ان کے خلوص کے قائل نہ ہوتے تھے اور طرح

طرح کے عذاب دیتے رہتے تھے۔ پوپ کلیمینیوس چہارم نے ۱۲۶۶ء میں ایک فرمان کے ذریعہ سے اس ظلم کے خلاف میرندہ کے دیر قدیس بند کتس کے رئیس کو سخت تنبیہہ کی تھی۔ اس نے ایک مالدار نو عیسائی کو غیر مخلص سمجھ کر اس کی جائداد ضبط کر لی تھی اور بچے چھین لئے تھے۔"

"فرانس میں ایسے مسلمان غلام بھی تھے جو بڑی جائداد کے مالک تھے یہ یہودیوں کی طرح سودی قرض دیتے تھے۔ جب عیسائی قرضدار سود خور یہودیوں کے خلاف شورش برپا کرتے مسلمان قرض خواہ بھی ان کی زد سے نہ بچتے تھے:"

"ہم ذکر کر چکے ہیں کہ مسلمانوں کو مسیحی عورتوں سے شادی کرنے کا حق نہ تھا اگر کوئی عیسائی خاتون کسی مسلمان سے شادی کر لیتی تھی تو عیسائی برادری سے خارج کر دی جاتی تھی اور مسیحی قبرستان میں اس کا جنازہ بھی دفن نہ ہونے پاتا تھا۔ مسلمانوں کو مسیحی عیدوں کے دن کاروبار کی اجازت نہ تھی:"

"فرانس میں ان مسلمانوں کی تعداد جو عیسائی ہو گئے تھے بہت زیادہ تھی[۱]۔ ان

---

[۱] فرانس میں ابھی تک بعض عرب خاندانوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ جنوبی فرانس میں ایسے بہت سے گھرانے موجود ہیں جو سرازین (مسلمان) کی طرف منسوب سمجھے جاتے ہیں ان کے خد و خال میں ابھی تک عربی رنگ جھلک رہا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں ابھی تک بعض قبیلے سرازین کہلاتے ہیں۔ جنیوا کے ان مشہور علما میں جو عرب گھرانے کی طرف منسوب ہیں ابوزیت (Abauzit) کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ طولوز کا رہنے والا تھا اس کے آباؤ اجداد عرب تھے اور تبدیلیٔ مذہب کے بعد پروٹسٹنٹ ہو گئے تھے۔ جب لوئس رابع نے پروٹسٹنٹ طبقے کو فرانس سے خارج کر دیا ابوزیت کے بزرگ بھی جلاوطن ہو کر جنیوا میں آ بسے۔ ابوزید نے یہیں تعلیم پائی اور علوم ریاضی، طبیعات، نجوم فلسفہ اور تاریخ میں کمال پیدا کیا۔ یہ والٹر، نیوٹن اور روسو کا (باقی اگلے صفحے پر)

حالات میں اسی کی توقع بھی تھی۔ لیکن افسوس ہے کہ ان عیسائیوں کا شمار جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان نو عیسائیوں سے کہیں زیادہ ہے مسلمانوں کے ابتدائی حملوں نے عورتوں کی اسیری نے اور غلاموں کی تجارت نے اتنے عیسائیوں کو اسلامی برادری میں شامل کر دیا جن کی تعداد کا صحیح شمار لگانا بہت دشوار ہے جو اسلام قبول کرتا تھا مسلمان اس کے لئے سہولتیں پیدا کرتے تھے۔ اس کی خبر گیری کرتے تھے۔ تالیف قلب کی غرض سے اس کا حصہ بڑھاتے تھے اور کھانے پینے کی آسانیاں پیدا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی عیسائیوں کی بڑی تعداد اپنا عیسائی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو گئی۔"

"اس موقع پر مناسب ہو گا کہ فرانس میں عربوں کی طرز حکومت، طریق رعیت پروری، اصول سیاست، امور مذہبی، تحصیل خراج کے بارے میں بھی کچھ گفتگو کر لی جائے۔"

"مسلمانوں نے ابتدائی حملوں کے بعد پراونس ڈوفینی، ہیمینٹ، سیوائے اور سوئٹزرلینڈ پر قبضہ ضرور کر لیا تھا۔ لیکن ان کی قوت کے صحیح مرکز صرف چند قلعے اور آس پاس کے علاقے تھے پورے ملک پر ان کا تسلط کبھی قائم نہیں ہوا۔ پہاڑی گزرگاہوں اور دریائی راستوں پر ان کا قبضہ تھا۔ یہ گزرنے والوں سے محصول وصول کرتے تھے جن لوگوں نے سکونت اختیار کر لی تھی وہ کھیتی کسانی کرتے تھے اور وہاں کے مقامی امیروں کو اپنی زمینوں کا محصول ادا کرتے تھے۔ پراونس فریکسینٹ کے قلعے کے پاس تھا اس لئے ہمیشہ عربوں کے حملے کا نشانہ بنا رہا۔ جنوبی فرانس کی فتح کے بعد ابتدائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہم عصر تھا اور ان سے دوستانہ تعلقات بھی رکھتا تھا۔

یہ عرب عالم گوشہ نشین تھا۔ اس نے ایک مرتبہ حکومت کی ایک بڑی پیشکش ٹھکرا دی تھی۔ جنیوا میں ابھی تک ایک سڑک الیوزیت اسٹریٹ کہلاتی ہے۔"

زمانے میں جب چارلس مارٹل اور پپین موجود تھے۔ عربوں کی خانہ جنگیوں نے فتوحات کا دائرہ وسیع نہ ہونے دیا اور ان کی باہمی آویزش سے عیسائیوں کو سنبھلنے کا موقع مل گیا۔"

"مسلمانوں نے اپنے مقبوضہ ملکوں میں عیسائیوں کو قومی امور میں پوری طرح آزاد رکھا تھا۔ قوطی امراء اور مذہبی پیشوا اپنے دینی اور سماجی معاملات کے خود ہی ذمہ دار تھے۔ ان کو فوجی امور میں کوئی اختیار نہ ہوتا تھا۔ عسکری نظام پوری طرح مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھا۔"

مسیحی مورخ ایزدور (عیدور) باجی نے جو اس زمانے میں موجود تھا ذکر کیا ہے کہ عقبہ ۷۳۴ء میں اندلس کا امیر تھا اس نے ان قبیلوں کو جنہوں نے اسلامی حکومت تسلیم کرلی تھی اپنے قومی معاملات میں آزاد کر دیا تھا۔ پرتگال کے شہر کوئمبرہ۔ Coimbra - کا ایک فرمان ہمارے سامنے ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عیسائی اپنے قومی امور کی سربراہی کے لئے خاص قوانین رکھتے تھے اس فرمان میں آیا ہے کہ عیسائیوں کے امور کا ذمہ دار ایک کاؤنٹ ہوگا۔ یہ مسیحی دستور کے مطابق احکام نافذ کرے گا۔ ان کی باہمی نزاعوں کا فیصلہ کرے گا۔ قتل کی سزا کے لئے قاضی کی منظوری حاصل کرنی ہوگی اس کی صورت یہ ہوگی کہ مجرم قاضی کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ اور اس کے فیصلے کی عبارت پڑھی جائے گی۔ جو مسیحی شریعت کے بموجب لکھا گیا ہوگا۔ اگر قاضی اس فیصلے سے متفق ہوگا حکم نافذ ہو جائے گا ہر چھوٹے شہر میں خاص قاضی مقرر ہوگا جو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا اور امن بحال رکھے گا۔ اگر کوئی مسیحی کسی مسلمان کی توہین کرے گا تو شریعت اسلامی کے بموجب فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی عیسائی کسی مسلمان عورت کی آبرو پر حملہ کرے گا تو اس کو مسلمان ہو کر اس عورت سے شادی کرنی ہوگی۔ اگر وہ یہ فیصلہ منظور نہ کرے گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ اگر وہ عورت

بیاہی ہوگی مجرم بلا تامل قتل کر دیا جائے گا؟[۱]

"مذکورہ بالا فرمان دیر لوربان (Lorban) میں ملا اور ۱۶۰۹ء میں اشبونہ میں چھاپا گیا مسلمانوں کی مذہبی سیاست کے متعلق تفصیل نہیں ملتی جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کو پوری طرح مذہبی امور میں آزاد رکھا تھا۔ ناربون کی مسیحی آبادی جس کی تعداد بہت زیادہ تھی اپنے مذہب پر قائم رہی۔ ان کے گرجے باقی رہے اور قسیسوں اور گرجوں کو اپنی جگہوں پر بحال رکھا گیا۔ پتہ نہیں چلتا کہ مسلمانوں نے ناربون اور فرانس کے دوسرے علاقوں میں عیسائیوں کو وہی حقوق دیئے یا نہیں جو قرطبہ اور اندلس کے دوسرے شہروں کی عیسائی آبادی کو عطا کئے تھے۔ کوئی شبہ نہیں مسلمانوں نے قرطبہ کے چند بڑے بڑے گرجوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن ان کے علاوہ پورے ملک کے تمام گرجے باقی رکھے گئے تھے۔ اور راہبوں اور راہبات کے تمام دیروں کو آزاد رکھا گیا تھا۔ ان کو عبادت کے اوقات میں گھنٹے بجانے کی بھی اجازت تھی۔[۲] حالانکہ افریقہ اور ایشیا میں کہیں ان کو یہ حقوق حاصل نہ تھے۔"

"ناربون اور قرب و جوار کے دوسرے ملکوں میں اسقفیت کا نام باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن اس میں مسلمانوں کا کوئی قصور نہ تھا۔ وہاں کلیسا کے نظام ہی میں ابتری

---

[۱] موسیو رینو جو مستشرق ہے اور اسلامی علوم سے واقفیت رکھتا ہے بے خبر نہ ہو گا کہ مسلمان عورت کی آبرو پر حملہ کرنے والا قتل کر دیا جائے گا۔ یہ مجرم مسلمان ہو یا عیسائی شریعت اسلامی کے بموجب اس سزا سے بچ نہ سکے گا۔ شریعت کا قانون عام ہے۔ اس میں کسی قوم کی تخصیص نہیں۔

[۲] رینو نے اس جملے کے حاشیے پر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے مشرق میں صرف کوہ لبنان کے عیسائیوں کو گھنٹے بجانے کی اجازت دی ہے۔

پیدا ہو گئی تھی۔ اس ابتری کی شکایت قدیس یونیفاس نے ۷۴۲ء میں پوپ زیا کو لکھ بھیجی تھی۔ یہ بے نظمی ان خانہ جنگیوں کی وجہ سے پیدا ہو گئی تھی جو کلووس کے جانشینوں میں برپا تھی۔"

"مسلمانوں کے داخلے کے وقت شمالی اسپین کی اسقفیت بھی ٹوٹ گئی۔ اراگون کا اسقف کوہ پری نیز میں جا چھپا اور تین سو سال تک یہ کرسی خالی ہی پڑی رہی اور مسلمانوں کی جلاوطنی سے پہلے اس کی آبادی کی نوبت نہ آئی۔ بارسلونا میں بھی اسلامی عہد میں کسی اسقف کا سراغ نہیں ملتا۔ غالباً سرحدی مقام ہونے کی وجہ سے مسلمان امراء نے اسقف کا قیام مصلحت کے خلاف خیال کیا تھا۔"

"مسلمان گرجوں کو آزاد کرتے تھے لیکن شرط لگاتے تھے کہ قدیم بنیادوں سے آگے نہ بڑھا جائے اور نئے گرجے تعمیر کئے جائیں۔ گرجوں کے اندر عمارت میں جو ترمیم و تنسیخ ہو وہ بھی قدیم آثار سے تجاوز نہ کرے۔ بعض مسلمان فقیہوں نے گرجوں کی تجدید میں بھی نئے مسالے کے استعمال کو جائز نہیں خیال کیا۔"

"عیسائیوں کو بازاروں کے اندر جھنڈے لے کر اور صلیب لگا کر گھومنے پھرنے کی اجازت نہ تھی۔ کسی کو اختیار نہ تھا کہ کسی عیسائی کو قبول اسلام سے روک سکے۔ کوئمبرہ کے عیسائیوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر گرجے کو بیت المال میں کچھ محصول جمع کرنا پڑتا تھا۔ یہ محصول پچیس (مروجہ) سکے ہوتا تھا۔ دیر پچاس سکے ادا کرتے تھے اور بڑے گرجوں کو سو سکے ادا کرنے پڑتے تھے۔"

"گذشتہ صفحوں میں ذکر آچکا ہے کہ مسلمان اندلس میں عیسائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ عیسائی بھی اس حسن سلوک کے بدلے میں اسلامی شعائر کا لحاظ کرتے تھے وہ اپنی اولاد کا ختنہ کراتے تھے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرتے تھے اس رواداری کے باوجود کبھی کبھی دونوں قوموں میں کشاکش پیدا ہو جاتی تھی۔ نویں صدی

عیسوی کے بعض عیسائیوں کی تحریروں سے ان حادثوں کا پتہ چلتا ہے؛

"عیسائیوں کو عوام کے جلسوں میں بالاعلان مذہبی رسمیں ادا کرنے کی اجازت نہ تھی۔ مسلمانوں کی پیشانیوں پر ناقوس کی آواز سے شکنیں پڑ جاتی تھیں اور کبھی کبھی عیسائیوں کو برا بھلا بھی کہہ اٹھتے تھے۔ عیسائی بھی مسلمانوں کی اذان سے پناہ مانگتے تھے۔ اور کان میں آواز پڑتے ہی سینے پر صلیب کا نشان بنا لیتے تھے۔ قدیس ادلوج (Eulоge) نے عیسائیوں کی اس نفرت کا اظہار کیا ہے"۔

"اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ سمح بن مالک خولانی اندلس کا پہلا امیر ہے جس نے اندلس اور جنوبی فرانس میں محکمۂ خراج کی تنظیم کی۔ اس سے پہلے خراج کے معاملے میں بڑی بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ سمح نے مفتوحہ زمینیں زبردست امیروں سے واپس لے کر مجاہدوں اور غریب خاندانوں کو تقسیم کر دیں اور باقی اراضیوں کو بیت المال کی ملکیت قرار دیا"۔

"مسلمان زمینوں کی آمدنی کا دسواں حصہ خراج کے طور پر داخل کرتے تھے اور مسیحی پانچواں حصہ ادا کرتے تھے۔ مسیحی اس پانچویں حصہ کے علاوہ جو مسلمانوں کے خراج سے دوگنا ہوتا تھا جزیہ بھی دیتے تھے۔ جزیے کے بدلے میں ان کی جان و مال کی حفاظت اور دینی و دنیوی پاسبانی کا فریضہ مسلمانوں کے اوپر عائد ہوتا تھا۔ جو عیسائی اسلام قبول کرتا جزیے سے چھٹکارا پاتا تا"۔

شاہان اندلس سرمائے اور تجارتی مال پر بھی محصول عائد کرتے تھے۔ یہ محصول مسلمانوں سے ڈھائی فیصدی اور عیسائیوں سے پانچ فی صدی وصول ہوتا تھا اس رقم کا نام زکواۃ تھا۔ یہ روپیہ غریبوں کی امداد اور اسیروں کی رہائی پر صرف کیا جاتا تھا"۔

"جو عیسائی مسلمانوں کی اطاعت قبول کرتے اور جزیہ ادا کرنے کا اقرار کرتے

تھے معاہد اور اہل ذمہ کہلاتے تھے۔ ان کی حفاظت اور حمایت کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی تھی۔ جو اطاعت قبول نہ کرتے اعلاج[1] کہلاتے تھے۔ عرب ہر غیر عرب کو عجمی کہتے تھے۔ جو اقانیم ثلاثہ کو خدا سمجھتا مشرک کہلاتا تھا۔ عربوں کی سمجھ میں اقانیم ثلاثہ سے تین الگ الگ شخصیتیں آتی تھیں"۔

"یہ سوال ہو سکتا ہے کہ عرب مفتوحہ قوموں سے کس زبان میں بات چیت کرتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ عرب غیر زبانیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ اس زمانے کے عیسائیوں کی جہالت اور وحشت بھی انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ وہ بھی عربی زبان سے دور بھاگتے تھے۔ اسلامی فتوحات کے دوراوں میں ہارٹموٹ (Hertmote) کے سوا دوسرا عربی جاننے والا نہیں ملتا۔ یہ نویں صدی کے آخر میں دیر سانگال کا رئیس تھا یہ عربی، عبرانی اور یونانی زبان سے واقف تھا"۔

"ہمارے آباؤ اجداد نے صلیبی جنگوں کے زمانے میں عربی پڑھنی شروع کی۔ یہ اس قوم کی زبان تھی جس نے ان کے ملک کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس لئے حالات سمجھنے کے لئے عربی پڑھنا ناگزیر ہو گیا تھا۔ وہ عربی پڑھنے اسپین جاتے تھے وہاں عربی کے ساتھ لاطینی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ ۱۱۴۲ء میں دیر کلونی (Clany) کے رئیس پطرس نے لاطینی میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا اور مذہب اسلام پر اعتراضات شروع کئے۔ بہت سے عیسائی مؤلفوں نے اسلام کے خلاف تعریض و تنقید میں اسی کی پیروی کی"۔

"کوئی شبہ نہیں عربوں کے داخلے کے وقت فرانس میں عربی زبان غیر معروف نہ تھی۔ بہت سے فرانسیسی عربی میں اچھی طرح بات چیت کر لیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب شریف گھرانوں کے کچھ لوگوں کو یرغمال کے طور پر اپنی حکومت کے

---

[1] اعلاج جمع ۔ علج واحد

مرکزوں میں بھیجدیا کرتے تھے۔ وہ اہل زبان کے ساتھ مل جل کر عربی اچھی طرح سیکھ لیتے تھے۔ اسی صورت سے عیسائی اسیروں اور غلاموں کا عربی سیکھ جانا یقینی تھا۔ وہ جب لوٹ کر اپنے ملکوں میں پہونچتے تھے عربی بولنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو جاتا تھا۔"

"مسلمان غلام بھی عربی کی اشاعت کا ذریعہ بنتے تھے۔ لڑائیوں کے باوجود عیسائی زائرین اور تاجروں کے گروہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے جاتے تھے اور مصر و شام اور دوسرے اسلامی ملکوں کی سیاحت کر کے لوٹتے تھے۔ ان زائروں میں قدیس گیلبوڈ (geillebaud) کا نام بھی ملتا ہے۔ یہ ۷۳۴ء میں بے روک ٹوک شام گیا۔ وہاں جاسوسی کے شبہ میں گرفتار ہوا۔ لیکن بعد کو صحیح حال معلوم نہ ہونے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ یہ ایشیائی کوچک اور فلسطین کی سیاحت کر کے واپس آیا قدیس کی اس سیاحت کے بارے میں ایسی کوئی تحریر ہاتھ نہیں لگی۔ جس سے معلوم ہوتا کہ خلیفہ دمشق اور اس کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی۔"

اس زمانے کے عیسائی تقدیر کے قائل تھے۔ وہ عربوں کے حملے کو اپنے گناہوں کی سزا سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ خدا نے ان کی بداعمالیوں کی سزا کے لئے عربوں کو ان کے ملک پر مسلط کر دیا تھا۔ جو کچھ پیش آتا صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتے اور مشیت الہٰی کے خلاف حرف شکایت زبان پر نہ لاتے تھے۔ انھوں نے صلیبی جنگوں سے پہلے ان انسانی طاقتوں کو استعمال کرنے کی کوشش ہی نہیں کی جو ان کے ملک کی مدافعت کے لئے کافی تھیں۔"

"مسلمان لڑائیوں میں اسیروں سے کام لیتے تھے۔ یہ بچوں اور بچیوں کی تربیت کرتے تھے۔ جب لڑکے جوان ہوتے فوج میں بھرتی کئے جاتے لڑکیاں بالغ ہوتیں تو ان سے نکاح کر لیتے۔ وہ کسی مقام پر حملہ کرتے تو یہ مقصد بھی ان کے سامنے

رہتا تھا۔ جب قرطبہ کے پندرہ ہزار جلاوطن اندلس سے نکل کر اسکندریہ آتے ہوئے جزیرہ کریٹ پہونچے ان کے امیر نے وہ کشتیاں جن پر سوار ہو کر آئے تھے جلوا دیں۔ ان جلا وطنوں نے فریاد کی کہ عورتوں اور بچوں کے لانے کی کیا تدبیر ہو گی؟ امیر نے جواب دیا "میں نے تم کو نئی زمین پر بسایا ہے۔ یہی تمہارا وطن ہو گا۔ یہیں سے تمہیں عورتیں ملیں گی اور انہیں سے تمہاری نسل چلے گی" جب مسلمانوں نے فرانس کی زمین پر قدم رکھا ان کا مقصد اشاعت اسلام کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ وہ فرانس اور پورے یورپ کو قرآن کا حلقہ بگوش بنانا چاہتے تھے لیکن بعد کو یہ مقصد لوٹ پھونک اور انتقام دنا وان کے جھمیلوں میں غائب ہو گیا نویں صدی کے آخر میں عربوں نے پراونس پر حملہ اسی قسم کے مقصد سے کیا تھا!

"موسیو لیوٹ مانڈے نے جزیرۂ سسلی میں مسلمانوں کے داخلے کا حال بیان کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ سسلی کے حاکم نے جو شاہ قسطنطنیہ کا ماتحت تھا بغاوت کی اور قیروان کے عرب امیر سے مدد مانگی۔ امیر نے اپنے دوستوں کے مشورے سے مدد کا وعدہ کیا۔ لیکن شرط کی کہ اسلامی لشکر کو جتنا مال غنیمت ملے گا لے گا اور بہاں قیام کئے بغیر فوراً لوٹ آئے گا۔ امیر خوب سمجھتا تھا کہ جزیرۂ سسلی اٹلی سے بہت قریب ہے۔ ایسی جگہ ٹھہرنے میں کوئی مصلحت نہ تھی جہاں زبان اور مذہب کسی چیز میں اتحاد نہ ہو۔ عرب خوب جانتے تھے کہ اگر یونانی اور فرانسیسی فوجوں نے حملہ کر دیا تو جزیرے کی واپسی میں دیر نہ لگے گی۔ کہا جاتا ہے مجلس شوریٰ میں کسی نے سوال کیا کہ اٹلی اور سسلی کے درمیان کتنی مسافت ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ایک آدمی دن میں دو تین مرتبہ آجا سکتا ہے۔ اس شخص نے پھر پوچھا" افریقیہ سے سسلی کتنی دور ہو گا۔ لوگوں نے کہا کہ ایک دن اور ایک رات کا سفر ہے۔ اس شخص نے کہا اگر میں پرندہ ہوتا تو بھی اس جزیرے میں آشیانہ بنانا پسند نہ کرتا۔"

"نویری کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے اس وقت تک سسلی میں قیام کا ارادہ نہیں کیا جب تک وہاں کی سیاسی مرکزیت باقی رہی۔ جب سسلی کے امراء آپس میں لڑنے بھڑنے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنے دشمنوں سے مدد مانگنے لگے ان کا کوئی قومی اور وطنی مرکز باقی نہیں رہا عربوں نے اس خانہ جنگی کے زمانے کو اپنے تسلط کے لئے موزوں خیال کیا۔"

"عربوں نے فرانس میں حجری آثار بہت کم چھوڑے۔ وہ ناربون میں تقریباً چالیس سال رہے لیکن کوئی خاص عمارت اپنی یادگار نہیں چھوڑی۔ انہوں نے وہاں کے قلعوں کی مضبوطی پر اپنی پوری قوت صرف کردی اور دشمنوں کے لئے ان کی تسخیر دشوار سے دشوار تر بنا دی لیکن وہاں بھی کوئی عربی کتبہ ملا اور نہ ایسے آثار دیکھنے میں آئے جن کو عربی کہا جا سکے۔"

"کہا جاتا ہے سارڈینیا میں کوہ یولس کے پاس مسلمانوں کی بنائی ہوئی ایک عمارت ہے یہ خیال بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس عمارت کا طرز تعمیر اس زمانے کی عمارتوں سے بہت مختلف ہے۔ جنوبی فرانس میں عربوں کے سکے ضرور ملتے ہیں لیکن ان میں بہت سے ایسے ہیں جن پر اس زمانے کے بادشاہوں کے نام بھی نہیں لکھے ہیں۔ کوئی شبہ نہیں نویں صدی کے آخر میں مسلمانوں نے علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں بہت ترقی کرلی تھی۔ اسی زمانے میں وہ پراونس ڈوفینی، سیوائے اور سوئٹزر لینڈ میں داخل ہوئے۔"

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس زمانے میں اسپین اور افریقہ کے مسلمان فرانس اور قرب و جوار کے یورپی ملکوں کے باشندوں سے کہیں زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ تھے ابھی تک یورپ جہالت اور وحشت کی تاریکیوں سے باہر نہیں نکلا تھا۔ عربوں نے اپنی تہذیب کی جو یادگاریں اندلس میں چھوڑی ہیں ان کے گنانے

کا یہ موقع نہیں عربوں کے بنائے ہوئے پل، گھاٹ، آبپاشی کی نہریں، نالے، بلند و بالا محل اور فلک بوس قصر و ایوان آج بھی ان کی صناعی اور حسن ذوق کے گواہ ہیں۔ انہوں نے صنعت و حرفت ہی میں امتیاز نہیں حاصل کیا تھا بلکہ فلسفہ سائنس اور دوسرے علوم عقلیہ میں بھی ان کے کمال کی دوسری مثال نہ تھی، انہوں نے ارسطو بقراط اور جالینوس، دلیسقوریدوس اور بطلیوس وغیرہ کی کتابوں کے ترجمے کئے اور ان کی جدت پسند طبیعت نے بعض ایسے علمی اسرار معلوم کیئے جو ابھی تک دوسروں کی نگاہ میں نہ آئے تھے۔ اس زمانے کے عربوں کو عیسائیوں پر جو امتیاز حاصل تھا اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مسیحی علم و فضل میں ان کے محتاج تھے اور ان کی معلومات سے فائدہ اٹھاتے تھے"

"مورخوں کا بیان ہے کہ لیون کا بادشاہ شانجہ بیمار ہوکر علاج کے لئے قرطبہ آیا تھا۔ چاروں طرف علاج کر کے تھک چکا تھا۔ عرب طبیبوں کے علاج سے اچھا ہوکر لوٹا وہ تمام عمر عربوں کے اخلاق اور ان کے کریمانہ برتاؤ کا دم بھرتا رہا۔ اسی زمانے میں راہب جربرٹ نے اسپین میں علوم طبیعیہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی اور اتنا کمال پیدا کیا کہ اس کے اہل ملک اس کو جادوگر سمجھنے لگے[1]"

---

[1] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر دالماس کی شہادت بھی اس موقع پر پیش کر دی جائے پروفیسر دالماس مڈیکل کالج مونبلیہ (جنوبی فرانس) میں نسوانی امراض کا معلم ہے اس نے مونبلیہ یونیورسٹی میں عربوں کے متعلق ایک قابل قدر تقریر کی تھی۔ حاضرین میں مشرقی نوجوان، مصری، عراقی اور شامی سبھی شریک تھے۔ اخبار اہرام میں بھی اس خطبہ کا اقتباس شائع ہوا تھا۔ پروفیسر دالماس نے پہلے دو خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ جہاں جاتے اپنی تہذیب لے جاتے اور پھیلاتے۔ پروفیسر موصوف نے کہا کہ عربوں کا تمدن صرف تعمیرات تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے ان علوم و معارف کی (باقی اگلے صفحے پر)

"عربوں کے جو گروہ فرانس میں آئے اور کوہ آلپس پار کر کے آگے نکل گئے وہ اس پہلی جماعت سے تعلق نہ رکھتے تھے جو تہذیب اور شہریت کی پیغامبر تھی یہ لوگ تو لوٹنے پھونکنے اور مال غنیمت سے دامن بھرنے نکلے تھے۔ یورپ میں اصل بیداری بارہویں صدی عیسوی میں پیدا ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اہل مغرب مشرق کے باشندوں سے جنگ کرنے نکلے تھے اور عیسائیت اور اسلام نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک دوسرے کا جائزہ لیا۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی اس زور آزمائی نے فرانسیسیوں، انگریزوں اور جرمنوں کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا اور انہوں نے آنکھیں کھول کر اسلامی تہذیب کا جمال دیکھا اور اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت محسوس کی۔"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) بھی داغ بیل ڈالی جو آج علوم حاضرہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ علم النباتات اور طب میں ان کو بڑا کمال حاصل تھا عربوں ہی نے یورپ کو یونانی علوم سے روشناس کیا۔ عرب ماجلون میں مونبلیہ کے پاس اترے اور وہاں ایک عرصہ تک رہے۔ بعد کو چارلس مارٹل نے ان کو وہاں سے نکالا اور اس مقام کو پھونک دیا تاکہ عرب پھر لوٹ کر آباد نہ ہو سکیں۔ عرب اپنے قیام کے زمانے میں بعض طبی کتابیں فروخت کیا کرتے تھے بعد کو کچھ طبیب بھی آئے اور معالجے کے فن نے بہت ترقی کی" پروفیسر موصوف نے ضمنیئیل بن طبیبوں اور نانان بن ذکریا یہودی طبیبوں کا نام لے کر بتایا کہ انہوں نے عرب طبیبوں سے فن طب حاصل کر کے نام پیدا کیا اور آج ان کے نام کالج میں اساتذہ کی فہرست میں آویزاں نظر آ رہے ہیں بعض وہ راہب جو پوپ کے درجے تک پہونچے جامعہ مونبلیہ میں عرب اساتذہ سے کسب علم کر چکے تھے پروفیسر موصوف نے کہا کہ ماجلون کے آثار میں ابھی تک آیات قرآنی اور عربی اشعار عربوں کی یادگار موجود ہیں

میں نے اپنے مرحوم دوست امیر الشعرا احمد بک شوقی (سابق استاذ علم الحقوق جامعہ مونبلیہ) سے ۱۸۹۳ء میں پیرس میں یہی خبر سنی تھی۔

"یونانی زبان کا علم ناپید ہو چکا تھا اور عربوں کے سوا علوم کا ماہر اور کوئی نہ تھا فرانس اور قرب و جوار کے عیسائی اہل علم اسپین آتے تھے تاکہ یونانی علوم کا عربی سے لاطینی میں جو اس وقت یوروپ کی علمی زبان تھی ترجمہ کریں۔ پندرہویں صدی عیسوی تک یونیورسٹیوں اور دوسرے اداروں کا تکیہ یونانی علوم کے بارے میں انہیں ترجموں پر رہا۔"

"مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عربوں کے آثار کا بھی تذکرہ کر دیا جائے جو فرکسینٹ میں اترے تھے انہوں نے کنوئیں، سرنگیں، کھدے ہوئے پتھر اور پائیدار عمارتیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ یہ چیزیں ابھی تک ان کے بے نظیر صبر اور بے مثال بلند ہمتی کی شہادت دے رہی ہیں۔ لیکن ان قلعوں میں اندلس کی عمارتوں کی طرح عربی کتبے نہیں ملتے۔"

"کہا جاتا ہے پہاڑوں کی چوٹیوں پر جو بے شمار قلعے بنے ہوئے ہیں وہ انہیں عربوں کی یادگاریں ہیں۔ وہ فرانس اور اٹلی کے ساحلوں پر عربی دستور کے بموجب برجوں کی تعمیر کیا کرتے تھے۔ تاکہ خطرے کے وقت آگ جلا کر دشمن کی آمد کی خبر دے سکیں اور اسلامی آبادیوں سے کمک منگا سکیں۔ موسیو ڈمینس (Demens) نے اپنی کتاب "النزھۃ العجیبہ" میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ عربوں کی کتابوں میں بھی امیر عقبہ بن حجاج سلولی کے قلعوں اور کمین گاہوں کا تذکرہ آیا ہے جو اس نے جنوبی فرانس میں بنوائی تھیں۔ ایزدولباجی کا بیان ہے کہ ان میں سے بعض برج سمح بن مالک خولانی نے جو عقبہ سے پہلے اندلس کا امیر تھا بنوائے تھے لیکن سمجھ میں نہیں آتا یہ برج عربوں ہی کی طرف کیوں منسوب کئے جائیں۔ ممکن ہے وہاں کے باشندوں نے یہ تمام برج یا ان میں سے بعض اپنی حفاظت اور شہر کی نگرانی کے لئے بنوائے ہوں۔"[1]

---

[1] ہو سکتا ہے کہ فرانسیسیوں نے بھی بعض برج ساحل پر بنوائے ہوں (باقی اگلے صفحہ پر)

"مذکورہ بالا آثار کے علاوہ ریشمی اطلس، ہاتھی دانت اور چاندی کے ڈبے بلوریں جام اور عمدہ ہتھیار جو ابھی تک فرانس کے گرجوں میں محفوظ ہیں عربوں کی صنعت دکاریگری کی یاد دلاتے ہیں۔ لوگ ان چیزوں کے دام بڑھا چڑھا کر لگاتے ہیں جس سے عربی مصنوعات کی بیش قیمتی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں میں سے اکثر آٹھویں صدی عیسوی کے بعد کی بنی ہوئی ہیں۔"

"عرب سکونت اختیار کرتے ہی زمینوں کو اپنی محنت اور جانفشانی سے سبزہ زار بنا دیتے تھے۔ وہ نہریں نکالتے اور ان نہروں کے کنارے خوشنما باغات لگاتے تھے مرسلیہ، بلنسیہ اور غرناطہ کے باغات ابھی تک ان کے ذوق سلیم کی شہادت دے رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے پراونس میں عربوں ہی نے بلوط کے درخت لگائے تھے۔ یہاں ابھی تک ایک جنگل دشت مور کے نام سے مشہور ہے۔ عرب صنوبر اور ارز کے درختوں سے قطران حاصل کرتے تھے اور جہازوں میں استعمال کرتے تھے۔ پراونس کے لوگ ابھی تک قطران کو قطران (quitron) ہی کہتے ہیں حالانکہ دوسرے صوبوں کے فرانسیسی اس کو گودرن (goudron) کہتے ہیں۔"

"لوگوں کا خیال ہے کہ عربوں نے فرانس میں گھوڑوں کی نسلوں کو بھی ترقی دی تھی وہ عرب گھوڑے لاتے اور لڑائیوں میں استعمال کرتے تھے۔ ان عربی گھوڑوں کی نسل ابھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ برجوں کا یہ سلسلہ جو اندلس کے تمام ساحلوں پر پھیلا ہوا ہے یہ عربوں ہی کی یادگار ہے۔ برجوں میں آگ لگا کر لڑائی کی خبر دینا اور مدد مانگنا عربوں ہی کے لئے مخصوص تھا عربوں نے اپنی فتوحات کے ابتدائی ایام میں اسکندریہ سے طنجہ تک ایسے برج بنوائے تھے اگر کوئی واقعہ پیش آتا طنجہ میں آگ جلائی جاتی اور یہ آگ ایک برج کو دیکھ کر دوسرے برج میں روشن ہوتی اور ایک ہی رات میں اسکندریہ تک پہونچ جاتی۔"

تک فرانس میں باقی ہے کامرگ میں مخلوط النسل گھوڑوں کی ایک نسل موجود ہے جو عربی گھوڑوں کے میل سے پیدا ہوئی تھی۔"

"عربوں نے اپنی جو عادتیں یادگار چھوڑی ہیں ان میں رقص کی ایک قسم بھی بتائی جاتی ہے۔ اس کا جنوبی فرانس میں رواج ہے۔ مقامات کے اختلاف کے ساتھ اس کے طرز میں بھی کچھ فرق ہو گیا ہے۔ یہ رقص رات کو ہوتا ہے۔ ایک نوجوان دو عورتوں کے درمیان میں رقص کرتا ہے دوران رقص میں کبھی ادھر اور کبھی ادھر دونوں عورتوں کی طرف بڑھتا ہے۔ ایک دوسرا رقص ہے جس میں مردوں کی جماعت عورتوں کی ٹولی کے سامنے سیدھی صف باندھ کر کھڑی ہو جاتی ہے دونوں جماعتیں رقص کرتی ہوئی آگے بڑھتی ہیں اور ترتیب سے ایک دوسرے سے مل جاتی ہیں۔ دونوں جماعتوں کے رہنما بھی ہوتے ہیں یہ کچھ اشارے بھی کرتے ہیں رقص کرنے والے ان کے اشاروں پر حرکت کرتے ہیں ایک فوجی رقص بھی ہوتا ہے اس میں دو آدمی تلواریں کھینچ کر ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں۔ کبھی بڑھتے ہیں اور کبھی کترا کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں یہ رقص میدان جنگ میں لڑنے والے کے تیوروں کی صحیح نقل اتارتا ہے۔"

"کہا جاتا ہے فرانس میں اصل عرب نسل کے لوگ ابھی تک موجود ہیں۔ لیکن اس دعوی کی تائید میں کوئی دلیل نہیں ملتی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ دریائے صادون کے کنارے

لیون اور ماصون کے درمیان وہ لوگ آباد ہیں جن کے آبا و اجداد چارلس مارٹل سے شکست کھا کر بھاگے تھے اور اپنے لشکر سے چھوٹ کر علیحدہ ہو گئے تھے۔ ان کے عادات و اطوار بھی خاص بتائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے ان کی زبان میں ابھی تک عربی الفاظ باقی ہیں لیکن ان تمام دعووں کی تصدیق میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ الفاظ جن کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کچھ قدیم فرنچ زبان کی یادگار ہیں اور کچھ لاطینی زبان کے بعض لفظوں سے مشتق ہیں۔"

ناموں کے قرب و جوار میں عربوں کے قدم نہیں آئے جو لوگ عربوں کے مقابلے سے بھاگتے تھے وہ ضرور یہاں ٹھہرتے تھے۔ ایک دوسری قوم کاغوت کو بھی جو کوہ پری نیز کے قرب و جوار میں بستی ہے عربی النسل کہا جاتا ہے لیکن یہ خیال بھی درست نہیں یہ جماعت ان مغربی قبیلوں سے تعلق رکھتی ہے جو برطانیہ اور اوفرنیہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور کاگو اور کابوت وغیرہ ناموں سے مشہور ہیں

پوشیدہ نہ رہے کہ ہنری چہارم کے زمانے میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ اندلسی مسلمانوں نے فرانس میں پناہ لی تھی۔ یہ وہ مہاجرین تھے جنہوں نے فلپ ثانی کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت کی تھی فلپ کا حکم تھا کہ اسپین میں دو مذہب باقی نہیں رکھے جائیں گے اس لئے مسلمان یا تو عیسائی ہو جائیں یا قتل ہونا گوارا کریں۔ بہتوں نے بظاہر اسلام ترک کر دیا لیکن اندرونی طور پر وہ اپنے مذہب پر قائم رہے اور خلافت عثمانیہ سے ان کے تعلقات باقی رہے۔ فلپ سے یہ حالات چھپ نہ سکے اور اس نے ان کے اخراج کا فیصلہ کیا۔ یہ جلاوطن فرانس پہونچے لیکن وہاں ٹھہرے نہیں بلکہ ساحل فرانس سے افریقہ اور دوسرے اسلامی ملکوں کی طرف چلے گئے۔ جو لوگ فرانس میں رہ گئے وہ عیسائی ہو گئے اور مسیحی قوم میں اس طرح جذب ہو گئے کہ آج ان کا پتہ لگانا سخت دشوار ہے شینیہ (Chenier) نے اپنی کتاب عربوں کی تاریخ میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے[۱]

---

[۱] اندلس کے بچے کھچے مسلمان عیسائی حکومت کے ظلم و جور سہتے سہتے عاجز آ گئے وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے آگ میں جلائے گئے املاک و جائداد سے بے دخل اور محروم کئے گئے مرد و عورت بجبر غلام بنائے گئے اور تعذیب کی طرح طرح کی نئی نئی تدبیریں ایجاد کی گئیں۔ ان مظالم نے ان کے لئے اندلس کا مزید قیام غیر ممکن بنا دیا۔ انہوں نے خاموشی سے حکومت عثمانیہ کے ذمہ دار افسروں تک اپنی بات پہونچائی۔
صدر اعظم حکومت ترکیہ بلگریڈ سے گزر رہے تھے۔ اندلسیوں کا وفد وہیں ان سے ملا اور کہا کہ اسپینی حکومت ان کو طرح طرح کے عذاب دے رہی ہے اور کسی صورت سے کہیں چلے جانے کی اجازت نہیں دیتی۔ ڈیڑھ لاکھ نفوس فرانس چلے گئے ہیں اور عثمانی خلیفہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اسپینی اور فرانسیسی حکومتوں پر دباؤ ڈال کر باقی مسلمانوں کو بلاد اسلامیہ میں چلے آنے کی اجازت دیدے سلطان احمد خاں اول نے ہنری رابع شاہ فرانس کو لکھا اور متوجہ کیا اور لکھا کہ حکومت عثمانیہ اپنے جہازوں پر ان مصیبت زدہ مسلمانوں کو منتقل کرے گی۔
ہنری رابع نے ان مسلمانوں کو اس شرط پر فرانس میں داخل ہونے کی اجازت دی تھی کہ وہاں پہونچکر عیسائی ہو جائیں گے جب سلطان کا خط پہونچا اس نے مسلمانوں کو افریقہ اور دوسرے اسلامی ملکوں کی طرف چلے جانے کی اجازت دیدی ان مسلمانوں میں بعض جماعتیں مغرب (باقی اگلے صفحے پر)

"عرب ایک مدت تک جنوبی فرانس اور کیٹلونیہ میں رہے اس لئے وہاں کی مقامی زبان اوک پر (oc) پران کا بہت اثر پڑا۔ کوئی شبہ نہیں فرانسیسی زبان میں بھی عربی کے بہت سے الفاظ ملتے ہیں۔ لیکن یہ اختلاط عربوں کے قیام کے زمانے میں نہیں ہوا بلکہ ان کی جلا وطنی کے بعد تاجروں کے ذریعہ سے جو ہمیشہ آتے جاتے رہے عربی الفاظ نے فرانسیسی زبان میں جگہ پائی

"الغرض فرانس پر عربوں کا اثر اتنا نہیں پڑا جتنا سمجھا جاتا ہے ان کے حملوں سے فرانس میں جو تباہی آئی وہ کبھی نارمین اور مجار کے تاخت و تاراج سے کہیں کم ہے۔ لیکن عربوں کے ظاہری اثرات باقی رہے ہوں یا نہ رہے ہوں ان کی عظمت دلوں میں اپنا نقش ضرور چھوڑ گئی ہے اور رومی اور ساراسین دونوں لفظوں کے معنی قریب قریب ایک ہی ہو گئے ہیں۔ عوام کے دلوں پر عربوں کی عظمت اتنی چھائی ہوئی ہے کہ ہر بڑا کارنامہ ان کو ساراسین (عربوں) ہی کا کارنامہ معلوم ہوتا ہے۔"

"نارمن اور مجار (Magyars) کے تذکرے تاریخ کے اوراق میں گم ہو چکے ہیں لیکن عربوں کی فتوحات ابھی تک ذہنوں پر اسی طرح چھائی ہوئی ہیں جیسے کل ہی کی باتیں ہوں۔ عربوں کے حملے نارمن اور مجار قبیلوں کی غارتگری سے پہلے شروع ہوئے تھے اور مجار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) چلی گئیں بعض جزائر اور ٹیونس میں آبسیں بعض نے مصر و شام کی راہ لی اور کچھ قسطنطنیہ چلے گئے کچھ لوگ جو فرانس میں رہ گئے عیسائی ہو گئے اور وہاں کی آبادی میں مل جل گئے۔

حکومت اسپین نے سلطان کا رخ دیکھا تو یہی مناسب خیال کیا کہ ان مسلمانوں کو اسپین سے نکال دے جو بظاہر عیسائی ہو گئے ہیں دراصل اپنا اسلام چھپائے ہوئے ہیں اور ان کی ریشہ دوانیوں سے ہر وقت اندیشہ ہے کہ حکومت عثمانیہ سے کوئی نزاع کھڑی ہو جائے۔ حکومت اسپین نے ان لوگوں کو جو تقریباً چھ لاکھ تھے ان جہازوں پر سوار کر کے بھیج دیا ان میں سے اکثریت مغرب میں جا بسی کچھ ریف میں ٹھہر گئے اور باقیوں نے تطوان، الرباط، سلا اور فاس کے ایک حصہ کو آباد کیا۔ بڑی جماعت تلمسان، جزائر، ٹیونس میں آبسی کچھ لوگ مشرق کی طرف چلے گئے۔ یہ واقعہ ۱۶۱۲ء میں پیش آیا۔

میں نے "حاضر العالم الاسلامی" کے نئے ایڈیشن میں اس جلا وطنی کے حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں میں نے اپنی معلومات کے بارے میں زیادہ تر عبد الرفیع اندلسی کی کتاب پر بھروسہ کیا ہے تاریخ رباط الفتح کے مصنف ابن جندار نے بھی اسی کتاب سے استفادہ کیا ہے اندلس میں ایسے لوگوں کی بڑی تعداد ہے جو سقوط غرناطہ کے بعد جبراً عیسائی بنا لئے گئے اسپینی ان کو "الموریسک" کہتے تھے۔ پوری دنیا کے انصاف پسند محققین متفق ہیں کہ اس جبر و تشدد کی کوئی مثال جو "الموریسک" کے ساتھ برتا گیا دنیا میں نہیں ملتی

کے اخراج اور نارمن کے قبول عیسائیت کے بعد تک عرب وہاں باقی رہے۔ عربوں کے ابتدائی حملے عظمت و جلال کے لحاظ سے ہمیشہ یاد رہیں گے ان معرکوں کے تصور سے ابھی تک رعب اور حیرت کی ملی جلی کیفیتیں طاری ہو جاتی ہیں۔"

"عرب نارمن اور مجارے بہت ممتاز ہیں۔ عربوں نے ایک مدت تک تہذیب اور تمدن کی سربراہی کی ہے اور جلا وطنی کے بعد بھی فرانسیسی ذہنوں پر ان کے رعب و داب کا اثر باقی رہا ہے اور ایک عرصہ تک ان کے حملے کے خوف سے ان کے حوصلے پست ہوتے رہے ہیں:

"صلیبی لڑائیوں نے جو اندلس، افریقہ اور ایشیا میں لڑی گئیں عربوں کے نام کو اور بھی چمکا دیا۔ یہ شہرت ان شہسواروں کی داستانوں اور جنگ آزمائی کی روایتوں سے کہیں آگے بڑھ گئی جو فرانس کے باشندے کئی نسلوں سے سنتے سناتے چلے آ رہے تھے یہ روایتیں امیروں اور سرداروں کے افسانوں سے معمور تھیں تمام قبیلوں کو ایک ہی طرح کی داستانیں سنائی جاتی تھیں۔ جو شخص علو ہمت اور فکرِ بلند کا مدعی ہوتا تھا وہ مشاہیر کے ان قصوں میں زیادہ لطف محسوس کرتا تھا۔ ان داستانوں کے سامنے تاریخ اور ادب کے ذخیرے ہلکے معلوم ہوتے تھے۔ یہ افسانے زیادہ تر منظوم ہوتے تھے اور پڑھنے والے شہروں اور دیہاتوں میں گھوم گھوم کر یہ نظمیں پڑھتے اور عوام کی محفلیں گرماتے تھے۔

"کوئی جلسہ ایسا نہ ہوتا تھا جس میں یہ داستان گو مشاہیر کے متعلق اپنی روایتیں سنانے نہ پہنچتے ہوں۔ ان نظموں میں زیادہ تر مسلمانوں سے لڑائیوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور فرانسیسی جوانمردوں کے کارنامے بڑھا چڑھا کر سنائے جاتے تھے۔ ایسے قصیدوں میں جن میں جوانمردی اور بہادری کے کارنامے بیان کئے جائیں مبالغہ قدرتی بات ہے۔ بیان کے زور سے معمولی واقعہ کئی گنا زیادہ اہم بن جاتا تھا اور منظر کی تصویر بڑھ چڑھ کر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ اس قصیدہ خوانی کے رواج نے فرانس اور اٹلی کے ہر شہر میں ایک عرب امیر اور فرانسیسی ہیرو فرض کر لیا تھا۔ ہر جگہ میدان جنگ کے ہیبتناک مناظر کا نقشہ

کھینچا جاتا۔ دونوں کی بہادری اور جانبازی کے مبالغہ آمیز کارنامے بیان کئے جاتے اور آخر میں فرانسیسی ہیرو کو عرب امیر کے مقابلے میں کامیاب بنا کر داستان گوئی کا حق ادا کر دیا جاتا۔"

"بلاشبہ اس زمانے کے عرب شجاعت و جوانمردی اور عزت نفس اور مکارم اخلاق میں اپنی آپ مثال تھے۔ وہ قابو پا کر معاف کرنا جانتے تھے۔ مہمان نوازی ان کا قومی شعار تھا ان کی انہیں خوبیوں سے متاثر ہو کر اشٹوریہ کے بادشاہ اذفونش اعظم نے اپنے لڑکے کی تعلیم و تربیت کے لئے قرطبہ سے دو مسلمان معلموں کو بلایا تھا۔ اس کو اس زمانے کی مسیحی دنیا میں کوئی ایسا معلم نہ ملا جو اس خدمت کے لئے عربوں سے زیادہ موزوں سمجھا جاتا۔"

"انہیں مبالغہ آمیز روایتوں میں یہ قصہ بھی بہت دلچسپی سے سنا جائے گا کہ شارلمان اعظم اپنے لڑکپن میں عربوں کی صحبت سے مستفید ہوا تھا اور ان کے فیض محبت سے اس قابل ہوا کہ اتنی بڑی طاقت اکٹھا کر کے مغربی ناموس کی حفاظت کر سکا۔" ایک عرصے تک یہ بے سروپا باتیں گرمی محفل کا سامان بنتی رہیں اور عام و خاص سبھی ان افسانوں پر ایمان لاتے رہے۔ تاریخی تحقیق کی مہم صرف ڈیڑھ سو برس سے شروع ہوئی اور یہ موقع ہاتھ آسکا کہ ان مبالغہ آمیز روایتوں سے صحیح تاریخی حقیقتوں کو الگ کیا جا سکے۔"

سوئٹزرلینڈ پر عربوں کے حملے

ہم نے گذشتہ اوراق میں رینو کی کتاب کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسی سلسلے میں ڈاکٹر فرڈیننڈ کلر (Ferdenand Kaller) کی تالیف کا خلاصہ بھی پیش کردیا جائے۔

فرڈیننڈ کلر کی اصل کتاب کا ترجمہ انجمن آثار قدیمہ زوریخ نے ۱۸۵۶ء میں شائع کیا تھا۔ اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو ۱۹۱۹ء میں میرے ہاتھ آئی مجھے اس کتاب کا پتہ پروفیسر ھس نے جو زوریخ یونیورسٹی میں تاریخ اور مشرقی زبانوں کے پروفیسر ہیں بتایا تھا میں نے اسی کا خلاصہ علامہ سید رشید رضا کے رسالہ المنار میں شائع کرایا تھا۔

کلر نے اپنی کتاب میں کہا ہے:۔

"لیتوپراند (Liuprand) نے بیان کیا کہ مشیت الٰہی کے بموجب جس کے بھید پانا انسان کا کام نہیں، ۸۹۱ء میں بیس (۲۰) عرب ساحل اندلس سے ایک جہاز میں بیٹھکر روانہ ہوئے۔ مخالف طوفانی ہواؤں نے ان کو پراونس کے کنارے خلیج سینٹ ٹروپز میں پہونچادیا۔ وہ چوروں کی طرح

رات کی تاریکی میں ٹرو پیز پر چڑھ دوڑے اور مسیحی باشندوں کو قتل کر کے گاؤں پر قابض ہو گئے۔ انھوں نے کوہ موروس (Maures) میں جائے پناہ بنائی تاکہ خطرے کے وقت قرب و جوار کی قوموں سے بچ سکیں۔ یہ پہاڑ کٹیلے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس جگہ کا نام فراکسنٹیم Fraxenetum تھا اس کے ایک طرف سمندر تھا اور دوسری جانب کانٹوں کا گھنا جنگل تھا جس کے ایک دوسرے سے گتھے ہوئے درخت اس کی فصیل کا کام کرتے تھے۔ جو شخص اس جنگل میں گھسنے کی ہمت کرتا کانٹے جو برچھیوں کی طرح نوکیلے اور تیز تھے اس کے بدن میں پیوست ہو جاتے اور وہ نہ آگے بڑھنے کی ہمت کر سکتا اور نہ پیچھے لوٹنا ہی آسان نظر آتا۔ انھوں نے اس جنگل میں اپنی آمد و رفت کے لئے صرف ایک راستہ بنایا تھا۔ اس راستے کے سوا ان کے مامن میں پہنچنے کی کوئی دوسری سبیل نہ تھی۔"

"اس جائے پناہ میں وہ اطمینان سے رہنے لگے۔ یہاں سے نکل کر آس پاس کی آبادیوں پر چھاپہ مارتے تھے اور گھوم پھر کر پھر اسی قدرتی قلعے میں پناہ لیتے تھے۔ انھوں نے ایک آدمی اسپین بھیجا اور اپنی جماعت کے دوسرے لوگوں کو بھی بلایا۔ ان کے قاصد نے اہل اسپین سے اس مقام کی بہت تعریف کی اور یقین دلایا کہ وہاں کے باشندے بہت بودے ہیں، ان کی طرف سے مدافعت کا کوئی اندیشہ نہیں، قاصد کے ساتھ سو عربوں کی ایک اور جماعت آ پہونچی۔"

"پراونس کے باشندے خانہ جنگی کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ عربوں نے ان کے انتشار سے فائدہ اٹھایا۔ اہل پراونس آپس میں لڑتے تھے اور اپنے بھائی بندوں کے خلاف مدد مانگنے عربوں کے پاس آتے تھے۔ اب عربوں کو اطمینان تھا۔ نفاق نے اہل ملک کو کسی قابل نہ رکھا تھا۔ عربوں کی کمک کیلئے اندلس سے

امدادی دستے آ رہے تھے۔ انھوں نے پورے اطمینان سے چھاپے مارنے شروع کئے۔ جو کچھ پاتے لوٹ لیتے جو سامنے آتا قتل کر دیتے۔ انھوں نے اس زرخیز ملک کو دل کھول کر لوٹا اور بے انتہا مالِ غنیمت جمع کیا۔"

"ہم نے پراونس کے ساحل پر عربوں کے نزول، فراکسینٹم کی طبعی حالت اور عربوں کی قلعہ بلندی کے متعلق مذکورہ بالا روایت معاصر مورخ اینٹپولڈ Antapold کی کتاب سے نقل کی ہے۔ یورپ کے اس حصے میں فراکسینیم چالیس سال تک ان کی قوت کا مرکزی قلعہ بنا رہا۔ یہیں سے نکل کر ان کے حملہ آور دستے جنوب اور مشرق میں لوٹ مار کرتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کے رعب و جلال کے چرچے ہونے لگے اور ان کی کامیابیوں نے ان کے دلوں میں ایک طرح کی خود اعتمادی پیدا کر دی۔"

"عرب مالِ غنیمت کے لئے دور دور چھاپے مارتے تھے۔ یہ مالدار دیروں اور محفوظ شہروں کو جہاں بھلے آدمیوں کے مکانات ہوتے لوٹ لیتے تھے اور آبادیاں اس طرح ویران کرتے تھے جیسے وہاں کبھی زندگی کا کوئی نشان ہی نہ رہا ہو۔"

"اس زمانے کے مورخوں کے بیانوں سے یہ بات اچھی طرح صاف ہو گئی ہے کہ ان حملوں سے کسی سیاسی مقصد کی تکمیل مقصود نہ تھی۔ اور اندلسی حکومت کی توسیع کا خیال اس غارت گری کا محرک نہ تھا۔ یہ غارت گر یہاں کے ملکوں میں باقاعدہ حکومت بھی قایم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی چھوٹی سی جماعت ملک گیری اور فرمانروائی کے لئے کافی بھی نہ تھی یہ تو مال غنیمت کے بھوکے تھے۔ سونے چاندی کے ڈھیر لوٹ کر فراکسینیم کے قلعے میں اکٹھا کرتے تھے اور جب دشمنوں کا دباؤ بڑھ جاتا تھا ساری دولت کشتیوں پر لاد کر اندلس بھاگ

کھڑے ہوتے تھے۔ اندلس کا خلیفہ ان غارتگروں سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا اور نہ اُس نے کبھی ان کی مدد کے لئے کوئی فوجی دستہ ہی بھیجا۔"

"پتہ نہیں چلتا کہ مسلمانوں نے کوہ آلپس سے گذر کر اٹلی پر کب حملہ کیا؟ غالباً دسویں صدی عیسوی کے شروع میں یہ واقعات پیش آئے ہوں گے۔ دیر نوویلیس (No uelese) کوہ سینس (Senis) کے سامنے سوزا (Susa) قصبہ پر واقع تھا۔ وہاں کے واقعہ نگار نے ۹۰۶ء میں مسلمانوں کے حملوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اسی سال سے پراونس، بورگونڈی (Burgundy) سیملہ (Cimella) اور نیزہ (Nizza) ان کی جولانگاہ بننے لگے۔ اسی سال انھوں نے کوہ سینس پر چڑھ کر سیولئے اور سوئٹزرلینڈ کی شاہراہوں پر قبضہ کر لیا۔ پہاڑ کے دامن میں نوویلیس کا دیر تھا۔ یہ اپنی عظمت اور دولت کے لحاظ سے بہت مشہور تھا۔ راہبوں نے عربوں کی سفاکی اور غارتگری کا حال سنا اور دیر کی قیمتی اور نادر چیزیں لے کر جن میں وہاں کا بے نظیر کتب خانہ بھی تھا، توری بھاگ گئے۔ ان کے جاتے ہی مسلمان بھی آ پہونچے۔ جو کچھ ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ گرجے کو جلا کر خاک کا ڈھیر بنا دیا۔ بوڑھے راہب جو دیر کی دیکھ بھال کے لئے پڑے رہ گئے تھے ان کے ہاتھ لگے اور طرح طرح کی مصیبتوں کا شکار ہوئے۔"

"اس زمانے میں دریائے پو (Po) اور رون کے درمیانی علاقے عربوں کی غارتگری کا میدان بن گئے۔ پیمینٹ، پراونس ڈوفینی، مانٹ فراٹ اور ٹارنٹیز کے علاقے ہر سال لوٹے اور پھونکے جانے لگے۔ اس زمانے کے واقعہ نگاروں نے ایسے حادثوں کا ذکر کیا ہے جن کے سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

عرب غارت گر تاجروں، زائروں اور مسافروں پر جھپٹ پڑتے۔ جو کچھ

ان کے پاس ہوتا چھین لیتے۔ اگر کوئی مدافعت کی کوشش کرتا قتل کر دیا جاتا قوم کے بڑے لوگ بالخصوص مذہبی پیشوا روم کے سفر میں قیمتی مال و اسباب اور ساز و سامان کی وجہ سے سخت خطرہ محسوس کرتے۔ عرب دیہاتی آبادیوں میں صرف گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کی لوٹ پر اکتفا نہ کرتے بلکہ وہ تمام چیزیں جن کی کوئی قیمت لگ سکتی اٹھا لے جاتے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کو پکڑ لیتے اور غلام بنا کر بیچ لیتے۔"

"اگر کسی جگہ کے باشندے مدافعت کرتے اور عربوں کا کوئی آدمی مارا جاتا تو عرب انتقام کے جوش میں اس مقام کو جلا کر خاک کر دیتے۔ کبھی کبھی ان کے حملوں کی وجہ سے ان ملکوں کے درمیان آنے جانے کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا۔ جن جگہوں پر مسلمانوں کا حملہ ہوتا وہاں کے باشندے پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگ کر جان بچاتے۔ یہ لوگ کبھی مقابلہ میں کامیاب ہوتے اور کبھی شکست کھاتے۔"

"ان ملکوں کے باشندوں نے عربوں کے مقابلے پر کبھی متحدہ محاذ نہیں بنایا۔ سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ ان ملکوں کے امرا ایک دوسرے کے دشمن تھے اور اپنی ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے اپنے بھائیوں کے خلاف عربوں سے مدد مانگتے پھرتے تھے۔"

"عربوں نے اپنی پوری توجہ راستوں کی طرف رکھی اور عام گذرگاہوں پر قبضہ کر لیا۔ یہ تدبیر ضروری بھی تھی۔ لوٹ مار کے لئے راستوں سے بہتر کوئی دوسری جگہ نہ تھی۔ تجارتی مال ان راستوں میں آسانی سے ہاتھ لگتا تھا مالدار مسافر ضرورت کی تمام چیزیں ساتھ لیکر چلتے تھے۔ یہ مسلمانوں کے لئے اچھا شکار ثابت ہوتے۔ عرب راستوں میں تھیروں اور تیروں سے مسافروں کا

استقبال کرتے غاروں اور وادیوں میں پناہ گزیں ہونے کی وجہ سے ان کی تھوڑی سی تعداد بڑے بڑے لشکروں کا منھ پھیر دینے کے لئے کافی ہوتی تھی۔"

"فلوڈورڈ (Flodoord) نے اپنی سالانہ تعلیقات میں لکھا ہے کہ مسلمانوں نے ۹۲۱ء میں ایک انگریزی قافلہ جو روم جا رہا تھا لوٹا تھا۔ انھوں نے اس کو آپس کی وادیوں میں گھیر کر ٹھکانے لگا دیا۔ دو سال کے بعد دوسرا انگریزی قافلہ ان کی سفاکیوں کا شکار بنا۔ ۹۲۹ء میں زائروں کا قافلہ بھی ان کی زد میں آگیا تھا لیکن خون خرابہ ہونے سے پہلے ہی لوگ لوٹ پڑے اور ان کے ہاتھ نہ آسکے۔"

"معلوم نہیں یہ حادثات اٹلی کی زمین میں پیش آئے یا سوئزرلینڈ اور فرانس کے ملک میں۔ لیکن چونکہ انگریزی قافلے سینٹ برنارد (St Bernard) ہوکر روم جایا کرتے تھے اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ یہ واقعات اٹلی کی حدود میں پیش آئے ہوں گے۔ ایک اور تاریخی واقعہ اس قیاس کی تائید کرتا ہے۔ شاہ انگلستان اور ڈنمارک کنوٹ اعظم نے برگونڈ کے بادشاہ رڈولف ثالث سے راستوں کے امن کا مطالبہ کیا تھا تاکہ انگریزی قسیس، تاجر اور زائر امن کے ساتھ روم جا سکیں۔"

"یہ بتانا بھی بہت مشکل ہے کہ عربوں نے دسویں صدی کے کس حصے میں سینٹ برنارد پر جو اس زمانے میں کوہ جووس (Mont Jevis) کہلاتا تھا قبضہ کیا تھا۔ اور ان کے قبضے کی تاریخ کیا تھی؟ ایسی تحریریں موجود ہیں جن سے تاریخوں کا بھی پتہ چلتا ہے لیکن کوئی تاریخ ایسی نہیں ہے جس کو صحیح بتایا جا سکے رینو کا خیال ہے کہ یہ حادثات ۹۳۹ء میں پیش آئے لیکن ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ اس سے بھی پہلے یہ واقعات پیش آچکے تھے۔"

جو کچھ معلوم ہو سکا صرف اتنا ہے کہ عرب ۹۴۰ئ میں سینٹ برنارڈ کی پہاڑیوں سے رون کی زرخیز وادیوں میں جہاں دیر آگانوم (Aganoum) بنا ہوا تھا اترے۔ یہ دیر سینٹ موریٹیوس (Mauritews) اور اُس کے ساتھیوں کے نام سے بنایا گیا تھا۔ یہاں سونے چاندی کا بڑا ذخیرہ تھا اور طرح طرح کے قیمتی جواہرات جو کارلووِن جی ان اور بورگونین بادشاہوں نے دیئے تھے موجود تھے۔ اسی سال عربوں نے اس دیر پر بھی حملہ کیا اور لوٹ کھسوٹ کر آگ لگا دی۔ اگسبرگ (Augsbur) کا قدیس ادسریک (Ulriah) برگونڈ جاتا ہوا یہاں آیا تاکہ شاہ کونراد کے حکم کی تعمیل میں شہیدوں کی ہڈیاں آگسبرگ میں سپردِ خاک کرے۔ لیکن یہاں ایک خادم کے سوا جو جلی ہوئی عمارت کی نگرانی کر رہا تھا اور کوئی نظر نہ آیا۔"

"فلوڈوارڈ نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ ۹۴۰ئ میں انگریزوں اور گالوں (ملعوید) کا ایک قافلہ روم کے ارادے سے آیا لیکن راستے میں اپنے چند آدمی کھو کر جدھر سے آیا تھا اسی طرف لوٹ گیا۔ گاؤں اور دیر پر عربوں کا قبضہ تھا اور آگے بڑھنے کی کوئی سبیل نہ تھی۔"

"فرانسیسی مورخوں نے ایک خط کا تذکرہ کیا ہے جو راہب روڈولف نے سینٹ مورِس (St Maurise) کے دیر سے شاہ فرانس لوئس چہارم کے نام بھیجا تھا۔ راہب نے اس خط میں لکھا تھا "خدا شاہانِ فرانس کلوڈس، ڈاگوبرٹ اور شارطان پر سلام بھیجے جنھوں نے اس جگہ کا خیال کیا اور اس کی تقدیس کی۔ میری درخواست ہے کہ آپ اس دیر کی تجدید کریں اور قدیسوں کے مزاروں کی مرمت پر جو یہاں دفن ہیں روپیہ خرچ کریں۔"

"اس زمانے میں عرب غارت گروں کی ٹولیاں کوہ آلپس کے اس حصے

میں رہتی تھیں جو کوہستان پنینہ (Poninische) کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے یہاں سے خلیج جنوہ اور واڈ (Vaud) کے علاقوں میں لوٹ مار شروع کی۔ معلوم ہوتا ہے عربوں نے کوہ آلپس کے مشرقی حصے کی گذرگاہوں پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔ بعض تاریخوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مشرقی سوئیٹزرلینڈ بھی پہونچے تھے۔ فلوڈوارڈ نے ۹۳۶ء کے واقعات کے سلسلے میں بیان کیا ہے کہ "عربوں نے جرمنی سوئیٹزرلینڈ پر چھاپہ مارا اور بہت سے زائروں کو جو روم سے لوٹ رہے تھے قتل کر دیا"

کوئی شبہ نہیں عربوں نے جرمنی سوئیٹزرلینڈ میں کور سے رین کی وادی تک چھاپے مارے تھے۔ یہی وہ علاقہ ہے جو رشیین آلپس Ratische Alps کہلاتا ہے۔ اگر یہ خیال صحیح مان لیا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یا تو عربوں نے ۹۳۹ء سے پہلے ویلیس (Wallis) کے علاقے پر حملہ کیا تھا یا کوہستان پنینہ Poninsche سے پہلے رشیین آلپس (Ratische Alps) پر قابض ہو گئے تھے۔ فلوڈوارڈ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ عربوں نے ۹۳۶ء یا ۹۳۹ء میں رشیین آلپس (Ratische Alps) پر قبضہ کر لیا تھا۔ ۹۴۰ء سے پہلے کور اور اس کے جوار میں عربوں کا سراغ ملتا ہے۔ اگر ہم راستہ متعین کر سکیں جس سے گزر کر عرب اندرون ملک پر حملہ آور ہوئے تو بڑی اہم بات معلوم ہو جائے۔"

"کیا پیمینٹ (pied ment) سے عربوں کی دو جماعتیں آئیں؟ ایک جماعت کوہ آلپس کے مشرقی حصے کی طرف چلی گئی اور دوسری مغربی حصے کی طرف بڑھی؟ بہت ممکن ہے انھوں نے رشیین آلپس (   ) کا ارادہ کیا ہو اور اپنی فطری جرأت پر بھروسہ کر کے تھوڑی تعداد کے باوجود بحیرہ لانگن Langen اور کومر (Comer) کی طرف چڑھ دوڑے ہوں اور وہاں سے آلپس کے

راستوں کا پتہ پا گئے ہوں۔"

"شمالی اٹلی کی تاریخ میں ان واقعات کا تذکرہ نہیں ملتا لیکن ہمارا خیال ہے عرب مارٹیناخ (Martinach) سے فورکا (Furka) اور آلپس کی طرف بڑھے اور دریا کے کنارے کنارے رون کے منبع تک جا نکلے اور اس صورت سے رشین آلپس کی شاہراہوں کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس مفروضہ کی تائید میں کوئی تاریخی تحریر نہیں ملتی۔ دیر دیسنٹس (Dissentis) میں بھی جو وادی رینی کے سامنے واقع ہے کوئی ایسی تحریر نہیں ملی جس سے عربوں کے گذرنے کا پتہ چل سکے۔ لیکن مورخین کا ہمیشہ یہی خیال رہا کہ عربوں نے نواحی کور کی طرح اس دیر کو بھی لوٹا تھا۔"

"بعض تاریخی شہادتوں سے وادی رینی میں بھی عربوں کے وجود کا پتہ چلتا ہے۔ جرمنی سوئٹزرلینڈ کے امیر ہرمان نے شہنشاہ اوتھو اعظم سے کوڈلنبرگ (Quedlinburg) کے دربار میں جو اپریل ۹۴۰ء میں منعقد ہوا تھا سفارش کی تھی کہ کور کے اسقف والٹو (Waldo) کو روپیہ دیا جائے تاکہ عربوں کی غارتگری سے دیر کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے۔ شہنشاہ نے ہرمان کی سفارش منظور کر لی تھی۔"

"کوئی شبہ نہیں عربوں کے حملوں کا سلسلہ ۹۳۹ء سے شروع ہو کر ایک عرصے تک جاری رہا۔ جس زمانے میں عربوں نے رشین آلپس پر تسلط کیا تھا اسی زمانے میں پونینیہ آلپس پر بھی قبضہ کیا تھا۔ انھیں دنوں سینٹ موریس کا دیر بھی پھونکا تھا۔ رینو کا خیال ہے عربوں نے سینٹ برنار جاتے وقت یہ دیر پھونکا تھا۔"

"ان واقعات سے یہ نہ سمجھا جائے کہ عربوں نے ان ملکوں میں باقاعدہ قیام کر لیا تھا۔ وہ پہاڑوں میں رہتے تھے اور اطمینان کے وقتوں میں اپنی کمین گاہو

سے نکلتے تھے۔ ان کو ایک جگہ قرار نہ تھا۔ ان کی زندگی ان خانہ بدوشوں کی زندگی تھی جو پہاڑوں کو چھانتے گھومتے تھے۔ اگر کہیں امید کی جھلک دکھائی پڑتی ٹھہر جاتے ورنہ آگے بڑھ جاتے تھے۔ وہ ردم جانے والے تاجروں اور زائروں کی گھات میں رہتے تھے اور موقع پاتے ہی ان کا مال واسباب اور ساز و سامان لوٹ لیتے تھے۔ کوئی شبہ نہیں بعض چھوٹے چھوٹے گانوؤں میں اپنے مرکز بھی بنائے تھے۔ یہ وہاں پناہ لیتے تھے اور وہاں کے برجوں میں مال غنیمت جمع کرتے تھے۔ یہ قافلوں کو عام طور سے گہری وادیوں اور تنگ دروں میں جہاں مدافعت کی کوئی تدبیر بن نہ پڑتی گھیر لیتے تھے۔ جب کھانے پینے کا سامان ختم ہو جاتا غیر محفوظ مقاموں پر چڑھ دوڑتے اور گرجوں کو جو قیمتی ساز و سامان کر بھرے ہوتے لوٹ لیتے تھے۔"

"ایک عرصے تک ان ملکوں کی یہی حالت رہی۔ ان کے داخلے کے بارہ سال کے بعد ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ان کے لئے کوہ آلپس کے دروازے کھول دئیے اور ان کی دست درازیاں پہلے سے زیادہ تباہ کن ثابت ہونے لگیں۔"

"کاونٹ پراونس ہوگو (Hugo) نے ۹۲۶ء میں لمبارڈی کے تخت پر قبضہ کیا اور اپنے عزیز البیرکیس (Alberic) بطریق روم سے لڑائیوں کا سلسلہ چھیڑ دیا۔ عربوں نے موقع غنیمت دیکھ کر ہوگو کی غیر حاضری سے خوب فائدہ اٹھایا۔ انھوں نے کوہستانی آلپس کے شمالی اور مغربی حصوں پر قبضہ کر لیا اور آس پاس کے ملکوں میں لوٹ مار شروع کر دی جب کاونٹ ہوگو کو عربوں کی غارت گری کی خبر ملی اس نے البیرکیس سے صلح کر کے مسلمانوں کی پہلی جائے قیام فراکسینیٹم پر حملے کا ارادہ کیا۔"

"ہوگو نے حکومت قسطنطنیہ سے آتش زن کشتیوں کی مدد مانگی تاکہ فراکسینیٹم کی بندرگاہ میں عربوں کی کشتیوں کو جلا کر برباد کردے اور سمندر کی طرف سے کسی مدد کا امکان باقی نہ رہے۔ وہ چاہتا تھا کہ جس وقت وہ خشکی کی طرف سے اپنا لشکر لے کر بڑھے قسطنطنیہ کا بحری بیڑہ راستہ روک لے۔ ہوگو نے شاہ قسطنطنیہ کی شرطیں مان لیں اور بحری بیڑہ سینٹ ٹروپس کی بندرگاہ میں آموجود ہوا۔"

"پاویا (Pavia) کی جانب سے ہوگو کا لشکر بڑھا۔ قسطنطنیہ کے بحری بیڑے نے بندرگاہ میں عربوں کی کشتیوں کو جلا کر خاک کر دیا۔ ہوگو نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ عربوں کو بھاگنے کا موقع نہ ملا۔ وہ شکست کھا کر موروس کی پہاڑیوں میں چھپ بیٹھے قریب تھا کہ عربوں کی قوت ہمیشہ کیلئے ٹوٹ جاتی اور ان کی پوری جماعت گرفتار کر لی جاتی لیکن ایک حادثہ نے ہوگو کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔"

"شہنشاہ بیرنگر (Berengarius) کے پوتے کاونٹ ایوریا (Ivrea) نے لمبارڈی کے تاج و تخت کے لئے ریشہ دوانی شروع کی۔ ہوگو کو اس سازش کی اطلاع ہوئی۔ وہ گھبرا کر لوٹا تاکہ دشمنوں کا قلع قمع کر کے سازشوں کی طرف سے اطمینان کر لے بیرنگر جان کے خوف سے بھاگ کھڑا ہوا اور سینٹ برنار کے راستے سے ہرمان امیر شواب (Schwaben) کے پاس جا پہونچا۔ امیر ہرمان نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور شہنشاہ اوتھو کے دربار میں پہونچا دیا۔ شہنشاہ نے اس کی بڑی عزت کی اور خلعت و انعام سے سرفراز کیا۔"

"ہوگو نے عربوں کا زور توڑ دیا تھا اور ان کی غارتگری کی طرف سے مطمئن ہو بیٹھا تھا لیکن بیرنگر کی نقل و حرکت سے اس کو نئی الجھن پیدا ہوگئی تھی۔ وہ

ڈرتا تھا کہ کہیں دشمن خاموشی سے فوجیں اکٹھا کر کے اس کو لمبارڈی کے تخت سے بیدخل نہ کر دے۔ اس خطرہ نے ہوگو کو عربوں کی دوستی پر مجبور کیا اس نے کوہستان مورو میں عربوں کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور شرط پیش کی کہ عرب بیرنگر کے ملک میں لوٹ مار کریں اور دشمن کے لشکر کو کوہ آلپس ہی آگے نہ بڑھنے دیں۔ عربوں نے مطالبہ کیا کہ انھیں رشین اور پونینن آلپس کی گذرگاہوں میں لوٹ مار کی اجازت دی جائے۔ ہوگو نے ایک اور شرط بڑھا کر کہ آس پاس کے شہروں اور دیہاتوں کو نہ چھیڑا جائے۔ یہ مطالبہ بھی منظور کر لیا۔ لیکن معاہدہ میں یہ آخری شرط زیادہ واضح نہ تھی۔ مسلمانوں نے معاہدہ کی دفعات کی پوری پابندی کی اور کوہ آلپس کی گذرگاہوں پر قبضہ کر لیا۔ بیرنگر اپنے ساتھیوں کے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ کوہستان ٹیرول (Tirol) کی طرف سے اٹلی لوٹا۔"

"اس معاہدہ سے عربوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اب یہ گذرگاہیں ان کی حکومت میں شامل تھیں اور وہ اپنے آپ کو ان اطراف کا جائز اور قانونی وارث سمجھتے تھے۔ وہ گذرنے والوں سے محصول وصول کرتے تھے اگر کوئی مطالبہ ادا نہ کرتا عرب اسے گرفتار کر لیتے تھے اور جب تک فدیئے میں سونے کی بڑی مقدار وصول نہ ہوتی رہا نہیں کرتے تھے۔"

"عربوں نے سینٹ برنار سے آگے بڑھ کر کوہستان جورا میں نوشائل (Niochatel) اونیش (Avanche) اور وارڈ (Vaud) تک غارتگری کا سلسلہ وسیع کیا۔ جہاں پہونچے لوٹا پھونکا اور قتل و غارت کا بازار گرم کیا رشین آلپس کے شمال میں کور سے لے کر بحیرۂ کانسٹانس تک ان کی لوٹ مار سے ایک عام مصیبت برپا تھی۔ وادی رینی میں ہولناک حادثات

پیش آرہے تھے۔ دیرکور کے کتب خانے میں ایک کتاب ملی ہے جس سے پتہ چلتا ہے شہنشاہ اوتھو اعظم نے ۴ ۲ر فروری ۹۵۳ء کو کور کے مطران ہاربرٹ کو ایک رقم دی تھی تاکہ عربوں نے دیر کو جو نقصان پہونچایا ہے اس کی تلافی ہو جائے اس نے الزاس اور کونیگسکھائم (Konig she im) میں زمینیں بھی اس دیر کے لئے وقف کیں اور موخنھائم (Mauchen heim) کا گرجا بھی پوری جائداد کے ساتھ رئیس دیر کے حوالے کر دیا۔"

ڈون برگ (Don burg) میں ایک تیسری تحریر دیکھنے میں آئی ہے۔ یہ ۲۸ر دسمبر ۹۵۵ء کو لکھی گئی تھی۔ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اوتھو نے اٹلی سے لوٹتے ہوئے عربوں کے ویران کئے ہوئے علاقے کا معائنہ کیا تھا۔ لاٹ پادری برونو نے دیرکور کے نقصان کی تلافی کے لئے خاص رقم کی سفارش کی تھی۔ شہنشاہ نے سفارش قبول کی اور دیر کو انعام و اکرام سے نہال کر دیا۔ اس داد و دہش کا بڑا حصہ اس نذر پر مشتمل تھا جو شہنشاہ نے کوہ آلپس سے واپسی کی خوشی میں پیش کی تھی۔ اس نے ریزرس کا محل پادریوں کو بخش دیا اور ان کی کشتیوں کو بحری محصول سے مستثنیٰ کر دیا۔ اس داد و دہش کے علاوہ شہنشاہ نے سنتسیفن کے گرجے کو بھی تمام موقوفہ آراضی کے ساتھ کور کے لاٹ پادری کے حوالہ کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ کور کی شاہی ملکیت کی مالگذاری اور جرمنی سے آنے جانے والے قافلوں سے محصول وصول کرنے کا حق بھی عطا کیا ۹۵۸ء میں سینٹ لورنز، سینٹ ھلاریوس، سینٹ مرٹینوس اور کاریو دورس کے گرجے بھی اسی دیر میں شامل کر دیئے اور سکے ڈھالنے کا اختیار بھی عطا کیا۔ اس نے ۹۶۵ء میں اپنا محل جو بحیرہ زورخ کے کنارے واقع تھا دیر ڈلینٹس کو دے دیا۔ اور ۹۶۶ء میں کور کے راہبوں کے رئیس کو دنیشگاڈ

اور انگاڈین (Engadin) میں جائدادیں عطا کیں۔"

اس زمانے میں عربوں کی غارتگری کا حلقہ سارگانس (Sargans) ٹوگنبرگ (Togenburg) اور اپنیزل (Appenzell) تک وسیع ہو گیا انھوں نے ان کوہستانی آبادیوں پہ حملے کئے، باشندوں کو قتل کیا۔ مویشی لوٹے اور بستیاں جلا دی۔ راہب ایکہارڈ (Ekkehard) نے دیر سینٹ گالن کی تاریخ میں لکھا ہے:-

"عربوں نے اپنی غارتگری کا سلسلہ کوہ آلپس تک وسیع کر دیا۔ والٹو (Waltto) کے زمانے میں یہ ہنگامے بہت بڑھ گئے۔ یہ باشندوں پر عجیب و غریب جرأت کے ساتھ حملہ کرتے اور قتل کر دیتے تھے۔ انھوں نے ایک دن پہاڑ کی چوٹی سے دیر پر تیر اس وقت برسائے جب ایک جماعت سامنے صلیب اٹھائے ہوئے طواف میں مصروف تھی۔ والٹو بہادر آدمی تھا، اس نے عربوں کے تعاقب کا حکم دیا اور اپنے ہمراہیوں کے ساتھ خنجر، نیزے اور تیر و تبر لے کر چڑھ دوڑا۔ اس نے دوسری رات کو عربوں پر چھاپہ مارا۔ بہتوں کو قتل کر دیا۔ جو باقی رہے انھیں پکڑ لایا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ راہب ان بھاگنے والوں کو پکڑ نہ سکا۔ عرب پہاڑی مقاموں سے زیادہ واقف تھے اور کوہستانی نشیب و فراز میں مقابلے کے داؤں پیچ خوب جانتے تھے۔ جو عرب ہاتھ آئے پابجولاں دیر لائے گئے انھوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور بھوکوں مر گئے۔ عربوں کی غارتگری سے دیر کو جو نقصان پہونچا اس کی تفصیل کے لئے دفتر کے دفتر ناکافی ثابت ہوں گے۔"

"نہیں کہا جا سکتا۔ عرب سوئٹزرلینڈ میں کتنی مدت تک رہے؟ دیر کوز دیر سینٹ گالن اور دیر فافرس (Pfafers) میں جو تحریریں دیکھنے میں

آئی ہیں ان سے مدت کی تحدید نہیں ہوتی اور نہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ دسویں صدی عیسوی کے آخر میں یہاں سے چلے گئے۔"

"۹۵۴ء میں عرب سینٹ گالن پہونچے لیکن ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے اسی سال عرب اور مجار دونو گروہوں کو پیچھے ڈھکیل دیا۔ کونراڈ شاہ بورگونڈیا برجان انے اپنی ذاتی شجاعت اور جنگی تدبیروں سے ان جماعتوں کا زور توڑ دیا اور اپنا ملک ان سے خالی کرالیا۔ لیکن یہ شکست عربوں کو کوہ آلپس سے نکال نہ سکی اور مغربی آلپس کی گذرگاہوں پر بدستور قابض رہے۔"

"مذکورہ بالا حادثے میں مغربی آلپس کے عربوں کی شرکت ثابت بھی نہیں ہوتی۔ سینٹ گالن کا راہب اکھارڈ چہارم جو اس واقعہ کا راوی ہے بیان کرتا ہے:۔

"عرب جنوبی یوروپ کے وسط میں آباد تھے۔ وہاں سے نکلنے کا خیال بھی ان کے دل میں نہ آتا تھا۔ وہ وہاں کی عورتوں سے شادیاں کرتے زرخیز زمینیں بساتے اور بادشاہ کو مالگذاری ادا کرتے تھے۔"

کوئی شبہ نہیں جو عرب ان جنگوں کی روح رواں تھے آخر میں انھیں زمینوں میں بس گئے اور اپنے آپ کو وہاں کا باشندہ سمجھ کر کھیتی باڑی کرنے لگے لیکن اس مقام کی نشان دہی جہاں وہ بس گئے تھے بہت مشکل ہے۔ ممکن ہے وہ ویلیس (Valais) کے علاقے ہوں یا سیوائے کی زمینیں۔ یا ان دونوں کے علاوہ کسی تیسرے حصے میں ان کی بستیاں بسی ہوں۔ مورخوں کے بیان سے کوئی بات صاف نہیں ہوتی۔"

"۹۵۴ء میں عربوں نے ایک طرف سے چڑھائی کی اور مجار دوسری

طرف سے حملہ آور ہوئے۔ ملکہ برتھا (Bertha) اپنے چچا اولریک کے ساتھ جو آگسبرگ کا اسقف تھا بھاگ کھڑی ہوئی اور ایک برزخ میں جو اس نے نوشاتل (Nieuchatel) میں تعمیر کرایا تھا جا چھپی۔ خیال کیا جاتا ہے لوزان اور آس پاس کے علاقوں کی آبادی اسی واقعہ سے شروع ہوئی۔"

"عربوں کے ہنگاموں کا تذکرہ صرف بعض پادریوں کی کتابوں میں ملتا ہے۔ عام تاریخوں نے ان واقعات کی تفصیل نہیں بیان کی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں عربوں کی غارتگری سے ایک ہراس طاری ہو گیا تھا۔ انھوں نے اس زمانے کی ایک بڑی شخصیت قدیس مایولوس (Majolus) کے ساتھ جو سلوک کیا اس خوف و دہشت میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ مایولوس دیر کلونی کا رئیس تھا۔ پیویل سے برگونڈ جا رہا تھا۔ راستے میں عربوں سے مٹ بھیڑ ہوئی مایولوس کے کسی جانشین نے اس حادثے کے بارے میں بیان کیا ہے:۔

"قدیس مایولوس اور اس کے ساتھی ۲۲ رجون ۹۷۳ء کو کوہ آلپس سے گذر کر شمال کے ایک گانوں تک پہونچے جو ڈرانس (Drance) کے کنارے سینٹ برنار کے پاس موجود ہے۔ اس گانوں کو اس زمانے میں پونس ارزاربی (Pons Ursarii) کہتے تھے۔ یہ آجکل اورزیبر[1] کہلاتا ہے۔ اس سفر میں زائروں کی بہت بڑی تعداد قدیس کے ساتھ تھی۔ جب یہ قافلہ پونس اندر

---

[1] مستشرق رینو کا خیال ہے کہ "قدیس مایولوس (یا مایول Mayeul) پیمونٹ سے کوہ جنیورا اور وادی ڈوئی سے ہو کر گیا اور یہ حادثہ پون ڈو زیبر کے قریب ڈاک کی وادی میں پیش آیا۔ جن عربوں نے اس غارتگری میں حصہ لیا وہ گیپ اور امبروں کے درمیانی علاقوں میں رہتے تھے"۔ کیلر رینو کی اس رائے کو غلط سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے رینو نے اس حادثے کی تاریخ میں بھی غلطی کی ہے۔ کیلر کے نزدیک یہ واقعہ ۹۷۳ء میں پیش آیا تھا۔

زار پہونچا اور ایک تنگ راستے سے گذرنے لگا عربوں نے گھیر لیا اس تنگ جگہ میں مدافعت کی گنجائش نہ تھی۔ قافلہ والے بھاگ کھڑے ہوئے۔ عربوں نے تعاقب کیا اور جسے جہاں پایا باندھ لیا۔ ایک عرب نے قدیس مایولوس کے کسی خادم کو چھوٹے تیر سے زخمی کرنا چاہا۔ قدیس سایولوس سامنے آگیا اور تیر اس کی ہتھیلی پر بیٹھ گیا۔ تمام عمر اس کا نشان باقی رہا۔ قدیس تو زخمی ہو گیا لیکن خادم صحیح و سالم بھاگ کھڑا ہوا عربوں نے قافلے والوں کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا اور ان کو ایک کھوہ میں قید کر دیا۔ قدیس مایولوس بھی اس عذاب سے مستثنیٰ نہ رہا۔"

عربوں نے ایک شخص کو پتھر پر بیٹھا ہوا دیکھا اس کو اپنی رہائی کی کوئی فکر نہ تھی۔ عرب جب اسے آزار پہونچاتے وہ ان کو مسیحیت کی طرف بلاتا۔ عرب اس تبلیغ سے بہت چڑھے اور اس کو بیڑیاں ڈالکر عام قیدیوں کے ساتھ غار میں بند کر دیا۔ رات کو قدیس مایولوس نے خواب میں اپنی رہائی کی بشارت پائی۔ اس نے دیکھا رومہ کا اسقف اس کے لئے کپڑے اور لوبان دان لئے کھڑا ہے۔ اس نے دوسری مرتبہ خواب میں پھر بشارت پائی اور اسے یقین ہو گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سیدہ مریم کے سفر آسمانی کی سالانہ یادگار میں شریک ہو سکے گا۔"

"صبح کو عربوں نے قدیس کو اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی عرب گوشت اور سوکھی روٹیاں کھاتے تھے۔ مایولوس نے کہا وہ اس کھانے کا عادی نہیں ہے۔ عربوں نے اس کے لئے آٹا گندھوا کر روٹیاں پکوائیں اور قدیس کے سامنے کھانا پیش کیا۔ قدیس نے حسب عادت خدا شکر ادا کر کے کھانا کھایا اور اس کی جان میں جان آئی۔"

"کسی مسلمان نے ایک درخت سے چھڑی کے لئے لکڑی کاٹنی چاہی اور درخت پر چڑھنے کے لئے پاس رکھے ہوئے توراۃ کے ایک نسخے پر جسے قدیس سفر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا پیر رکھ دیے۔ قدیس کو اس بے ادبی پر بہت تکلیف ہوئی۔ اس نے آہ سرد کھینچی۔ مسلمانوں نے یہ منظر دیکھکر اپنے ساتھی کو اس بیحرمتی پر بہت لعنت ملامت کی اور کہا "اس کتاب کے ساتھ جس میں پیغمبروں کا کلام موجود ہے کسی قسم کی بیحرمتی جائز نہیں۔"

"مسلمان پیغمبروں کی عزت کرتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ نبیوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں جو کچھ کہا حضرت محمد صلعم کی ذات میں وہ سب باتیں پوری طرح موجود ہیں۔"

عربوں نے قدیس کے مرتبے کا اندازہ کر کے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی رہائی کے مسئلے پر بات چیت شروع کی انھوں نے مایولوس سے پوچھا کہ وہ ذی حیثیت جماعت سے تعلق رکھتا ہے یا غریب آدمی ہے قدیس نے کہا "میں خود تو کوئی ملکیت نہیں رکھتا لیکن دیر میں ایسے لوگ موجود ہیں جو قیدیوں کو چھڑا سکتے ہیں۔"

"مایولوس نے عربوں کی رائے سے ایک راہب کو خط دیکر بھیجا جس میں لکھا تھا:-

"دیر کلونی کے بزرگوں اور بھائیوں کے نام۔ غریب الوطن مایولوس کی طرف سے جو ہتکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے اور ہلاکت نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ ہماری رہائی کا جلد انتظام کرو اور فدیے کی مقررہ رقم فوراً ارسال کرو۔"

"مایولوس اپنے دیر میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ اہل دیر اس کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس کی اسیری کی خبر سن کر ان کے رنج وغم کی کوئی انتہا نہ رہی انھوں نے مطلوبہ رقم وقت مقررہ تک اکٹھا کر لی۔ قدیس کے چھڑانے کے لئے انھوں دل کھول کر روپیہ خرچ کیا اور ضروری چیزیں بھی اسی نیک کام کے لئے دے ڈالیں"۔

"راہب اوز سیر ٹھیک وقت پر مطلوبہ رقم لے کر پہونچا۔ اور مایولوس اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چھوٹ کر سیدہ مریم کے سفر کی زیارت میں شریک ہوا"

"عربوں نے مایولوس کے فدے میں ایک لاکھ دینار طلب کئے تھے حالانکہ دوسرے اسیروں سے فی کس ایک دینار کے حساب سے وصول کیا تھا"۔

"ان واقعات سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں کوہ آلپس کی گذرگاہوں پر عربوں کا قبضہ تھا۔ یہ بات عجیب ہے کہ وہ پہلے کی طرح وہاں سے گذرنے والے مال پر محصول عائد نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے مایولوس سے بھی کچھ نہیں مانگا۔ یہاں تک کہ وہ آگے بڑھا اور بیچ میں گھر گیا۔ عربوں نے اس کو ایسی جگہ پکڑا جہاں سے بھاگنا ممکن نہ تھا"۔

"شاہ ہوگو نے صلحنامہ میں شرط کی تھی کہ عرب زائروں سے کوئی تعرض نہیں کریں گے۔ اس کی زندگی میں انھوں نے اس شرط کی پوری پابندی کی لیکن اس کے انتقال کے بعد انھوں نے اپنے آپ کو اس شرط کا پابند نہیں خیال کیا"۔

"رینو بیان کرتا ہے کہ مایولوس کے واقعہ نے پورے ملک میں آگ لگا دی اور ہر طرف انتقام کی تیاریاں ہونے لگیں اس زمانے میں سسٹروں کی جوار میں ایک ذی حیثیت آدمی رہتا تھا۔ اس کا نام بوبو (Bobo) یا

بوبو(Bobo) تھا۔ یہ اپنی بہادری اور قوم پرستی میں بہت مشہور تھا۔ اس نے اپنے اہل وطن کو دین اور ملت کے نام پر اکٹھا کیا اور عرب قلعہ کے سامنے ان کی نقل وحرکت کی نگرانی کے لئے ایک قلعہ بنوایا تاکہ موقع پاکر جانک ان کا قلع قمع کردے۔ بوبو ترقی کرکے بعد کو قدیس کے درجہ تک پہونچا۔"

"بوبو نے عربوں کو سسٹروں اور ڈوفینی سے نکال باہر کیا۔ پرانس کے کاونٹ غلیوم نے پراونس، ڈوفینی اور نائس (Nice) کے بہادروں کا لشکر گراں لیکر ان کو ان کے مشہور قلعہ فراکسینیئم سے بھی خارج کردیا۔ فرانسیسیوں نے سخت خونریز معرکہ کے بعد اس قلعہ پر قبضہ پایا۔ شکست خوردہ عرب کچھ تو جنگلوں میں بھاگ گئے اور بعض نے پہاڑوں میں چھپ کر جان بچائی۔ ان میں سے کچھ لوگ ہلاک ہوگئے۔ جو باقی بچے انھوں نے عیسائیت قبول کرلی اور عام آبادی میں مل جل گئے۔"

"فراکسینیئم میں فرانس، اٹلی اور سوئٹزرلینڈ کے عربوں کی دولت جمع تھی جیتنے والوں نے ان خزانوں پر قبضہ کرکے آپس میں تقسیم کرلیا۔"

عربی آثار

قدیس پطرس مونتجو (Montjoux) کے گرجے میں

"عربوں نے جو تحریری آثار چھوڑے ہیں ان میں وہ کتبہ بہت اہم ہے جو ویلیس (Valois) میں قدیس پطرس میں مونتجو کے گرجے میں پایا گیا ہے۔ یہ وادی کوہستانی آلپس کے قیام کے زمانے میں عرب شہسواروں کی جولانگاہ رہی ہے۔ اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جلاوطنی کے بعد دو سو برس تک ان کے رعب و جلال کے تذکرے خاص و عام کی زبانوں پر چڑھے رہے۔ یہ کتبہ گیارہویں صدی عیسوی کے وسط میں جب اسقف بوگو نے اس گرجے کا سنگ بنیاد رکھا لکھا گیا تھا۔ وہ انیس ۱۹ سال تک اسقفیت کی کرسی پر ممتاز رہا۔ اور لوزان کے گرجے میں اپنے باپ کے پاس دفن ہوا۔"

سنہ ۱۷۳۹ء میں اس گرجے کی مرمت ہوئی اور کتبے کا پتھر چوکھٹ میں لگا دیا گیا۔ افسوس ہے کہ اب اس کتبے میں حروف ہائے (بلم)، ف ر ل اور صلیب صغیر کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اس تحریر کے الفاظ مختلف روایتوں میں بیان ہوئے ہیں۔ اصل لاطینی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

اسماعیلی قبیلہ رون کی وادی میں پھیل گیا اور قتل و غارتگری سے عام دہشت پیدا کردی

کوہستان پننیہ میں اسلامی تسلط قائم ہوگیا۔"
کتبے کے نیچے تاریخ تاسیس لکھی ہے۔

ان ملکوں میں عربی نام

"علمائے آثار نے ویلیس (Valais) کے علاقے میں بہت سے ایسے ناموں کا پتہ لگایا ہے جن کی اصل وہاں کی مقامی زبانوں میں نہیں ملتی۔ یہ علاقے ویلیس سے پیمونٹ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ گیارہویں صدی میں عربوں کی جولانگاہ یہی زمینیں رہی ہیں۔ اس لئے یہ قیاس قابل ترجیح ہے کہ الفاظ عربی ہی سے لئے گئے ہیں۔ ذیل میں ہم بعض ایسے الفاظ پیش کرتے ہیں جن کے عربی الاصل ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔"

الماجل (Al majell)

زاس (Saas Thale) کی وادی میں یہ ایک چھوٹا سا گانوں ہے یہاں سے پیمونٹ کو دو راستے جاتے ہیں ایک فورکا کی وادی سے گذرتا ہے اس کا نام انترونا کی گذرگاہ ہے اور دوسرا راستہ کوہ مورو کی نسبت سے مورو کی گذرگاہ کہلاتا ہے یہ دونوں راستے ۱۴۴۰ء سے مشہور ہیں ان کا شمار پرانے راستوں میں ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک راستہ جانوروں اور مال تجارت کے لئے مخصوص تھا۔ اور دوسرا اطالوی ڈاک کیلئے۔"

"یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہوگو نے عربوں کو صرف سینٹ برنارڈ کی گذرگاہ ہی پر اختیار نہیں دیا تھا۔ بلکہ تمام راستے ان کے تسلط میں دے کر معاہدہ کیا تھا کہ وہ دشمن کا لشکر گذرنے نہ دیں گے۔ اس لئے ظاہر ہے عربوں نے زاس کی وادی پر جوان دونوں راستوں کو ملاتی ہے ضرور قبضہ کیا ہوگا اور وہاں برج بھی تعمیر کئے ہوں گے۔ غالباً اس مناسبت سے اس جگہ کے لئے "محل" کا لفظ استعمال کیا گیا ہوگا اور وہی بگڑ کر 'الماجل' بن گیا ہوگا[1]۔"

علی العینُ (وادی زاس)

"زاس کی وادی میں اوپر کی طرف برف خانہ ہے۔ اس طرف کے باشندے اس کو برف خانہ علی العین (Alulain) کے نام سے پکارتے ہیں۔ یہاں سے ایک چشمہ بھی نکلتا ہے جو دریائے ویسپ (Visp) کا معاون ہے۔ اسی مناسبت سے اس جگہ کو علی العین کہتے ہیں۔"

العینُ (وادی زاس)

"مشرقی آلپس سے دریائے ویسپ (Visp) نکلتا ہے۔ عرب اسی مناسبت سے اس کو "الب العین" "چشمے کا آلپس" کہتے تھے۔"

---

[1] عربی نہ جاننے کی وجہ سے کیلر نے قیاس میں غلطی کی۔ ماجل محل کی بگڑی ہوئی شکل نہیں ہے ماجل تالاب کو کہتے ہیں چاہے وہ پہاڑ میں ہو یا وادی میں یہ لفظ عام طور سے استعمال ہوتا تھا مکہ معظمہ میں پانی کے حوض کو ماجل کہتے تھے۔ صاحب قاموس نے ماجل کے معنی لکھے ہیں۔ "ایک جگہ ہے جہاں پانی اکٹھا ہوتا ہے" ابن اثیر کہتا ہے کہ یہ لفظ معرب ہے اور پانی کے حوض کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مصنف

مشابل (Mischabel)

"وادی زاس کے مغربی حصے کے الفاظ ناقابل فہم تھے لیکن مستشرق ہٹنرگ (Hünbring) نے یہ مشکل آسان کردی۔ مشابل ہٹنرگ کے نزدیک اشبال (شیر کے بچے) سے نکلا ہے۔ وہ اپنے قیاس کی تشریح اس طرح کرتا ہے "یہاں پہاڑ کی بہت سی چوٹیاں ہیں ان چوٹیوں کے بیچ میں ایک بڑی چوٹی ہے جو شیرنی معلوم ہوتی ہے اور اس کے آس پاس چھوٹی چوٹیاں شیر کے بچوں سے مشابہت رکھتی ہیں۔ جنوبی قوموں سے اس طرح کی خیال آرائی کچھ بعید بھی نہ تھی۔ اس خیال کی تائید میں ہٹنرگ نے ایک مشرقی پہاڑی کا نام بھی پیش کیا ہے جو جبل الاسد کہلاتی ہے [۱]

"ایسے بہت سے نام ملتے ہیں جو عربی تو معلوم ہوتے ہیں لیکن ان کی اصلیت کا پتہ لگانا بہت دشوار ہے اسی لئے ہم نے ان کا تذکرہ نہیں کیا۔ ان اسما میں ہم صرف کوہ مورد کا ذکر کرتے ہیں۔"

کوہ مورد [۲] (Moro)

"پہلی جگہ جو کوہ مورد کے نام سے مشہور ہے وہ پہاڑ ہے جو قلعہ فرکسینٹ کے جنوب میں واقع ہے دوسرا پہاڑ وہاں ہے جہاں گذرگاہ مورد فراکسینٹ کے قلعہ سے پیمونٹ میں ماکونگا (Macugnage) کی طرف جاتی ہے۔"

---

[۱] المشابل۔ ہوسکتا ہے یہ مشبل کی جمع ہو جس کے معنی شیرنی ہیں یا یہ مشابیل کی خرابی ہو مشابیل مشبول کی جمع ہے۔ مشبول شیر کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ [۲] موردِ کے معنی مغربی ہیں۔ یہ لفظ عام طور سے جنوبی یورپ میں جہاں عربوں کا قیام رہا بولا جاتا ہے۔

"انزہ[1] (Anza Thale) کی وادی میں ایک چوٹی کوہ مورو (Pizzo del-moro) کہلاتی ہے۔ پری بی نون (Prebenone) کے شمال میں انترونا اور وادی انزہ کے درمیان میں ایک دوسری چوٹی ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔"
"سینٹ برنار کے مشرق میں بھی ایک چوٹی کا نام کوہ مورو ہے" اٹلی کے ان علاقوں میں جو کوہ آلپس میں واقع ہیں عربی ناموں کی یہ کثرت دیکھکر مورخ انگلہارڈ (Engelhard) قیاس کرتا ہے کہ عرب یہاں ایک مدت تک رہے۔

---

[1] انزہ۔ ممکن ہے عنزہ کی خرابی ہو۔

شہرپناہ، غار اور راستے

عربوں نے فن تعمیر میں غیر معمولی شہرت حاصل کی تھی۔ برجوں کی تعمیر ان کی خاص صفت تھی۔ جہاں رہے انھوں نے اپنی ماہرانہ صنعت کی بہت سی زندہ یادگاریں چھوڑیں۔ تعجب ہے کوہستان آلپس میں ایک مدت تک ٹھہرنے کے بعد بھی انھوں نے کوئی عمارت اپنی یادگار نہیں چھوڑی۔ ممکن ہے انھوں نے انھیں برجوں میں قیام کیا ہو جو وہاں پہاڑوں کے دروں اور گذرگاہوں میں آٹھویں اور نویں صدی عیسوی سے موجود تھے۔

"سوئٹزرلینڈ میں عربوں کے بنائے ہوئے برج ابھی تک موجود ہیں۔ لوزان کے علاقے میں دیوی (Vevey) کے پاس شینیر اس کے اوپر برج العرب (La tour Des Sarrazins) بنا ہوا ہے اور لوسنس (Lucens) کے قریب دھلیز العرب اور غار العرب ان کی یادگار ہیں۔"

"وفلسبرگ (Viflisburg) میں ایک دیوار موجود ہے جو "دیوار عرب" کے نام سے مشہور ہے۔ مولر (Muller) نے تاریخ سوئٹزرلینڈ (جلد اول ص ۲۵۱) میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔"

"بیسل (Basel) اور اس کے اطراف میں بہت سے ایسے نام ہیں جو سارا سین (عربوں) کی طرف منسوب ہیں پادری سیراسٹرسر (Serasstrasse) نے اپنی تاریخ "بیسل کے تاریخی، اثری اور جغرافی حالات" (جز دوم ص ۱۲۹) میں لکھا ہے۔

"یہ اچھی طرح ثابت ہے کہ یہ خونخوار گروہ دیر سینٹ مورس کو جلا کر بحیرہ

جنیوا کی طرف آیا اور وہاں سے جورا (Jura) کی طرف گیا۔ ہم کو روراسیا (Rauracia) کے علاقے میں عربوں کی غارت گری کے متعلق تاریخوں میں کچھ نہیں ملتا لیکن ان حادثوں کے متعلق وہاں جو روایتیں زبانوں پر چڑھی ہوئی ہیں وہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ ہمارے ملک میں بہت سے ایسے مقامات، جو عربوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں ان ہولناک حادثات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ڈلیوبلیر (Deualer) سے نصف منزل کے فاصلے پر شمال اور مغرب میں دو چٹانیں ہیں۔ ان کے درمیان میں ایک غار ہے جو "ساراسین کا غار" کہلاتا ہے۔ یہاں کے رہنے والے اپنے بزرگوں کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ عربوں نے یہاں قیام کیا تھا اور کورٹیسٹیل (Courtetelle) کے قریب سورن (Sorne) میں ان کے اونٹ آیا جایا کرتے۔ غار کی ایک چٹان میں تئیس [۲۳] عربی تحریریں نکلی ہیں ان تحریروں کے کندہ کرانیوالوں کے نام معلوم نہیں ہو سکے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں یہ بہت قدیم ہیں اور غالباً عربوں نے ان کو اس زمانے میں کندہ کرایا تھا جب وہ یہاں پناہ لیا کرتے تھے۔

ردسیمین (Rossemaison) کے قریب کوہ شیبٹ (Chei but) کے پاس ایک راستے کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ یہ ساراسین کا راستہ کہلاتا ہے۔[۱]

---

[۱] کلر نے فرانش کونٹہ کے مورخ اڈورڈ کلر کے حوالے سے حاشیے میں لکھا:۔

فرانش کونتہ (Franche Comte) میں کثرت سے عربی نام ملتے ہیں۔ پانچ کھوہیں، دو یا تین محل، دو راستے، نالی، چکی اور بڑے بڑے پتھر، زمین برابر کرنیکا آہنی آلہ عربوں کی طرف منسوب ہیں۔ ایک دیوار ابھی موجود ہے جو ساراسین کی دیوار کہلاتی ہے۔ ایک جگہ "فحیم السارازین" کے نام سے مشہور ہے اور ایک گانوں "ساراز" کہلاتا ہے۔ بریس (Bresse) اور لیون کے علاقوں میں کثرت سے ایسے نام موجود ہیں جو عربوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ لیون سے لیکر ہماری جنوبی سرحدوں تک

سکّے

"پرانے زمانے سے سوئیزرلینڈ میں عربی سکے بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ عربی جاننے والے عالموں نے ٹکسال اور ڈھلنے کی تاریخ کا پتہ چلایا ہے لیکن یہ بتانا کہ یہ سکے سوئیزرلینڈ میں کیسے آئے بہت مشکل ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ مشکل یہ بتانا ہے کہ عربوں کے سکے رومی سکوں کی طرح زمین کے نیچے دفن کیسے ملے؟ اس بحث میں پڑ جانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بتادیں کہ ان سکوں کا پتہ کیسے چلا اور یہ کہاں برآمد ہوئے؟"

پہلی نتیجہ خیز کھدائی جو علمی نقطۂ نظر سے کی گئی ۱۸۳۰ء میں ہوئی اور سٹیکبرن (Steck burn) کے قریب چاندی کے تیس ٹکڑے ملے۔ پہلی نظر میں پتہ ہی نہیں چل سکا کہ یہ کیا ہیں۔ ان میں سے بہت سے سکے میجر شگ (Schegg) نے خرید لئے اور بعض پرنس لوئیس نپولین[1] کے میوزیم میں داخل کئے گئے۔ پرنس نے پروفیسر اوکین (Okern) کے ذریعہ سے زورِیخ کے میوزیم میں داخل کر دیا پروفیسر کیرن (Kern) اور پادری ران (Rahn) نے بھی سٹیکبرن (Steck burn) سے تمام ٹکڑے زوریخ منتقل کر دیئے۔"

"سب سے پہلے پروفیسر فرائن (Fraehn) نے ان سکوں کی تاریخ پر روشنی ڈالی۔ یہ پیٹرزبرگ کی اکاڈیمی کا رکن تھا اور پرانے سکوں کا ماہر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے اپنی رائے ظاہر کی کہ:-

"یہ سکے آٹھویں صدی عیسوی کے ربع آخر میں خلیفہ کے کسی عامل نے افریقہ

---

[1] بوناپارٹ کا بھائی جو ہالینڈ کا بھائی ہوگیا تھا۔

میں ڈھلوائے۔ عبر افریقیہ اس حصے کو کہتے تھے جو ٹیونس اور طرابلس پر مشتمل تھا ان سکوں میں سب سے پرانے ۱۶۹ھ میں خلیفہ ہادی کے زمانے میں ڈھلے گئے تھے اور سب سے بعد والے ۱۸۲ھ میں ہارون رشید کے زمانے میں ڈھالے گئے۔ یہ سکے افریقیہ کے دارالحکومت قیروان میں نصر، ہرثمہ اور یزید (امرا) کے زمانوں میں ڈھلے گئے۔ ایک سکہ بانئ دولت ادریسیہ کے زمانے کا بھی ملتا ہے۔"

"ان سکوں میں امیر اور ٹکسال کا نام اور تاریخ اور قرآن شریف کی بعض آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ اکثر تحریریں خط کوفی میں ہیں جو آجکل کے رسم الخط سے بہت مختلف ہے۔"

"یہ سکے سوئٹزرلینڈ میں کیسے آئے؟ فرائن ان کے آنے کا راستہ فرانس بتاتا ہے۔ ان سکوں کے ساتھ شاہ فرانس چارلس اصلع (۸۴۳ء تا ۸۷۷ء) کے زمانے کے سکے بھی برآمد ہوئے ہیں۔ فرائن کا خیال ہے نارمن قبائل فرانس پر حملے کے وقت یہ سکے اپنے ساتھ لائے تھے۔ نارمنوں نے یہ سکے شمالی افریقیہ میں اس وقت حاصل کئے تھے جب ان کے حملے ان ملکوں کے ساحلوں پر ہو رہے تھے۔"

"اس قیاس کی بنیاد ان سکوں پر ہے جو روس میں برآمد ہوئے ہیں خیال کیا جاتا ہے وہاں بھی یہ سکے نارمن ہی کے ذریعہ سے پہونچے تھے۔ لیکن یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ عربوں نے سوئٹزرلینڈ میں ایک عرصے تک قیام کیا ان سکوں کو نارمنوں کی طرف منسوب کرنیکی صورت نہیں معلوم ہوتی۔"

"مودون میں بھی عربی سکوں کا دفینہ نکلا ہے۔ لیکن صرف سال بھر ہوا یہ سکے علمائے مسکوکات کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ موسیو سورٹ (Soret)

اور دوسرے ارکان اکاڈیمی نے سوئٹزرلینڈ کے سکوں پر گراں قدر مقالے لکھے ہیں۔"

"ان سکوں میں ایک افریقیہ میں سنہ ۱۷۰ھ (۷۸۶ء، ۷۸۷ء) میں ڈھالا گیا یہ عباسیوں کی خلافت کا زمانہ تھا۔ دوسرے سکے پر اسمٰعیل بن احمد کا نام ہے یہ خلیفہ المعتضد کے زمانے میں شاش میں سنہ ۲۸۳ھ (سنہ ۸۹۶ء) میں ڈھالا گیا تھا ایک سکہ بغداد میں سنہ ۳۶۴ھ (سنہ ۹۷۴ء) میں ڈھالا گیا تھا۔"

"پروفیسر سورٹ نے ان سکوں کی تحریروں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ ایک سکے میں ایک طرف لکھا ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ:۔ عضد الدولہ ابو علی بویہ۔ دائرے میں ہے باسم اللہ ضرب ھذا الدرھم فی مدینۃ السلام سنۃ اربع وستین وثلثمائۃ، دوسری طرف لکھا ہے للہ المجد محمد رسول اللہ، الطائع للہ الملک العادل عضد الدولہ ابو شجاع۔"

"موسیو سورٹ (Soret) فرائن کی اس رائے سے متفق ہے کہ سٹیکبورن کے سکے نارمن کے ذریعہ سے سوئٹزرلینڈ میں آئے تھے۔ لیکن مودون کے دفینے کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ یہ انھیں عربوں کی یادگار ہیں جو سوئٹزرلینڈ میں رہتے تھے۔"

"ایک خیال یہ بھی ہے کہ یہ سکے تجارتی ذرائع سے سوئٹزرلینڈ میں آئے تھے کچھ لوگ کہتے ہیں صلیبی جنگوں کے زمانے میں مسیحی مجاہد مال غنیمت میں لائے تھے۔ لیکن یہ دونوں مفروضے بے بنیاد ہیں۔ موسیو سورٹ (Soret) کی رائے صحیح ہے کہ مودون کا دفینہ ان عربوں کی یادگار ہے جو سوئٹزرلینڈ پر حملہ آور ہوئے تھے۔"

عربی ملبوسات

"کور کے گرجے میں قرونِ وسطیٰ کی بچی ہوئی بعض نادر اور نفیس چیزیں موجود ہیں۔ ان اشیاء میں ایک ریشمی حلہ ہے جو قدامس کے راہب پہنا کرتے تھے۔ یہ کپڑا گرجے کے دوسرے ملبوسات سے مختلف ہے۔ اس پر قرآن شریف کی آیات کڑھی ہوئی ہیں۔ پتہ نہیں چلا کہ اس گرجے میں یہ حلہ کیسے آیا! غالباً یہ اس زمانے کی یادگار ہے جب عرب سوئٹزرلینڈ میں موجود تھے۔ رینو کا بیان ہے کہ فرانس کے گرجوں میں ایسے بہت سے ریشمی حلے قیمتی برتن اور بلوریں جام موجود ہیں جو عربوں کے زمانے میں فرانس میں آئے تھے۔ کوئی عجب نہیں یہ کپڑا بھی جو کور کے گرجے میں محفوظ ہے اسی زمانے میں آیا ہو جب عرب سوئٹزرلینڈ میں موجود تھے۔"

"اس اعتراف کے بغیر چارہ نہیں کہ عرب خلافت اندلسیہ کے زمانے میں صنعت و حرفت اور علوم و فنون میں تمام یورپ سے بڑھے ہوئے تھے۔ ان کے بنائے ہوئے کپڑے جن میں وہ اپنے ہنر کا کمال دکھاتے تھے اس زمانے کی بیش قیمت چیزوں میں شمار ہوتے تھے۔ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ عرب کپڑے چاندی کے برتن اور ہتھیار ہاتھ ہی سے بناتے تھے اور ان کی یہ مصنوعات صنعت کی اعلیٰ مثال ہونے کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ لی جاتی تھیں۔ عربوں نے سب سے زیادہ کپڑوں کی صنعت میں کمال پیدا کیا تھا۔ دسویں گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی میں پارچہ بافی کا فن پورے عروج پر تھا۔ اس زمانے میں خلفاء

اور امرا ر شاہان یورپ کو نفیس ہتھیار اور قیمتی برتن دیا کرتے تھے۔ سب سے زیادہ قیمتی اور قابل قدر وہ ہدیے سمجھے جاتے تھے جن میں سونے اور چاندی کے تاروں سے کڑھے ہوئے کپڑے جو اسلامی کارخانوں میں بنائے جاتے تھے شامل ہوتے تھے:۔

"عرب سات سینٹیمیٹر کا فاصلہ چھوڑ کر خطوط بناتے تھے اور ان خطوں پر ایک طرف کوئی عبارت کاڑھتے تھے اور دوسری طرف کوئی تصویر بناتے تھے۔ اس صنعت میں کارخانوں اور کارگاہوں کے ہنر کو بڑا دخل تھا۔ یہ کپڑے ریشم اور چاندی کے تاروں سے بنائے جاتے تھے۔ چاندی کے تار زرد ریشم کے تاروں سے مل کر کچھ اس طرح چمکتے تھے کہ دیکھنے والے کو سونے کا دھوکہ ہوتا تھا"

مشہور اہل قلم ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ عرب امراء اور بادشاہ جب کسی کو اعزاز و اکرام سے نوازنا چاہتے تو انھیں کپڑوں کی خلعت عطا کرتے تھے جس کارخانے میں یہ کپڑے بنتے تھے وہ طراز کہلاتا تھا۔ مشہور مستشرق دساسی نے اپنی کتاب "منتخبات عربیہ" (Chrestomatie Arabe) صد ۲۸۷ میں ابن خلدون کی عبارت نقل کی ہے۔ یہی مصنف اپنی اسی کتاب (ص ۳۰۵) میں لکھتا ہے:۔

"ہمیں عربوں کی صنعت پارچہ بافی کا علم ہے۔ ان کی اس صنعت کو ابن خلدون طراز کے نام سے پکارتا ہے۔ سب سے پہلی چیز جس کا ذکر کروں گا طیلسان ہے۔ جرمنی کے قیصر تاجپوشی کے وقت اس کو استعمال کیا کرتے تھے۔ اس پر سونے کے تاروں سے عربی رسم الخط میں عبارتیں لکھی ہوئی ہیں ان تحریروں کا ترجمہ موسیو ٹیخسن (Tychsen) نے کیا ہے۔ ترجمہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طیلسان بلرم (صقلیہ) میں ۵۲۸ھ (۱۱۳۳ء) میں بنی تھی۔ یہ روگر (Roger) کا زمانہ تھا۔

اس میں کوئی ایسی عبارت نہیں جو اسلامی دین سے متعلق ہو۔"

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے۔

"میں اسی قسم کی ایک دوسری چیز کا ذکر کرتا ہوں یہ ریشم اور سونے کے تاروں سے بنی ہوئی ہے اور پیرس میں نوٹرڈام کے گرجے میں محفوظ ہے یہ بہت نفیس کپڑا ہے۔ اس پر فاطمی خلیفہ الحاکم بامراللہ متوفی ۱۱۲۱ء کے القاب لکھے ہوئے ہیں۔"

St. Germain

"اس طرح کی ایک تیسری چیز سینٹ جرمان دی پرائی (Des Pres) میں ایک قبر میں پائی گئی ہے۔ اس پر عربی کے دو ٹکڑے لکھے ہوئے ہیں۔ موسیو ولیمین (Villemin) نے اپنی کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس کپڑے کے متعلق موسیو ڈمارسٹ (Demarest) نے اپنے رسالے میں جو ۱۸۰۶ء میں طبع ہوا تھا بحث کی ہے۔"

"شہنشاہ فریڈریک ثانی (متوفی ۱۳ دسمبر ۱۲۵۰ء) کی قبر میں بھی دو عربی تحریریں ملی ہیں جو اس کی قمیص کی آستینوں میں کڑھی ہوئی ہیں۔ موسیو ڈمور (De murr) نے اپنی کتاب میں ایک قالین کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس قالین پر بھی عربی عبارتیں موجود ہیں۔ یہ مصر میں مستعلی باللہ کے زمانے میں (۱۰۹۴ء تا ۱۱۰۱ء) میں بنایا گیا تھا۔ یہ روما میں ویٹیکن کے خزانے میں ابھی تک محفوظ ہے۔"

وساسی کی مذکورہ بالا عبارت نقل کر کے کلر نے پھر اس کپڑے کا ذکر شروع کیا جو کور میں ملا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

اس کپڑے پر عربی میں اطال اللہ لنا اهله لکھا ہوا ہے۔ پروفیسر ھیئرگ نے اس کا ترجمہ کر کے بتایا ہے کہ یہ اپنی قوم کے کسی ممتاز آدمی کی درازی عمر کے لئے دعا ہے۔ یہ تشریح عجیب و غریب ہے۔ غالباً پروفیسر ھیئرگ نے غلطی

سے اجلہ کو اعلہ پڑھا۔ یہ عبارت جو کوفی حروف میں لکھی ہوئی ہے۔ اطال اللہ اجلہ داللہ اس کی عمر دراز کرے" ہوگی۔ اس لئے کہ اطال اللہ لنا اعلہ کے کوئی معنی نہیں بنتے۔"

(ختم خلاصہ کلام)

سوئٹزرلینڈ کی وادی ولیس میں

عربوں کے آثار

اس کتاب میں ایسی روایتیں پیش کی جاچکی ہیں جن کی بنا پر مورخین نے رائے قایم کی ہے کہ عربوں نے اس وادی پر چڑھائی کی تھی، سینٹ برنار کی گذرگاہ پر قبضہ کیا تھا، وادی کے بہت سے علاقوں میں گھس گئے تھے، وہاں کے باشندوں سے جنگیں کی تھیں، وہاں ٹھہرے تھے اور قدیس موریس کے گرجے کو پھونکا تھا،

مجھے سوئٹزرلینڈ میں پڑھے لکھے لوگوں سے جو تاریخی مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں معلوم ہوا کہ اس وادی میں بعض گانوں ہیں جن میں عرب نسل کے لوگ ابھی تک موجود ہیں۔ وہ عام باشندوں میں مل جل گئے ہیں۔ لیکن ان کے خدوخال سے عربیت ابھی تک جھلکتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

اس کتاب میں فرانس، سوئٹزرلینڈ اور اٹلی میں عربوں کے قیام سے بحث کی گئی ہے۔ اس لئے جب میں نے اس کی اشاعت کا ارادہ کیا تو مناسب معلوم ہوا کہ میں خود بھی ان مقاموں کو دیکھ آؤں جن کے باشندوں کی اصل عرب بتائی جاتی ہے اور وہاں کے باشندوں سے زبانی باتیں بھی کر آؤں۔ ممکن ہے ان لوگوں سے کچھ ایسی باتیں معلوم ہو جائیں جو میرے موضوع پر روشنی ڈال سکیں۔

میرے لوزان کے طبی مشیر ڈاکٹر جاک رو[1] (Dr. jacguas Roux) نے مجھے کہا تھا کہ دیر سینٹ موریس کے کتب خانہ میں بعض قیمتی اور نادر پرانی کتابیں موجود ہیں۔ انھوں نے رئیس دیر کے نام خط بھی لکھ دیا تھا تاکہ جو کتابیں میرے موضوع کے متعلق ہوں وہ مجھے آسانی سے ملجائیں۔

میرے جنیوا کے دوست ڈاکٹر فریڈرش نے جو تاریخی اور اثری علوم کے ماہر ہیں مجھ سے کہا تھا کہ ان قریوں میں ایک کا نام ایزرابل (Isarable) ہے۔ ایک دوسرا گانوں ہے جو فریٹورس (Frey to uess) کے نام سے مشہور ہے پہلا گانوں ایک محفوظ مقام میں آباد ہے۔ اور گھنے جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔ خیال ہوتا ہے عربوں نے وہیں پناہ لی ہوگی اور گانوں کے راستوں کو دشوار گزار دیکھکر وہیں جم گئے ہوں گے۔

میں اسی سال ۲۹ جون کو سینٹ موریس کے ارادے سے روانہ ہوا جنیوا سے یہاں کا سفر ریل کے راستے سے سوا دو گھنٹے میں ختم ہو جاتا ہے۔ میں اس دیر میں گیا جس کے حلقے میں یہ مقام آباد ہے۔ یہ دیر بہت پرانا ہے۔ اس کو برگونیہ کے امیر سیجمونڈ نے ۵۱۵ء میں تعمیر کرایا تھا۔ اسوقت سے ابھی تک اسکی آبادی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

میں نے ڈاکٹر جاک رو کا خط پیش کیا۔ کتب خانے کے راہب سے جس کا نام طولونی (Tonolini) تھا ملاقات ہوئی۔ گفتگو کے دوران میں راہب نے کہا کہ اس دیر کے کتب خانہ میں کوئی ایسی تحریر موجود نہیں جس سے ویلیس پر عربوں کے حملے کا حال معلوم ہو سکے۔ اس نے کہا کہ اس مسئلہ پر مجموعۂ تاریخ جرمانی[2] میں مفید

---

[1] ڈاکٹر جاک رو لوزان کے مشہور سرجن ہیں۔

[2] (Monumonte Germanica Histories

باتیں ملیں گی۔ راہب نے کہا کہ یہ بات تو ایک زمانے سے مشہور ہے کہ عرب یہاں سے گذرے تھے اور انھوں نے اس دیر کو پھونکا بھی تھا۔

طولونی نے مجھے مارٹینی (Martigni) میں کوکو (Coquoz) سے ملنے کا مشورہ دیا۔ مارٹینی سینٹ موریس سے جنوب کی طرف تین اسٹیشنوں کے بعد واقع ہے۔ ریل کی راہ سے آدھے گھنٹہ کا سفر ہے۔ طولونی سے کہا کہ "کوکو ان مقامات کا پتہ بتا سکے گا جہاں عرب نسل کے لوگ موجود ہیں۔ اور اس سے بعض دوسری مفید باتیں معلوم ہو سکیں گی۔ شہر سیون (Sion) میں پادری لیو مائیر بھی تاریخی امور میں بہت ماہر ہے۔ اس نے ویلیس کی تاریخ بھی لکھی ہے۔ وہ ان لوگوں میں ہے جن سے اس موضوع پر کافی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں"

میں مارٹینی (Martigni) گیا اور کوکو (Coquoz) سے بھی ملا۔ اسنے مجھے فلپ فارکٹ (Farquet) کا پتہ بتایا۔ یہ شخص ایک خانقاہ میں جو سینٹ برنار سے متعلق ہے رہتا ہے اور وہاں کے بڑے علماء میں شمار کیا جاتا ہے میں فلپ فارکٹ کے پاس گیا۔ اس نے کہا کہ وہ ان روائیتوں کے سوا جو عام طور سے زبانوں پر چڑھی ہوئی ہیں اور اس موضوع پر کچھ نہیں جانتا۔ اس نے کھڑے ہو کر کلیسا کے باہر کھڑکی سے اشارہ کر کے بتایا کہ یہ میدان جو ہماری نظر کے سامنے ہے میدان سارا سین (Ploce Les Sarrazins) کہلاتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں نے ہمارے شہر مارٹینی میں قیام کیا تھا۔ سینٹ برنار کی گذرگاہ پران کا قبضہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ مارٹینی ہی سے لوگ سینٹ برنار کی طرف جہاں پرانا دیر بنا ہوا ہے آتے جاتے ہیں اور روزانہ گاڑیاں سینٹ برنار اور مارٹینی کے درمیان مسافروں کو لیکر آتی جاتی رہتی ہیں"

میں ان لوگوں سے بات چیت کر کے اس نتیجہ پر پہونچا کہ اینر رابل (Andorra) میں عربی نسل کا وجود کسی حد تک یقینی ہے۔ ایک دوسرا گانوں بھی اسس امکان سے خالی نہیں۔ یہ گانوں ایولین (Evoline) کہلاتا ہے۔

میں ریل کے ذریعے سیون (Sion) گیا اور قدلیس لیوئر سے ملا۔ یہ مدرسے کے کتب خانہ کا مہتمم ہے۔ یہ شخص ان تمام مشہور روائیتوں کو غلط سمجھتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ عرب لڑتے بھڑتے ہوئے ویلیس کی وادی سے گذر گئے تھے۔ اس کو سینٹ برنارڈ کے پھونکے جانے کا بھی یقین نہیں۔

معلوم نہیں اسس شخص نے یہ رائے ایمان داری سے قایم کی ہے یا عمداً اسس وادی میں عربوں کے آثار تسلیم کرنے سے گریز کرتا ہے۔ یہ شخص کیتھولک عقیدے کا متعصب پادری ہے۔ لیکن مجھے اس کی گفتگو میں کوئی ایسی بات بھی نہ ملی جس سے ان مشہور روائیتوں کی تردید ہو سکتی جن سے ویلیس کی وادی میں عربوں کے قیام کا پتہ چلتا ہے۔ اس نے مجھے فیشر (Fischer) کی کتاب پڑھنے کا مشورہ دیا لیکن کہا کہ وہ اس کی روائیتوں کو بھی صحیح نہیں سمجھتا۔

میں قدلیس سے مل کر ایولین (Evoline) گیا۔ یہ سیون سے پچیس کیلومیٹر کے فاصلے پر پہاڑ میں واقع ہے اور اس کے بعد آبادی کا دور تک پتہ نہیں چلتا یہاں سے اٹلی کی حدود تک چند گھنٹوں کا سفر ہے۔

ایولین بہت چھوٹا سا گانوں ہے۔ اس میں سو گھروں سے زیادہ نہیں ہیں۔ یہاں کے رہنے والے کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جنگلوں سے لکڑی کاٹ کر اپنا کام چلاتے ہیں۔ یہ گانوں چاروں طرف سے گھنے جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔

میں نے گانوں کے سردار کا گھر پوچھا۔ لوگوں نے ایک چھوٹے سے مکان کی طرف اشارہ کیا۔ سردار سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ "میں نے بھی اسی قسم کی

روائتیں سنی ہیں لیکن میرے پاس کوئی ایسی چیز موجود نہیں جس سے ان روائتوں کی تصدیق ہو سکے"۔ اس نے گانوں کے پادری سے ملنے کا مشورہ دیا لیکن وہ اس وقت موجود نہ تھا۔

میں لوٹ کر ایک چھوٹے سے ہوٹل میں بیٹھ گیا۔ یہاں وہ سیّاح جو پہاڑ کی پرسکون فضا سے لطف اٹھانے آتے ہیں ٹھہرا کرتے ہیں۔ مجھے ہوٹل کا منیجر باخبر آدمی معلوم ہوا۔ وہ سیون کا رہنے والا ہے۔ اس نے کہا کہ "یہ بات مشہور ہے کہ اس گانوں کے کچھ آدمی عربوں کی نسل سے ہیں۔ اور وادی ایولین کے پرے ایک اور وادی ہے جو انیسیونہ (Anniviers) کہلاتی ہے۔ وہاں چند گانوں ہیں جنکے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں ان عربوں کی نسلیں موجود ہیں جنھوں نے ویلیس کی وادی پر حملہ کیا تھا"۔ میں نے پوچھا "کیا ایولین میں کوئی ایسا خاندان ہے جس کو اپنے عربی النسل ہونے کا علم ہو؟" اس نے کہا "میں یہ نہیں بتا سکتا۔ لیکن وہ لوگ خود بیان کرتے ہیں کہ اس گانوں میں عربوں کا خون موجود ہے"۔ اور بعض لوگوں کے چہرے مہرے بھی بتاتے ہیں کہ وہ سوئٹزرلینڈ کے عام باشندوں سے تعلق نہیں رکھتے"۔

میں ایولین سے سیون لوٹ آیا اور وہاں سے ریل پر سوار ہو کر ریڈ (Ried) گیا۔ ریڈ سے ایزرابل جانے کی صرف دو شکلیں ہیں پیدل یہ مسافت طے کی جائے یا سواری کے لئے کوئی جانور کرایہ پر لیا جائے۔ جانور کی تلاش میں وقت صرف ہوتا اس لئے میں نے حسب عادت پیدل جانے کا فیصلہ کیا۔ میرے طبیب نے مجھے کم سے کم دو گھنٹے روزانہ پیدل چلنے کی ہدایت کی تھی اس لئے جسمانی ریاضت کے خیال سے یہ مشکل آسان معلوم ہوئی۔

دو ڈھائی گھنٹے کے بعد مسلسل پہاڑی چٹانوں پر چڑھتا اترتا ہوا ایزرابل پہونچا

کوئی شبہ نہیں یہ راہ بہت دشوار گذار ہے۔ اگر یہ راستہ جس پر سفر کی مصیبت جھیل کر میں یہاں پہونچا تھا نہ ہوتا تو پہاڑی بکرے بھی یہاں تک پہونچنے کی ہمت نہ کرتے اگر عربوں نے اس مقام کو اپنا مامن بنایا تھا اور گھوم پھر کر یہاں پناہ لیا کرتے تھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس جگہ سے بہتر کوئی دوسری جگہ جہاں دشمن کی رسائی نہ ہو سکے ممکن نہ تھی۔

گاؤں پہاڑ کی ایک چٹان پر واقع ہے۔ سامنے نیچے کی طرف ایک گہری وادی ہے اور گھنے جنگل چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہیں۔ میں وہاں کے سردار سے جس کا نام کازیمیر ٹیور (Taure) ہے ملا۔ میں نے پوچھا "کیا اس گاؤں میں عرب نسل کے لوگ موجود ہیں؟" ٹیور نے جواب دیا "عربوں نے ویلیس کی وادی پر چڑھائی کی تھی اور سینٹ موریس کے گرجے کو پھونکا بھی تھا۔ وہ اس علاقے میں پھیل گئے تھے۔ ایک مدت کے بعد ان کا زوال ہوا۔ اگر ان کے پسماندگان ان علاقوں میں باقی رہ گئے تو پھر انیز رابل ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ بہت سے ایسے گاؤں ملیں گے جن میں عرب نسل کے لوگ موجود ہوں گے۔" میں نے پوچھا کیا یہاں کوئی ایسا خاندان ہے جو عربی النسل ہونے کا دعویٰ دار ہو؟ اس نے کہا "نہیں" میں نے دریافت کیا "کیا یہاں کچھ پرانی تحریریں موجود ہیں جن سے ان روایتوں کی تصدیق ہو سکے؟" اس نے کہا "ہاں" میونسپلٹی کے محافظ خانے میں بعض لاطینی زبان میں لکھے ہوئے اوراق موجود ہیں۔ جن میں ۱۲۰۰ء اور اس سے بھی پہلے کے حوالے ملتے ہیں۔" یہ اوراق خرید و فروخت کی دستاویزوں پر مشتمل ہیں۔ اب جب آراضی کی حدود کے بارے میں کوئی جھگڑا ہوتا ہے ان اوراق سے کام لیا جاتا ہے ان میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کو تاریخی اہمیت حاصل نہ ہو۔"

میں سردار کے پاس سے لوٹا۔ گاؤں کے نوجوان ایک چھوٹے سے قہوہ خانہ

ہیں اکٹھا تھے۔ میں نے اجتماع کا سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ یہاں کے نوجوانوں نے ایک انجمن بنائی ہے۔ آج اسی کے اجتماع کا دن ہے"۔

اس جلسے میں میرے لئے ان کے خدوخال اور انداز و اطوار کے مطالعہ کا بہت اچھا موقع تھا۔ مجھے ان لوگوں میں ایسے اشخاص بھی نظر آئے جن کی شکلیں سوئٹزرلینڈ کے عام باشندوں سے الگ نہ تھیں اور ایسے بھی دکھائی پڑے جنکا رنگ گندمی تھا اور دوسروں سے بالکل مختلف تھے۔ یہاں عام طور سے فرانسیسی زبان بولی جاتی ہے۔ دوسری عامی زبان بھی جو لاطینی سے نکلی ہے رائج ہے۔ اس وادی کے باشندوں کا لہجہ بھی عامی ہے۔ ایک جگہ کے لہجے سے دوسری جگہ کا لہجہ کچھ مختلف ہو جاتا ہے۔ میرے پاس اتنا وقت نہ تھا کہ اس عامی زبان اور خاص طور سے اس کے لہجے کے متعلق جو انیزابل اور ایولین میں رائج ہے کوئی تحقیق کر سکتا۔ اور پتہ لگا سکتا کہ اس زبان میں عربی الفاظ موجود ہیں یا نہیں۔

مجھے جو کچھ انیزابل میں نظر آیا میں اسی پر اکتفا کر کے لوٹ آیا۔ میں اتنی دوڑ دھوپ کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا اس وادی میں عربوں کی تاریخ کا پتہ صرف کتابوں ہی سے چل سکتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں جو روایتیں عام طور سے چلی آرہی ہیں وہ بے اصل نہیں ہیں لیکن صدہا سال گذر جانے کی وجہ سے حقیقت پر پردے پڑ گئے ہیں۔

میرے ایک دوست نے جو سوئٹزرلینڈ کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں مشورہ دیا کہ میں سوئٹزرلینڈ کی تاریخی قاموس[1] کا مطالعہ کروں۔ انھوں نے بتایا کہ اس کتاب میں ساراسین کے باب میں ایک خاص فصل ان عربوں کے حالات پر لکھی گئی ہے جو سوئٹزرلینڈ اور کوہستان آلپس میں رہتے تھے۔ میں جنیوا پہونچا اور یونیورسٹی کے کتب خانے سے کتاب نکلوا کر دیکھی۔ اس فصل کا خلاصہ جس کا تذکرہ

---

1. Dictinnaire hiotorique et biographeque la Suisse

میکر دوست نے کیا تھا حسب ذیل ہے:۔

نویں صدی عیسوی میں پوپ نے اہل سوئیزرلینڈ سے درخواست کی کہ عربوں کی غارت گری سے رومہ کی حفاظت کریں۔ ۸۸۸ء میں عرب اسپین سے آئے اور فرکسیناٹم میں ٹھہرے۔ ۹۰۶ء میں غربی آلپس سے گذر کر سوز (Suse) کے قریب نووَلیس کے دیر پر حملہ آور ہوئے۔ ۹۱۳ء میں آکی (Aquae) پیمونٹ پہونچے۔ ۹۲۱ء میں سینٹ برنار قابض ہوگئے فلوڈارڈ ڈی رنز (Flodard de Reins) بیان کرتا ہے کہ انھوں نے وہاں ایک قافلے کو جو رومہ جارہا تھا پتھروں سے مارا تھا۔ ۹۳۶ء میں عرب رِشین آلپس سے آگے بڑھے اور کوار (Coire) کی اسقفیت کو لوٹ لیا۔ شہنشاہ اتھو نے اس نقصان کی تلافی کی جو عربوں کے ہاتھوں دیر کو پہونچا تھا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربوں نے کوہستان سینٹ برنار سے نیچے اتر کر ویلیس کی وادی میں سینٹ مورسس کو بھی لوٹا تھا اگسبرگ کے مطران اولریک کا بیان ہے کہ یہ حادثہ ۹۴۰ء میں پیش آیا تھا"

"اطالیہ کا بادشاہ ہوگو (Hugo) ۹۴۰ء میں بیرنگر (Berengar) اور برگونیہ کی ملکہ برتھا سے جسے اس نے طلاق دیدیا تھا۔ برسرپیکار تھا۔ ہوگو نے عربوں سے مصالحت کرلی اور ان کو کوہستان آلپس کی پہاڑی گذرگاہوں کا نگراں بنادیا بیرنگر نے عربوں کے سامنے سے بھاگ کر ڈیوک ہرمان سواب (Herman von de Soiab) کے یہاں پناہ لی۔ عربوں کی طاقت اس زمانے میں بہت بڑھ گئی تھی جو لوگ کوہستان آلپس سے گذر کر رومہ جاتے تھے یہ ان سے محصول وصول کرلیتے تھے"

"کہا جاتا ہے عرب ووڈ (Void) اور جوار کے علاقوں تک جا پہونچے تھے اور انھوں نے دیر سینٹ گال (Saint Gall) کو لوٹا تھا۔ بورگ (Bourg) میں قدیس پطرس کے گرجے میں ایک کتبہ ملا ہے جو ۱۰۱۹ء اور ۱۰۳۸ء کے درمیان

میں لکھا گیا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ عربوں نے مغرب کی طرف بھی لوٹ مار کی تھی؛

ایسی روایات موجود نہیں ہیں جن سے یقینی طور پر معلوم ہو سکے کہ عربوں نے شمال مشرق کی طرف بھی حملے کئے تھے یہ بھی اچھی طرح پتہ نہیں چلتا کہ انھوں نے کوہ آلپس میں اپنا ٹھکانا کہاں بنایا تھا۔ کوئی شبہ نہیں ضمنی طور پر اتنا پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۹۵۲ء میں شاہ اوتھو اپنی ملکہ ادلیڈہ کے ساتھ کوار سے گذرا تھا اور اس نے دیر کو ویران دیکھکر عربوں کے ہاتھوں جو نقصان پہونچا تھا اس کی تلافی کی تھی۔ یہ واقعہ سنہ ۹۵۵ء میں پیش آیا تھا"۔

"جنوبی آلپس میں عرب عرصے تک رہے لیکن یہ خیال کہ وہ ساز (Saas) کی وادی میں سنہ ۹۴۰ء سے سنہ ۹۶۰ء تک رہے صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اسی صورت سے پونٹراسینہ (Pontresine) میں قیام کی روایت بھی غلط معلوم ہوتی ہے"۔

"وادی ساز (Saas) میں بعض اسماء مثلاً علی العین (Allalin) العین (Ezin) الماجل (Al majel) مشابل (Mischabel) بالفرین (Balfrin) اور مونٹو مورو (Monto Moro) عربی بتائے جاتے ہیں لیکن یہ دعویٰ بھی ثابت نہیں ہوتا"۔

"۲۲ جون سنہ ۹۷۳ء کو عربوں نے راہب مایول اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا اس واقعہ نے عام ہیجان پیدا کر دیا اور غلیوم کاؤنٹ ارل، ھاروین امیر تورنیو اور ربالڈ کاؤنٹ پراونس نے ہر طرف سے عربوں کو گھیر لیا اور فرکسینٹ پر قبضہ کر کے عربی تسلط کا نشان مٹا دیا"۔

سوئٹزرلینڈ کی تاریخی قاموس کی جس فصل کا خلاصہ ہم نے پیش کیا ہے اس پر ایچ۔ ڈوبی (H. Dubi) کے دستخط موجود ہیں۔ یہ فصل متعدد انگریزی، فرانسیسی اور جرمن کتابوں کی مدد سے لکھی گئی ہے۔

اس مصنف نے اس فصل میں ان الفاظ کی عربیت سے انکار کیا ہے جن کا اس نے تذکرہ کیا ہے۔ میں اس کی رائے سے متفق نہیں۔ بلکہ ان الفاظ کو عربی تسلیم کرتا ہے۔ میرے نزدیک کلونے صحیح رائے قائم کی۔ ان الفاظ کی عربیت میں کوئی شبہ نہیں۔ کوئی اور تین الفاظ علی العین، العین اور الماجل سے زیادہ عربی الفاظ سے مشابہ نہیں ہو سکتے۔ ان کے تلفظ کی کیفیت بھی ان کے دمغربی عربی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ مغربی اور اندلسی عرب عین اور اسی قسم کے الفاظ دمثلاً زینت، جیش زید) کے پہلے حروف کو مکسور بولتے ہیں۔ ہم مشرقی ان الفاظ کے پہلے حروف کو فتحہ دیتے ہیں

بتایا جا چکا ہے کہ الماجل پانی کے حوض کو کہتے ہیں۔ مکّے میں یہ لفظ پانی کے حوضوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ مابل شیروں کے رہنے کی جگہ کو کہتے ہیں اس لئے اس لفظ کی اصلیت بھی عربی ہو سکتی ہے۔ گذشتہ صفحوں میں بتایا جا چکا ہے وہاں کی پہاڑیاں شیرنی اور اس کے بچوں سے مشابہ ہیں یہ بھی ممکن ہے یہ لفظ فرانسیسی ہی ہو اور محض اتفاق سے عربی لفظ سے مشابہ معلوم ہوتا ہو لیکن پہلے تین الفاظ (العین، علی العین، الماجل) یقیناً عربی ہیں اور ان کی بہت مشابہت محض اتفاقی نہیں کہی جا سکتی۔

فرین کی اصل بھی عربی قرار دی جا سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ فرن کی تصغیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے وہ خالص فرانسیسی لفظ ہو مونٹومورد کے کھلے ہوئے معنی عربوں کے پہاڑ ہیں:۔

میں نے گذشتہ اوراق میں فرانس، اٹلی اور سوئٹزرلینڈ پر عربوں کے حملوں کی تاریخ قابل اعتبار ماخذوں پر بھروسہ کر کے لکھی ہے۔ اصل حقیقت کا علم خدا کو ہے۔ وہی پیدا کرنے والا ہے اور وہی

اٹھانے والا۔ وہی سب سے پہلے تھا اور وہی سب سے بعد کو ہوگا۔

تسخیرِ مالٹا (مالطہ)

اس کتاب میں ہم نے کوہستان پری نیز، فرانس، اٹلی اور سوئٹزرلینڈ میں عربوں کے حملوں کو اپنی گفتگو کا موضوع قرار دیا تھا لیکن بات سے بات نکلتی ہے اور تاریخ تو فن ہی ایسا ہے جس میں واقعات کی کڑیاں ایک دوسرے سے کچھ اس طرح مربوط ہوتی ہیں کہ ایک کو چھوتے ہی دوسری خود بخود حرکت میں آجاتی ہے۔ شاید کوئی ایسا حادثہ ہو جو کسی گذشتہ واقعے سے متعلق نہ ہوتا ہو۔ یہی وجہ ہے ہماری گفتگو اپنے موضوع کی حدود میں منحصر نہ رہ سکی اور سلسلۂ کلام بحیرہ روم کے جزائر کورسیکا، سرڈانیہ، سسلی اور کریٹ پر عرب حملوں تک جا پہونچا۔ جزائر بالیار (Balraric Isles) تو پہلے بھی اندلس ہی کے ماتحت تھے اور آج بھی اسپین ہی میں شامل ہیں اس لئے میں نے ان کا تذکرہ تاریخ اندلس کے لئے جو زیر تصنیف ہے اٹھا رکھا ہے۔ بحر متوسط کا ایک اور جزیرہ باقی رہ گیا ہے جس کا ذکر ابھی تک نہیں ہو سکا۔ یہ جزیرۂ مالٹا (مالطہ) ہے۔ یہ دنیا کی تاریخ میں اپنے رقبے کے مقابلے میں کہیں زیادہ شہرت حاصل کر چکا ہے۔

ارخبیل جسے ارخبیل مالطی بھی کہتے ہیں جزیرہ مالٹا، گوزو (gozo) کومینو (cuomino) کومینوٹو (cominotto) فلفولا (Filfola) اور سامنے

کی بعض چٹانوں پر مشتمل ہے۔ فرنچ زبان کی اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں ذکر آیا ہو کہ "پرانے زمانے میں ان جزیروں میں بحر متوسط کے کچھ قبیلے آباد تھے۔ ان کے آثار حجر قائم (Hagiar Kaim) میں ابھی تک موجود ہیں۔ تاریخی زمانے میں بسنے والی سب سے پہلی قوم فلینیقی ہے۔ یہ حضرت مسیح سے پہلے دسویں صدی میں آباد تھے یہ ان جزیروں میں اپنی تجارتی کشتیاں ٹھہرایا کرتے تھے۔"

"معلوم نہیں مالٹا کس لفظ سے مشتق ہے۔ یہ تو تحقیق ہو چکا ہے کہ یہ فلینیقی زبان کے کسی لفظ سے نہیں نکلا ہے۔ یہ ضرور معلوم ہوا ہے کہ گوزو (gozo) اور گولوز (gaules) گول تجارتی کشتیوں کو کہتے تھے۔"

"قرطاجنیوں نے ساتویں صدی قبل مسیح میں مالٹا پر قبضہ کیا اور چار پانچ صدیوں تک وہاں ان کا اقتدار باقی رہا۔ رومیوں نے ۱۲۸ء ق۔م میں قبضہ کر لیا اور تقریباً ایک ہزار سال تک رومیوں اور یونانیوں کا تسلط قائم رہا۔ پہلی صدی عیسوی میں اہل مالٹا عیسائی ہو گئے۔ مغربی رومیوں کے زوال کے بعد بنیر نطیوں نے قبضہ کیا اور شمالی افریقہ پر تسلط کے بعد یہ جزیرہ ان کی قوت کا مرکز بنا رہا۔"

"مسلمانوں نے مالٹا پر ۲۵۶ھ (۸۶۹ء، ۸۷۰ء) میں مستقل طور پر قبضہ کر لیا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ ۲۲۱ھ میں ابراہیم ابن اغلب نے جزائر اخبیل کی تسخیر کے لئے بحری بیڑہ بھیجا تھا۔ مالٹا اور سسلی پر مسلمانوں کے حملے آٹھویں صدی عیسوی میں شروع ہو گئے تھے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مالٹا ۸۰۰ء سے پہلے ہی مسلمانوں کے حلقۂ اثر میں آ گیا تھا۔ مالٹا میں مسلمانوں کا قیام سسلی سے کہیں زیادہ اور مستقل رہا یہی وجہ ہے وہاں کی زبان ہی عربی ہو گئی۔"

"مالٹی لہجہ کی اصلیت کے بارے میں اہل علم کی رائیں مختلف ہیں بعض اسے فلینیقی لہجہ کی یادگار سمجھتے ہیں کچھ لوگ اسے عربی بتلاتے ہیں۔ جمہور اسی آخری رائے

کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مالٹی عربی بہت سے لفظوں کے لہجے میں مشرقی عربی سے ملتی جلتی ہے اور بہت سے الفاظ کا لہجہ مغربی عربوں کے لہجوں سے مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ مالٹی زبان میں اماله[1] بہت ہے۔ الف اکثری سے بدل جاتا ہے۔ "آنا" جس کے معنی "میں" ہیں "ینا" بولا جاتا ہے۔ قاف کی جگہ ہمزہ لے لیتا ہے، مضارع واحد متکلم میں پہلا حرف نون جمع سے بدل جاتا ہے (جیسے انا نقول)"

"مالٹا میں شہروں اور دیہاتوں کے لہجے بھی مختلف ہیں۔ ویلیٹ (Valletta) میں خ اور غین نہیں بولے جاتے لیکن جزیرہ گوزو میں بولے جاتے ہیں۔ ابھی تک یہ بحث کہ مالٹی لہجہ مشرقی عربی کی یادگار ہے یا مغربی لہجے سے متاثر ہے۔ کسی نتیجہ تک نہیں پہونچی۔ کوئی شبہ نہیں اطالوی لاتینی نے بھی مالٹی زبان پر اثر ڈالا ہے۔ مالٹی زبان میں کافی لاتینی کے بھی الفاظ ملتے ہیں۔"

اٹھارہویں صدی عیسوی تک مالٹی زبان میں لکھنے کا رواج نہ تھا۔ "جیوس سلدانیس" نے سب سے پہلے کتابت کی بحث چھیڑی۔ اسی زمانے سے یہ زبان عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی۔"

مالٹا کے اہل قلم نے "عقدة الكتبة المالطي" (مالٹی مصنفوں کی انجمن) قائم ہے اس انجمن نے سنہ ۱۹۲۴ء میں ایک کتاب "تعریف الكتبة المالطية" شائع کی ہے۔ اس کتاب کے مقدمے میں مالٹی کتابت کی مختلف قسموں سے بحث کی گئی ہے۔ اس جماعت نے سنہ ۱۹۲۵ء میں ایک رسالہ بھی نکالا۔ اس رسالے کی اشاعت کی غرض اصل مالٹی عربی یا خالص مالٹی زبان کا احیاء ہے۔"

"سنہ ۱۸۵۰ء سے مالٹی زبان نے سیاسی شکل اختیار کر لی۔ انگریزوں نے مالٹی عربی کو بڑھانا شروع کیا۔ اس حوصلہ افزائی سے غرض یہ تھی کہ اطالوی زبان کو

۱؎ اماله بولنے میں زیر کی جگہ زبر اور الف کے بجائے ی استعمال کرنا۔

جو نہ صرف مہذب طبقے میں بولی جاتی ہے بلکہ اہل کلیسا کی زبان ہے نظر انداز کیا جائے۔ مالٹی لہجہ کے اصول و قواعد معلوم کرنے کے لئے بونلّی (Bonelli) اور شتومہ (H Stumme) کی کتابیں بہت مفید ہیں۔"

مسلمانوں نے مالٹا میں عربی زبان اور شہروں کے ناموں کے علاوہ بہت سے سکّے، تحریری آثار اور مزاروں کے کتبے اپنی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کتبوں میں میمونہ کی لوحِ مزار جس کی تاریخ ۱۱۷۳ء کے مطابق ہے سب سے زیادہ مشہور ہے تقریباً سو سال ہوئے یہ کتبہ ہاتھ آیا ہے۔ مستشرق اٹالینسکی (Italenski)، لنسی (Lance) اور آماری (Amari) نے اس پر مقالات لکھے ہیں۔ جزیرہ گوزو میں بھی ایک کتبہ ملا ہے۔ یہ مالٹا کے میوزیم میں محفوظ ہے۔ ۱۹۲۲ء اور ۱۹۲۵ء کے درمیان میں نوٹیبلی (Notabile) کے قبرستان کے کتبے ہاتھ لگے ہیں یہ "رُوم" (Romana) کے عجائب خانہ میں موجود ہیں۔"

"مالٹا ۱۰۹۰ء میں مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ نارمنڈیوں نے سسلی پر قبضہ کرنیکے بعد مالٹا پر بھی تسلط قائم کرلیا۔ لیکن مسلمانوں کو ۱۲۴۹ء تک اس جزیرے میں رہنے کی اجازت رہی۔ ۱۵۳۰ء سے ۱۷۹۸ء تک یہ مقام یروشلم کے صلیبی مجاہدین کی تاخت و تاراج کا مرکز بنا رہا۔ ترکوں نے ان کو جزیرۂ رودس سے ۱۵۲۳ء میں نکال دیا تھا۔ ان لوگوں نے مالٹا پر قبضہ کرکے بحری بیڑہ تیار کیا اور اسلامی بحری بیڑوں کا راستہ روکنے لگے۔ ہزاروں مسلمان اسیر جو ان مقابلوں میں ہاتھ آتے تھے مالٹا میں لائے جاتے تھے۔ اس لئے ترکوں نے ۱۵۶۵ء میں مالٹا پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہیں ہوئے۔ دوسری مرتبہ سلطان محمد رابع کے زمانے میں انھوں نے مالٹا پر قبضہ کرنے کی پھر تدبیریں کیں۔ مالٹا کی پبلک لائبیریری اور عجائب خانہ میں بعض عربی تحریریں جو فن جہازرانی

کے متعلق ہیں موجود ہیں" (خلاصہ انسائیکلوپیڈیا اسلامیہ)

علامہ احمد فارس شدیاق نے مالٹا میں چودہ سال قیام کیا ہے اور وہاں کے حالات پر ایک کتاب (الواسطۃ فی معرفۃ احوال مالطہ) لکھی ہے۔ اس کتاب سے ان مباحث کا خلاصہ جو مالٹا کے جغرافیہ، اس کی تاریخ اور مسلمانوں کی تسخیر سے متعلق ہیں۔ نیچے کی سطروں میں پیش کیا جاتا ہے:۔

"مالٹا بائیس درجے اور چوالیس دقیقے طول البلد اور پچیس درجے اور چون دقیقے عرض البلد پر واقع ہے۔ بعض ماہرین جغرافیہ اس کے محل وقوع کا لحاظ کر کے اس کو افریقہ میں شامل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اہل مالٹا کے عادات و اطوار اور مذہب کا خیال کر کے اس کو اطالوی جزیروں سے متعلق قرار دیا ہے۔ مالٹ بیس میل لمبا اور بارہ میل چوڑا ہے۔ آجکل ولیٹ (Valletta) اس کا دارالحکومت ہے، پرانے زمانے میں نوٹیبلی (Notabile) صدر مقام تھا۔ یہ بیچ جزیرے میں سب سے اونچی جگہ پر واقع ہے اور جزیرے کو مشرقی اور مغربی دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے"

"ولیٹ (Vallete) کی بنیاد ۱۵۶۶ء میں ایک فرانسیسی امیر نے سمندر کے قریب ایک ٹیلے پر جو شیراس کہلاتا ہے رکھی تھی۔ شیراس بعض لوگوں کے نزدیک شیر الراس اور بعض کے خیال میں "جبل راس" کی بگڑی ہوئی شکل ہے میرے نزدیک اس کی اصل شعب الراس ہے"

"مالٹا کے دارالسلطنت ولیٹ کا نام اپنے بانی لا ولیٹ کے نام پر رکھا گیا تھا یہ ۱۴۹۲ء میں پیدا ہوا تھا اور ۱۵۶۸ء میں وفات پا گیا۔ یہ بڑا زبردست امیر تھا۔ اس نے برج سینٹ المو پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو یہاں سے نکال دیا۔

گذشتہ صفحات میں اسلامی انسائیکلوپیڈیا کے حوالہ سے بیان کیا جا

چکا ہے کہ مالٹا مسلمانوں کے ہاتھ سے سنہ ۱۰۹۰ء میں نکلا۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ لاڈیٹ نے ان کو یہاں سے نکالا تھا تو ماننا پڑے گا کہ مسلمان سولھویں صدی کے وسط تک یہاں رہے اور یہاں کے قلعوں اور برجوں پر ان کا قبضہ رہا

احمد فارس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یونانیوں نے اس جزیرہ کا نام میلیتہ یا میلیسیہ رکھا تھا۔ میلیتہ یا میلیسیہ یونانی زبان میں شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں نے اس نام کو بگاڑ کر مالطہ کر دیا۔

احمد فارس کہتا ہے:۔

بعض لوگوں کا خیال ہے میلیتہ بنت ڈورلیس کی نسبت سے اس کا نام میلیتہ رکھا گیا تھا۔ میلیتہ میلیت سے مشتق ہے جو سریانی زبان میں کسی دیوتا کا نام تھا۔ ہو سکتا ہے یہ لفظ فینیقی زبان سے لیا گیا ہو قدیم شاعروں میں ادمیروس اور فیدیوس نے مالٹا کا ذکر کیا ہے۔ ان کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے فیاکونس کے قبیلے نے اس جزیرہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ ان کے بعد فینیقیوں نے سنہ ۱۵۱۹ ق.م میں قبضہ کیا۔ اور تقریباً ساڑھے چار سو برس تک یہاں رہے۔ ان کے بعد اغریقیوں نے قبضہ کیا۔ سنہ ۵۲۸ ق.م میں قرطاجینوں کی باری آئی۔ سنہ ۲۸۳ ق.م میں رومیوں کا تسلط ہوا۔ رومیوں کے زمانے میں سنہ ۵۸ء میں خلیج ماربولس میں ماربولس کی کشتی تباہ ہوگئی اور وہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ غرق ہو گیا تھا اسی زمانے میں مالٹا کے باشندوں نے عیسائی مذہب قبول کیا۔ رومیوں کے بعد قبیلہ "فندلس" کا قبضہ ہوا۔ فندلس کے بعد "قوش" نے حکومت قائم کی۔ ان کے بعد بلیساروں کا تسلط ہوا۔ ان کی حکومت سنہ ۸۷۰ء تک قائم رہی۔ انھوں نے مسلمانوں کو اس جزیرہ پر قبضہ دیا۔"

قوش سے قوط (Goths) مراد ہیں جنھوں نے اسپین پر قبضہ کیا تھا۔

فندلس[۱] سے وہ قوم مراد ہے جس نے اسپین اور افریقہ پر غلبہ حاصل کیا تھا۔ بلیساریوں بنیزنطینی شہنشاہ یوستنیانوس کے امیروں میں سے ایک بلیسارر (Belisaire) کی قوم کا نام ہے۔ یہ شخص ۴۹۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ۵۳۳ء میں افریقہ میں فندلس (ونڈال) سے جنگ کی اور قرطاجنہ پر قبضہ کرلیا۔ یہ قوطوں سے بھی اٹلی میں لڑا اس نے سسلی نابولی اور رومہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ غالباً انھیں لڑائیوں میں مالٹا بھی اس کے ہاتھ آیا۔"

"کتاب الجمع والبیان" میں جو قیروان کے حالات میں لکھی گئی ہے ذکر آیا ہے کہ مالٹا ابوالغرانیق محمد بن احمد بن محمد بن الاغلب (متوفی ۲۶۱ھ) کے زمانے میں فتح ہوا تھا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا اسی وجہ سے ابوالغرانیق کے نام سے مشہور ہوا اس نے غرانیق کے شکار کے لئے میدان میں ایک محل بنوایا تھا۔ اس محل پر تیس ہزار دینار خرچ ہوئے تھے۔ اسی مناسبت سے اس نے یہ کنیت اختیار کی تھی۔" اس کتاب کے بیان سے احمد فارس نے رائے قائم کی ہے کہ مسلمانوں نے یہ جزیرہ فتح کیا تھا۔ اس کتاب میں آیا ہے:۔

اس کے تقریباً دو سو برس کے بعد روجر نارمنڈی نے یہ جزیرہ مسلمانوں سے چھین کر سسلی میں شامل کر دیا۔ جب قیصر ہنری ششم نے سسلی کی شہزادی سے شادی کی تو مالٹا بھی ۱۲۶۶ء میں اس کی حکومت میں ہوگیا اور بہتر سال تک اسی کا ماتحت رہا۔ اسی زمانے میں شاہ فرانس کے بھائی لوئس نے سسلی اور مالٹا پر ایک ساتھ حکومت کی۔ دو سال کے بعد امیر پطرس اراگونی نے غلبہ حاصل کیا کچھ دنوں کے بعد یہ جزیرہ شاہ سسلی کرلوس کے زیر فرمان آگیا۔ پھر صلیبی امراء نے باشندگان مالٹا اور یوروپین سلطنتوں کی رضامندی سے یہاں اپنی حکومت قائم کی۔ جب نپولین کا عروج ہوا یہ جزیرہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ باشندگان مالٹا

کے حقوق پر کوئی تصرف جائز نہ رکھا جائے گا۔ فرانس میں شامل ہو گیا۔ لیکن ان شرائط کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ اہل مالٹا نے فرانس کے خلاف بغاوت کی اور بڑی خونریزی اور مالی نقصانات کے بعد یہ جزیرہ ۱۸۰۰ء میں انگریزوں کے قبضے میں آیا۔"

"نپولین نے یہاں بارہ سو توپیں، دو لاکھ رطل بارود، چالیس ہزار بندوقیں اور بہت سی کشتیاں پائی تھیں۔ ساڑھے چار ہزار مسلمان قیدی بھی تھے۔ جن کو اس نے رہا کر دیا تھا۔ یہ واقعات ۱۷۹۸ء میں پیش آئے تھے۔"

"مسلمانوں نے اس جزیرہ پر بغیر کوئی زبردستی کئے ہوئے محض اپنی خوش تدبیری اور حسن معاملت سے قبضہ کیا تھا۔ انھوں نے بہت نرمی اور نیکی سے حکومت کی۔ انھوں نے قوانین بنائے اور حکومت کے آئین مرتب کئے۔ اور اہل مالٹا سے اتنا خلا ملا بڑھایا کہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے سے گھل مل کر ایک ہو گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک مسلمانوں کی زبان مالٹا میں موجود ہے۔"

"مالٹا کی زبان کو بعض لوگ عربی کی بگڑی ہوئی شکل بتاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ فنیقی زبان کی یادگار ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یونانیوں کی فتح کے بعد فنیقی یہیں رہے اور اپنی زبان کی حفاظت کرتے رہے۔ رومیوں کے زمانے تک ان حالات میں کوئی فرق نہیں ہوا۔ قرطاجنیوں کے زمانے میں بھی فنیقیہ ہی بولی جاتی رہی۔ رومی ماتحت قوموں کو اپنی عادات و اطوار اور طرز بود و باش کا عادی بنا دیتے تھے۔ لیکن انھوں نے یہاں کے باشندوں کو اپنی زبان چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رومی جو مار بولس کے ساتھ تھے اہل مالٹا کو وحشی بتاتے ہیں۔ یہ خطاب صرف اس وجہ سے ملا کہ اہل مالٹا لاطینی اور یونانی زبانوں سے ناآشنا تھے۔"

احمد فارس کتاب الجمع والبیان کے حوالے سے کہتا ہے کہ:-

"مسلمانوں کے زمانے میں بھی اس زبان میں بعض اجنبی الفاظ کے اضافہ کے سوا اور کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اس زبان میں بعض ایسے الفاظ موجود ہیں جو عربی سے بالکل مشابہ ہیں۔ مثلاً بیر اور صید دونوں زبانوں میں بولے جاتے ہیں' اسی صورت سے ایسے الفاظ موجود ہیں جو دونوں زبانوں (عربی اور فینیقی) میں ایک ہی معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان وجوہ کی بنا پر یہ خیال زیادہ قابل ترجیح ہے کہ مالٹا کی زبان عربی نہیں بلکہ فینیقی سے نکلی ہے۔"

احمد فارس مذکورہ بالا رائے نقل کر کے تردید کرتا ہے:۔

"یہ دلیل تو بہت کمزور ہے۔ کوئی شبہ نہیں بیر اور صید فینیقی اور عربی دونوں زبانوں میں ایک ہی معنیٰ میں بولے جاتے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی تو مالٹی زبان اور عربی میں تصریفِ افعال، اسماء اور ضمائر میں موافقت پائی جاتی ہے حیرت ہے کہ مصنف جو نہ عربی جانتا ہے' اور نہ فینیقی سے واقف ہے اور نہ مالٹی زبان ہی سے کوئی مس رکھتا ہے محض دو لفظوں کے بھروسے پر مالٹی زبان کو فینیقی ثابت کرنا چاہتا ہے! اس طرزِ استدلال کی محرک وہ دشمنی ہے جو مصنف کے اہلِ وطن کو عربوں کے ساتھ ہے۔ وہ اپنے آپ کو عربوں کے بجائے فینیقیوں کی طرف منسوب کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔"

کوئی شبہ نہیں مالٹا کی زبان عربی ہے، سسلی، سرڈانیا، اندلس جنوبی فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے جہاں عرب ٹھہرے تھے عربی نکل گئی لیکن مالٹا میں باقی رہی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان ملکوں اور جزیروں کی زبان لاطینی تھی۔ عربوں کے ہٹتے ہی لاطینی زبان نے جگہ لے لی۔ لیکن مالٹا میں لاطینی نہیں بلکہ فینیقی بولی جاتی تھی۔ فینیقی اور عربی زبانیں ایک ہی درخت کی دو شاخیں ہیں۔ جب اسلامی فتح کے ساتھ مالٹا میں عربی زبان آئی تو اس کو کوئی اجنبی ماحول

نہیں ملا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے وطن میں آئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ عربی کی جڑیں وہاں اتنی مضبوط ہو گئیں کہ مسلمانوں کے نکلنے کے بعد بھی باقی رہی۔

احمد فارس کہتا :-

"جن مسلمانوں نے مالٹا فتح کیا تھا وہ سسلی وغیرہ کے فاتحین کی طرح اہل علم اور صاحب تمدن نہ تھے۔ یہی وجہ ہے ہم کو ادب اور تاریخ میں کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جو کسی مالٹی مصنف کی طرف منسوب ہو۔ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "لب اللباب" میں کسی اہل علم کا ذکر نہیں چھوڑا ہے لیکن پھر بھی اس لمبی فہرست میں کوئی ایسا مصنف نہیں ملتا جو مالٹا کی طرف منسوب ہو"

مجھے یاد پڑتا ہے میں نے اہل اندلس کی کتابوں میں ایسے لوگوں کے نام پڑھے ہیں جو مالٹا کی طرف منسوب ہیں۔ معجم یاقوت میں ذکر آیا ہے کہ یحییٰ امیر مالٹا کے لئے کسی ہندسہ داں نے کوئی ایسی چیز بنائی تھی جس سے وقت کا پتہ چلتا تھا۔ عبداللہ بن السمطی المالطی کے یہ اشعار بھی قدر کے قابل ہیں :-

جاریة ترمی الصنج فعال — بها النفوس تبتہج
کان من احکمہا — الی السماء قد عرج
فطالع الافلاک عن — سرالبروج والداخ

یاقوت مالٹا کو اندلس ہی میں شامل کرتا ہے۔ تاج العروس میں آیا ہے کہ یہ اندلس ہی کا ایک ملک ہے۔ صاغانی نقل کرتا ہے کہ یہ بحیرۂ روم کا ایک بڑا شہر ہے۔ یہ بحری حملوں میں مسلمانوں کو بہت نقصان پہونچاتا ہے عیسائی اس کی بڑی عزت کرتے ہیں۔ عرب اہل قلم جزائر میورقیہ، مینورقہ اور سرڈانیا کی طرح مالٹا کو بھی اندلس ہی میں شامل کرتے ہیں۔

احمد فارس کسی قابل اعتبار مصنف کے حوالے سے جزیرہ گوتزو کے

متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"یہ مالٹا ہی میں شامل ہے۔ گوتزو یونانی لفظ ہے۔ یہ جزیرہ بارہ میل لمبا اور چھ میل چوڑا ہے۔ یہاں کی آبادی پندرہ ہزار ہے۔ اس میں کل چھ گانوں ہیں اسکے شہر کا نام ربط ہے (غالباً یہ ربض کی بگڑی ہوئی شکل ہے) اس شہر میں قدیم قلعے کے آثار ابھی تک موجود ہیں۔ یہاں سبزیوں اور پھلوں کی پیداوار بہت ہوتی ہے۔ یہاں کا شہد بھی بہت اچھا ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مالٹا غورش اور کمونہ تینوں جزیرے کسی زمانے میں ایک ہی تھے لیکن زلزلوں نے ان کو توڑ کر الگ الگ کر دیا۔"

احمد فارس نے جزیرہ غورش کی سیاحت اچھی طرح کی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ:۔

"غورش ہودج کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ دیکھنے میں ہودج ہی معلوم ہوتا ہے۔ غالباً مسلمانوں نے اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا۔ انھوں نے دوسرے دو چھوٹے جزیروں کو بھی ان کی چھوٹائی کی مناسبت سے کمونہ اور فلفلہ کے ناموں سے پکارا۔"

"اہل مالٹا کی زبان عربی ہی کی ایک شاخ ہے لیکن تعجب ہے وہاں اچھی عربی پڑھنے اور بولنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہاں کے کتب خانے میں تینتیس ۳۳ ہزار کتابیں ہیں لیکن عربی کی کوئی قابلِ ذکر کتاب نہیں۔"

"اہل مالٹا کی زبان میں امالہ بہت ہے وہ تفاح (سیب) کو تفیح، رمان (انار) کو رمین، بطیخ (خربوزہ) کو بتیخ، خیار (ککڑی) کو حیار، اجاص (ناگا) انجاص دلاع[1] (سیبی کی ایک قسم) کو دلیح، خبز (روٹی) کو جبیس، درخوخ (شفتالو) کو خوح بولتے ہیں۔ وہ حسب کی جگہ بس بولتے ہیں۔ لیکن سین کو "ز" سے بدل کر کسر لگا

[1] دلاعۃ: ضرب من صدف البحر۔

دیتے ہیں :

"مالٹا میں فصیح عربی کے الفاظ موجود ہیں۔ لیکن یہ الفاظ مغرب میں بولے جاتے ہیں۔ ان الفاظ کی موجودگی سے یقین ہوتا ہے کہ مالٹا کی زبان مغربی عربی سے نکلی ہے۔" احمد فارس یہ رائے ظاہر کرنے کے بعد دوسری جگہ لکھتا ہے کہ "کوئی شبہ نہیں کہ مالٹا کی زبان عربی ہے لیکن پتہ نہیں چلتا کہ اس کی اصل شامی ہے یا مغربی عربی اس زبان میں دونوں شاخوں کی عبارتیں ملتی ہیں"

مالٹی زبان میں شامی الفاظ اور اصطلاحیں موجود ہیں۔ فرانسیسی انسائیکلوپیڈیا کی بھی یہی رائے ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مغربی الفاظ اسی زبان میں زیادہ مستعمل ہیں

احمد فارس کہتا ہے کہ "مالٹی زبان میں مصدر فاعل کے وزن پر آتا ہے۔ عربی میں بھی مصدر کے لئے یہ وزن غیر مانوس نہیں۔ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فھل تریٰ لھم من باقیہ، یہاں باقیہ بقاء کی جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ دوسرا جملہ ہے لیس لوقعتھا کاذبہ، یہاں کاذبہ کذب کی جگہ پر آیا ہے۔"

"مالٹا میں ابھی تک کسی نہ کسی شکل میں عربی زبان موجود ہے۔ اس وقت تک وہاں سینکڑوں قومیں آئیں اور مٹ گئیں ہر قوم نے اپنی زبان کے رواج کے لئے جد وجہد کی لیکن عربی زبان کی جڑیں اتنی مضبوط تھیں کہ اس کو اپنی جگہ سے کوئی جنبش نہ ہوئی اور اہل مالٹا برابر عربی ہی بولتے رہے۔ انگریزوں کا گمان ہے کہ ان کی زبان دنیا پر چھا جائے گی لیکن مالٹا میں انگریزی اپنی جگہ نہ بنا سکی۔ مالٹی زبان میں عربی کے تقریباً دس ہزار کلمے استعمال ہوتے ہیں۔"

یوروپ اور بحر متوسط میں عربوں کے حملے

از:- سید عبدالعزیز الثعالبی رئیس الحزب الوطنی ٹیونس

مجھے معلوم ہوا تھا کہ سید عبدالعزیز ثعالبی کے پاس کچھ ایسی نادر معلومات ہیں جن کا پتہ کہیں اور نہیں چل سکتا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اپنے قلم سے اس موضوع پر لکھیں تاکہ میں اس کتاب میں شامل کرسکوں۔ ثعالبی صاحب نے میری درخواست کو شرف قبول بخشا۔ میں نیچے ان کا مضمون درج کررہا ہوں :-

"سیدنا عثمان بن عفان کے زمانے میں سب سے پہلے اسلامی فاتحوں نے یوروپ کے ساحل پر قدم رکھا۔ حضرت عثمان رضؓ نے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو شمالی افریقہ کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ عبداللہ بن سعد کے لشکر نے سبیطلہ کے بیزنطینی گورنر جیجیر کو شکست دی؛

" حضرت عثمان نے عبداللہ بن عبدالقیس اور عبداللہ بن نافع بن الحصین (الفہری) کو جو بحری بیڑے کے مشہور سردار تھے اندلس کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا۔ فرمان کے الفاظ ہیں۔

"قسطنطنیہ اندلس کی جانب سے فتح کیا جائیگا۔ اگر تم نے اندلس فتح کرلیا تو تمہارا شمار بھی انھیں مجاہدوں میں ہوگا جو فتح قسطنطنیہ کا اجر پائیں گے۔"

"شمالی افریقہ کے والیوں اور فوجی سرداروں نے اس فرمان کو اپنی اسلامی سیاست کی بنیاد قرار دیا۔ حسان بن نعمان نے جو اموی حکومت کے رئیس الوزراء تھے شمالی افریقہ کی تسخیر کے بعد اس وصیت کی تعمیل کی تیاریاں شروع کیں۔ قرطاجنہ میں کشتیوں جہازوں اور اسلحہ سازی کا صنعتی کارخانہ کھولا گیا۔ مصر کے قبطی کاریگران کارخانوں میں مامور کئے گئے۔ طارق بن زیاد نے بھی اسی روش پر عمل کیا اور سنہ ۹۲ھ میں مجاہدین کا لشکر لیکر اندلس پر حملہ آور ہوا۔

اسماعیل بن ابی المہاجر بھی جو عمر بن عبد العزیز رح کے زمانے میں شمالی افریقہ کا امیر ہوا حسان بن نعمان اور طارق بن زیاد کے نقش قدم پر چلا۔ اس نے سنہ ۱۰۵ھ میں عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الغافقی کی قیادت میں ایک بحری بیڑہ جنوبی یورپ کی تسخیر کے لئے بھیجا اس دستہ نے اٹلی میں سخت خونریزی کی۔ یہ حملے اطالوی عوام کے لئے ظالم بیزنطینی حکومت سے نجات کا پیغام تھے۔

عبید اللہ الحجاب گورنر افریقہ نے اپنی امارت کے زمانے میں حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ فہری کی قیادت میں ایک بحری بیڑا روانہ کیا۔ اس بیڑے نے سنہ ۱۲۳ھ میں بیزنطینیوں پر سخت حملہ کیا۔ اگر بربروں کی بغاوت نے اندرونی بےچینی نہ پیدا کر دی ہوتی تو شمالی افریقہ کی طرح اٹلی پر بھی اسلامی تسلط قائم ہو جاتا اور بیزنطینی حکومت کا نام و نشان بھی ہمیشہ کے لئے مٹ جاتا۔

سنہ ۲۰۰ھ میں دولت اغلبیہ کے قیام کے بعد زیادۃ اللہ نے محمد بن عبد اللہ تمیمی کی سرکردگی میں ایک بیڑا سرڈائنیہ بھیجا۔ سنہ ۲۱۲ھ میں امام اسد بن فرات کی قیادت میں دوسرا بیڑا سرڈائنیہ پر حملہ آور ہوا اس نے مازرہ (Mazara) پر قبضہ کر لیا اور سار اکیوس (Saracuse) کا محاصرہ کر لیا۔ اسی معرکہ میں امام اسد بن فرات نے شہادت پائی۔

مفتوحہ ملکوں میں پوری طرح تسلط قائم کرنے کے بعد زیادۃ اللہ نے اپنے بھتیجے ابراہیم بن عبداللہ بن اغلب کو اطالیہ کا امیر بنایا اس نے بلرم اور نیپولی تک اسلامی مقبوضات کا حلقہ وسیع کر دیا۔

ابو عقال اغلبی کے زمانے میں ۲۲۴ھ میں آزادی کی کشمکش نے زور پکڑا اور سسلی کی تسخیر مکمل ہوئی۔

امیر محمد اول کے زمانے میں اسلامی فتوحات کا حلقہ اور بھی وسیع ہوا اور ۲۳۲ھ سے ۲۴۰ھ تک یہ جدوجہد جاری رہی اسی زمانے میں باتیہ (   ) قطانیہ (   ) اور لشیرہ (   ) فتح ہوئے۔

امیر ابو ابراہیم احمد اغلبی کے زمانے میں سسلی کے والی عباس بن فضل نے قصر الحدید اور شہر شلقودہ (   ) کی تسخیر کے لئے بیڑا روانہ کیا۔ بحیرۂ روم میں بیزنطینی بیڑے نے اس کا خونریز مقابلہ کیا۔

ابو الغرانیق محمد ثانی کے زمانے میں خفاجہ ولایت افریقہ کا والی مقرر ہوا اس نے ۲۵۱ھ میں جنوہ فتح کیا۔ یہ ۲۵۲ھ میں کوہستان آلپس کی طرف بڑھا ۲۵۳ھ میں بیزنطینی حکومت نے مسلمانوں کے مقابلے کے لئے ایک بیڑا تیار کیا۔ جنوہ اور سارا کیوس کے ساحلوں پر خونریز مقابلے ہوئے اور دشمنوں کو بڑا زبردست نقصان برداشت کرنا پڑا۔

۲۵۵ھ میں اغلبی بیڑے نے مالٹا پر قبضہ کر کے حکومت افریقہ میں شامل کر دیا۔ ابراہیم بن احمد بن محمد بن اغلب کے زمانے میں حسن بن رباح جنوبی یوروپ کا امیر مقرر ہوا۔ یہ مرسیلیہ کی طرف بڑھا اور پراونس پر قابض ہو گیا۔ فرانسیسیوں نے بیزنطینی حکومت سے مدد مانگی۔ بیزنطینی حکومت نے ایک بیڑہ جو ایک سو چالیس جہازوں پر مشتمل تھا بھیجا۔ بحیرۂ روم میں لڑائی ہوئی۔ بیزنطینی بیڑا کامیاب تو ہوا لیکن

اس کی بہت سی کشتیاں تباہ ہوگئیں۔ افریقی بیڑے نے بھاگ کر بلرم میں پناہ لی۔

اسلامی لشکر کے حملے سنہ ۲۶۶ھ سے سنہ ۲۷۲ھ تک فرانسیسی ساحلوں پر جاری رہے اور مسلمانوں نے رون کے کچھ ساحلی علاقوں اور کوبونیاد (   ) پر قبضہ کرلیا۔ بیزنطینی مسلمانوں کی نقل و حرکت کا گہرا مطالعہ کر رہے تھے۔ انھوں نے افریقہ اور جنوبی یوروپ کا راستہ روکنا چاہا۔ ان کے بیڑے نے سسبریہ پر قبضہ بھی کرلیا لیکن مسلمانوں نے سخت مقابلہ کیا اور ان کو پیشقدمی سے باز رکھا۔

سنہ ۲۷۵ھ میں افریقی حکومت نے بیزنطینی بیڑے کا تعاقب میں ایک بڑا بیڑا بھیجا اور دشمن کو پیچھے ڈھکیل کر اٹلی اور فرانس کے ایک حصے پر اسلامی اقتدار قائم کردیا۔

اس واقعہ کے بعد یوروپ میں مسلمانوں کے اقبال کا ستارہ بلند ہونے لگا۔ اغلبی امیروں نے بھی یوروپ میں مسلمانوں کی ترقی کے لئے ان تھک کوششیں کیں انھوں نے عیسائیوں کی بڑی کڑی نگرانی کی اور ان کو بغاوت کی تیاری کا کوئی موقع نہ دیا۔ عیسائیوں نے آخر کار اسلام قبول کرکے امرائے کے ظلم اور کلیسا کے تشدد سے نجات حاصل کی۔ لیکن اسی زمانے میں مغرب اوسط میں بربری قبیلے کتامہ میں ایک نئے فتنے (دعوت عبیدیہ) کا آغاز ہوا اور اسلامی طاقتیں آگے بڑھنے کے بعد آپس ہی میں ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزمائی کرنے لگیں۔ دولتِ اغلبیہ کے زوال نے یوروپ میں اسلامی لشکر کی پیشقدمی روک دی۔ مشرق میں دولتِ عباسیہ کے سقوط نے اسلامی سیاست کو اور بھی نقصان پہونچایا اور مسلمان یوروپی ملکوں میں پیش قدمی کے بجائے عیسائی حملوں کی روک تھام پر مجبور ہوئے عبیدیوں اور فاطمیوں نے اسلامی جمعیت کو جتنا نقصان پہونچایا اس کی

مثال مسلمانوں کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ بنی اغلب کے زوال کے بعد جب افریقہ میں عبید اللہ المہدی نے حکومت قائم کی یوروپ کے مسلمان امرائنے ان نئے امیر کی اطاعت پسند نہ کی اور انھوں نے متفقہ طور پر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ انھوں نے احمد بن زیادۃ اللہ بن قرہب کو اپنا امیر مقرر کیا۔ احمد بن زیادۃ اللہ نے عباسی خلیفہ متقدر باللہ کی اطاعت کرلی۔

عبید اللہ المہدی کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسلامی یوروپ میں جاسوسی کا جال بچھاکر قدم قدم پر فتنے کھڑے کر دیئے۔ ابن قرہب ان فتنوں پر قابو نہ پاسکا۔ وہ امارت سے دست بردار ہوگیا اور ۳۰۳ھ میں مھدیہ میں قتل کر دیا گیا۔

ابن قرھب کے قتل کے بعد ارباب حل و عقد دار الامارت بلرم میں اکٹھا ہوئے۔ انھوں نے یہ سن کر کہ مھدی نے مشرق کی تسخیر کے لئے لشکر بھیجا ہے مھدی سے درخواست کی کہ "وہ اپنی طرف سے اسلامی یوروپ میں والیوں اور قاضیوں کا تقرر کر دے۔ ان ملکوں کو اندرونی معاملات میں آزاد رکھے اور ایک لشکر کی اجازت دے تاکہ بیرونی حملوں کی روک تھام کی جاسکے۔"

مھدی نے ان شرطوں کو جو ہر طرح سے منصفانہ تھیں پسند نہ کیا اور حملہ کر کے مہینوں محاصرہ کئے پڑا رہا۔ لیکن اس کو کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ اس نے محاصرہ تو ہٹالیا لیکن کتامہ کے وحشی بربروں کو مفتوحہ وادیوں میں لوٹ مار کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔ ان وحشیوں کی اندھی غارتگری عورتوں اور بچوں کے لئے بھی کسی نرمی کی روادار نہ تھی۔ مسلمانوں نے ان مظالم سے تنگ آکر رحم کی درخواست کی مھدی نے کوئی شرط اور قید لگائے بغیر امن کا اعلان کر دیا لیکن فوراً ہی پلٹ کر ملک پر قبضہ کرلیا۔ شہروں کی فصیلیں ڈھادیں، حفاظتی دستوں سے ہتھیار رکھوا لئے اور بڑا تاوان عائد کیا

اس نے سالم بن ابی راشد کو امیر مقرر کیا اور کتامہ کے لشکر کو اس کی مدد کیلئے متعین کیا۔ یہ وحشی ظلم وجور اور غارت گری کے عادی تھے ان کے تشدد نے لوگوں کے دل توڑ دیئے اور حوصلے پست کر دیئے۔ مسلمانوں کی کمزوری اور بے دلی اس حد تک پہونچی کہ اطالوی اور فرانسیسی طاقتوں نے توسیع مملکت کے خواب دیکھنے شروع کئے

ابو قاسم بن عبید اللہ المھدی کے زمانے میں خلیل بن اسحاق طاغیہ نے چار سال تک یوروپی ولائت پر حکومت کی۔ اس کے ظلم وجور سے تنگ آکر مسلمانوں نے بھاگنا شروع کیا۔ بڑی تعداد عیسائی ملکوں میں جابسی اور عیسائیت قبول کر کے وہیں کی آبادیوں میں جذب ہو گئی۔ بعض مورخوں نے بیان کیا ہے کہ جب خلیل بن اسحاق ۳۲۹ھ میں شمالی افریقہ لوٹا اس نے ارکان حکومت کے جلسے میں امور حکومت پر گفتگو کرتے ہوئے فخریہ بیان کیا کہ "میں نے اپنے دور امارت میں لاکھوں آدمیوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا۔" ابو عبید اللہ المووب نے جواب دیا کہ "ایک خون ہی تمہارے لئے بہت کافی ہے۔"

المعز لدین اللہ کے زمانے میں ۳۵۷ھ میں کافور اخشیری کی وفات کے بعد جوہر نے مصر پر چڑھائی کی اور تسلط قائم کر کے قاہرہ کی بنیاد رکھی۔ ۳۶۱ھ میں المعز نے مشرق کا رخ کیا اور قاہرہ کو دار الحکومت بنایا۔ اس نے ابو الفتوح یوسف بلکین بن زیری بن مناد صنہاجی کو جس نے حکومت صنہاجیہ کی بنیاد رکھی افریقہ کا امیر مقرر کیا۔ اس کے زمانۂ حکومت میں بربری عصبیت نے حکومت کی چولیں ڈھیلی کر دیں۔ مسیحی حکومتوں سے مسلمانوں کی اندرونی کمزوری چھپی نہ رہ سکی اور انھوں نے ہر جگہ مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے۔ ۳۷۲ھ تک یہ ہنگامے جاری رہے۔ انھوں نے فرانس میں مسلمانوں کے مقابلے کے لئے فوجیں اکٹھا کرنی شروع کیں۔ ابو الفتوح نے ان تیاریوں کی خبر پاتے ہی اپنے عامل کو جو جنوبی یوروپ میں رہتا تھا عیسائیوں

کے مقابلے کا حکم دیا۔ بڑے خونریز معرکوں کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی اور عیسائی طاقتیں کچھ دنوں کے لئے پیچھے ہٹادی گئیں۔ عیسائی بہت دنوں خاموش نہ رہے شاہ روجر نارمنڈی نے جوان فتنوں کی روح رواں تھا تمام عیسائی حکومتوں کو مسلمانوں کے خلاف یوروپ اور افریقہ میں مقابلے کے لئے تیار کیا۔

نارمنڈی فوجیں شمالی فرانس سے جنوب کی طرف بڑھیں انھوں نے اٹلی میں مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور ان کو ایک ایک شہر سے بیدخل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ پورا جنوبی یوروپ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

نارمنڈی اسلامی یوروپ پر تسلط قائم کر چکے تھے اب انھیں افریقہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو اصل وطن پر حکومت کرنے کا حوصلہ تھا۔ انھوں نے ۴۸۰ھ مھدیہ پر حملہ کیا۔ عیسائی بیڑا تین سو جہازوں پر جن میں تیس ہزار سپاہی سوار ہو کر آئے تھے مشتمل تھا۔ شہر محفوظ نہ تھا انھوں نے مھدیہ اور زویلہ پر آسانی سے قبضہ کرلیا۔ ان معرکوں میں جو خونریزی ہوئی وہ بڑی عبرت خیز تھی۔ انھوں نے ۴۸۰ھ میں شہروں کو پھونکا اور مشہور آثار برباد کئے۔ آخر میں تمیم بن المعز بن بادیس نے ایک لاکھ دینار کے معاوضہ میں صلح کی اور دشمن کو اختیار دیا کہ جو کچھ مال اسباب اور اسیر اس کے ہاتھ آئے ہیں انھیں لے جائے۔

حسن بن علی بن تمیم بن المعز بن بادیس نے ۵۱۲ھ میں اس شرمناک شکست کا بدلہ لینا چاہا۔ اس نے امیر علی بن یوسف بن تاشفین سے مدد کی درخواست کی امیر علی کا بیڑا جنوبی یوروپ کے ساحل پر ابو عبید اللہ میمون کی قیادت میں حملہ آور ہوا۔ فریقین نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ آخر کار عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ طرفین نے بے شمار جانی اور مالی نقصان برداشت کیا۔

اس شکست سے نارمنڈیوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ انھوں نے

سنہ ۵۱۷ھ میں مھدیہ پر پھر حملہ کیا۔ مسلمانوں سخت مدافعت کی اور دشمن کو شکست دیکر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ بیشمار جہاز اور ہتھیار آئے۔ مال غنیمت میں جو دولت ملی اس کی مقدار بھی کم نہ تھی۔

اس فتح نے مسلمانوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو بہت سہارا دیا اور ایک مدت کی افسردگی کے بعد ان کے دلوں میں زندگی کی امنگ پیدا ہوئی۔ عیسائیوں کے حوصلے ابھی تک پست نہ ہوئے تھے انھوں نے سنہ ۵۴۵ھ میں مھدیہ پر پھر حملہ کیا اور مسلمانوں کو شکست دیکر مھدیہ پر قبضہ کر لیا۔ سلطان حسن بن یحییٰ بن تمیم بن المعز بن بادیس اپنے ارکان حکومت کے ساتھ الجزائر (جزائر بنی مزغنای) بھاگ آیا۔

عیسائیوں نے مھدیہ کو اپنی فوجی نقل و حرکت کا مرکز بنایا اور قرب و جوار کے ساحلوں پر حملے شروع کیے محرم سنہ ۵۵۵ھ میں امیر المومنین عبد المومن بن علی نے ان کو پھر نکال باہر کیا۔ کوئی شبہ نہیں اگر امیر عبد المومن نے بر وقت مسلمانوں کی مدد نہ کی ہوتی تو آج ہمارا وطن عیسائی ملک بن چکا ہوتا۔"

مالٹا کی اسلامی قبروں کے عربی کتبے

کتاب ختم کرنے کے بعد اطالوی مستشرق الیطوری روسی (Ettore Rossi) کا رسالہ ہاتھ لگا۔ یہ مستشرق مالٹی تاریخ کا ماہر سمجھا جاتا ہے۔ اس نے اسلامی انسائیکلوپیڈیا میں مالٹا پر خاص فصل لکھی ہے۔ قیام روما کے آخر ایام میں میں اس سے ملا تھا اور مالٹا کی تاریخ پر گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے مجھے یہ رسالہ دیا۔ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ مالٹی کی اسلامی قبروں کے کتبوں کی نقل بھی اس کتاب میں شامل کر دوں۔ الیطور روسی نے یہ کتبے اپنے رسالہ میں نقل کئے ہیں اور ان کی تصویریں لگائی ہیں۔

اس رسالہ کے ابتدائی صفحوں میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان سنہ ۲۵۶ھ میں مالٹا میں آئے اور ابو اغلب ابراہیم نے سنہ ۲۲۱ھ (مطابق سنہ ۸۳۵ء، سنہ ۸۳۶ء) میں سسلی پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ یہ بیان قرین عقل نہیں معلوم ہوتا۔ مالٹا سسلی کے مقابلے میں افریقہ سے زیادہ قریب ہے۔ یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ مالٹا چھوڑ کر مسلمان سسلی کی طرف بڑھ گئے ہوں۔ مسلمانوں نے یقیناً سنہ ۲۲۶ھ سے پہلے مالٹا پر قبضہ کیا ہوگا۔

سنہ ۹۹۲ اور سنہ ۱۰۲۵ء کے درمیان میں مالٹا مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن کوئی شبہ نہیں وہ دوسو برس بعد تک (سنہ ۱۲۲۴ء بلکہ سنہ ۱۲۴۹ء تک سسلی کے مورخ آماری (Amari) کی روایت کے بموجب مالٹا میں موجود رہے۔

ذیل میں ان کتبوں کی نقل دی جاتی ہے جو مالٹا کی اسلامی قبروں پر لگے ہوئے تھے اور روسی نے جن کو اپنے رسالہ میں نقل کیا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وصلی اللہ علی النبی محمد وعلی آلہ وسلم تسلیما للّٰہ العزۃ والبقاء وعلی خلقہ کتب الفناء لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ھذا قبر میمونہ بنت حسان بن علی ھذلی عرف ابن السوسی توفیت رحمۃ اللہ علیہا یوم الخمیس السادس عشر من شہر شعبان الکائن من سنۃ تسع وستین وخمسمائۃ وھی تشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

انظر بعینیک ھل فی الارض من باقی	او رافع الموت وللموت من راقی
الموت اخرجنی قسرا فیا اسفی	لم ینجنی منہ ابوابی واغلاقی
وصرت رھنا بما قدمت من عمل	محصا علی وما خلفتہ باقی
یا من رای القبر انی قد بلیت بہ	والترب غیر اجفانی وآماقی
فی مضجعی ومقامی فی البلا عبر	وفی نشوری اذا ما جئت خلاقی

اخی فجلہ وتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم (۔۔۔۔) توفی ۔۔۔ یوم الثلاثاء ودخل قبرہ یوم الخمیس من العشر الاول ۔۔۔۔۔

الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب ۔۔۔

المح (۔۔۔۔) محمد وآلہ وسلم تسلیما ان زنکیم اللہ۔

....) ثم استوى على العرش يغشي الليل والنهار يطلبه حثيثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره الا له (؟)

بسم الله الرحمن الرحيم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما كل نفس ذائقة الموت وانما توفون اجوركم يوم القيامة فمن زحزح من النار وادخل الجنة فقد

وما الحيات الدنيا الا متاع الغرور هذا قبر الشيخ المرحوم (....)

توفى رحمه الله فى العشر الاول من صفر عام ثمانية وسبعين (ت....)

بسم الله الرحمن الرحيم هذا قبر محمد.... توفى يوم الثلاثة فى ذى الحجة سنة ثلاث و....

(.... الذى يشفع عنده الا باذنه يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم ولا يحيطون(...)

(..... العلى العظيم لا اكراه فى الدين قد تبين الرشد من الغى فمن يكفر بالطاغوت (.....)

(..... لقد جاءكم رسول من انفسكم رؤوف فان تولوا الا له الا هو عليه

(.....) من شعبان سنة ستة واربعين وخمسائة برحمة الله وبرضوانه وصلى الله عليه محمد (.....)

(... اجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وما الحيات (.....)

(...) فى جنات ونهر فى مقعد صدق عند مليك مقتدر (...)

كل نفس (...)

سلام على اهل (القبور...)

... عند(ه) الا باذنه يعلم ما بين (...)

... لعطى محمد

مف بالقبور ...

بسم الله الرحمن ...

هذا قبر (...)

(... زحـ) زح عن النار و(...)

(...ل) لا متاع الغرور

... الرحيم) م هذا قبر امة الله بنت ابو القاسم ابن عمرو (؟)

لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد

... الله ...

وانما توفون اجوركم (...)

بسم الله الرحمن (الرحيم)

... (ا)براهيم العمطى

بسم الله الرحمن الرحيم

... والو ...

توفي يوم الخميس الثامن من ... سنة ...

... وخمسمائة

بسم الله الرحمن الرحيم ...

... لله الله(...)

(بسم الله الرحمن الرحيم ..)

... النار وادخل الجنة ...

عنده الا باذنه يعلم ما بين ايديهم وما خلفهم

لا اله

الا الله

محمد ر

سول الله

بسم الله الرحمن الرحيم لا اله الا هو الحي القيوم (...)

ايديهم وما خلفهم ولا يحيطون بشيء من علمه الا (...)

(...) الجنة فقد فاز وما الحياة الدنيا الا متاع الغرور

(...) شربه ولم ياكلوا من كل رطب ويابس

(...) صلى الله (...) محمد واله وسلم تسليما (...) (...)

(...) . . . الا الله ... (...)

(...) اجوركم يوم القيامة فمن زحزح عن النار و(...)

(... ...) لا نوم له ما في السموات وما في الارض (...)

سلام على اهل القبور الدوارس + كانهم لم يجلسوا في المجالس

ولم يشربوا من بارد الماء شربة + ولم ياكلوا ما بين رطب ويابس

هذا قبر ؟

... عبد

العزيز ...

ورحم الله من

دعا له بالرحمة

مطبوعات انجمن ترقی اردو پاکستان

مثنوی گلشن عشق ملک الشعرائے دربار عادل شاہی نصرتی عشقیہ مثنوی تصنیف ۱۰۶۸ھ مرتبہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کتاب کے شروع میں مقدمہ اور آخر میں فرہنگ الفاظ بھی شامل ہے۔ صفحات ۲۲۳۔

قیمت :۔ چار روپے آٹھ آنے۔

من لگن حضرت قاضی محمود بحری کی مشہور و مقبول مثنوی دکنی زبان سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ۔ قیمت ۳ روپے

پھول بن ابن نشاطی کی عشقیہ مثنوی دکنی زبان میں سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ اس مثنوی کا انداز بیان اور زبان کی سلاست اور روانی قابل تعریف ہے۔

تاریخ ملت عربی پروفیسر حتی کی مشہور تاریخ ہسٹری آف دی عربز کا اردو ترجمہ مع حواشی مترجمہ مولوی سید ہاشمی فرید آبادی۔

قیمت چھ روپے آٹھ آنے

دلی کا دبستان شاعری مصنفہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی۔ یہ دلی کے مشہور شعرا کا تذکرہ ہی نہیں بلکہ اس میں ایک ادبی روایت کا آغاز و ارتقا دکھایا گیا ہے۔ جس سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ دہلویت کیا ہے کیسے عالم وجود میں آئی۔ اس کے بنیادی عناصر کیا ہیں اور معنوی اور لفظی حیثیت سے لکھنویت سے کس طرح ممتاز ہے اس میں دہلی اور لکھنؤ کی زبان پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور شعرا کے کلام کے انتخابات میں شاعری کی خصوصیات اور اس کی انفرادیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ادبار کی تقسیم نئی ترتیب سے کی گئی ہے۔ پورے دبستان کے سیاسی اور اقتصادی پس منظر کو مستند تاریخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے ضخامت ۳۹۰ صفحات۔

قیمت ۵ روپے آٹھ آنے

اُردو کی نثری داستانیں شمالی ہند میں اردو کی جتنی داستانیں لکھی ہیں ان کی مفصل اور محققانہ تاریخ ڈاکٹری کی سند کے لئے یہ مقالہ لکھا گیا ہے۔ از:۔ ڈاکٹر گیان چند ایم اے، ڈی فل۔ صفحات ۶۰۸۔

قیمت ۹ روپے آٹھ آنے

حیوانیات از:۔ محشر عابدی صاحب (شعبۂ حیوانیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن) حیاتیات پر مفید اور پُراز معلومات کتاب۔

قیمت بلا جلد دو روپے چار آنے مجلد تین روپے

قوائے طبیعیہ انسان کی فطری قوتوں اور ان کے وظائف و حرکات پر یونانی فلاسفہ ارسطو، جالینوس، بقراط وغیرہ کی آرا کا خلاصہ۔

از:۔ ڈاکٹر صادق حسین صاحب ایم، بی، بی ایس۔ قیمت دو روپے چار آنے

داستان رانی کیتکی از:۔ انشاء اللہ خاں انشا۔ کئی نسخوں سے صحت کے بعد جدید ایڈیشن چھاپا گیا ہے۔

قیمت ایک روپیہ

ملنے کا پتہ

منیجر انجمن ترقی اردو پاکستان

اُردو روڈ۔ کراچی

مطبوعات انجمن ترقی اُردو پاکستان

جغرافیہ قرآن — مولفہ مفتی انتظام اللہ شہابی صاحب - قرآن مجید میں اقوام ، انبیا و قصص کے ضمن میں جن بلاد ، ممالک ، دیار ، جبال و بحور کا ذکر آیا ہے ان کی جغرافئی و اثری تحقیقات محققانہ طور سے جمع کردی ہیں۔

جراثیمیات — مصنفہ محمد احمد حامی صاحب ، ایم ایس سی (ایگریکلچر) یہ کتاب مصنف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے تصنیف کی ہے - اس کتاب میں جراثیم کی ابتدا اور غایت ، وقوع اور طریق زندگی ، نشو و نما اور جراثیمی امراض اور آن کے کیمیاوی علاج کا مفصل ذکر ہے - ان میں دوست دشمن دونوں قسم کے جراثیم آتے ہیں - آخر میں انگریزی اصطلاحات کے آردو مترادفات بھی درج ہیں - صفحات ۹۸ - قیمت ۲ روپے -

جلال لکھنوی — ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے جلال لکھنوی کے سوانح حیات لکھے ہیں ، کلام پر تنقید کی ہے اور انتخاب کیا ہے - جلال لکھنوی داغ اور امیر مینائی کے ہم عصر تھے - لکھنو کے بہت مقبول اور مشہور شعرا میں سے تھے - غزل گوئی اور قصیدہ نگاری میں کمال رکھتے تھے - صفحات ۲۴۶ - قیمت ۳ روپے -

مضامین محفوظ علی — آردو کے مشہور مزاحیہ نگار سید محفوظ علی بی - اے (علیگ) بدایونی مرحوم کے مضامین جو ہمدرد (دہلی) الناظر (لکھنؤ) وغیرہ میں شائع ہوئے تھے اور جنھیں اس زمانے میں بہت مقبولیت حاصل ہوئی تھی ، اب جس قدر دستیاب ہوسکے یک جاجمع کر کے شائع کیے گئے ہیں قیمت ۳ روپے آٹھ آنے -

مطبوعات انجمن ترقی اُردو پاکستان

آرٹ ان اردو پوئٹری
بزبان انگریزی

مولفہ شہاب الدین رحمت اللہ صاحب ، کتاب میں آردو کی ابتدا ، حکومت مغلیہ میں اس کے وجود ، دکنی آردو اور آردو کے اصناف سخن کا ذکر کیا ھے - ابتدا ولی سے کی ھےاور خاتمہ اقبال پر کیا ھے- انگریزی ادب ، انگریزی تعلیم اور انگریزی حکومت کے آردو شاعری پر اثرات پر بھی روشنی ڈالی ھے- اور اصل اشعار کے ساتھ ان کا انگریزی ترجمہ بھی نظم میں ھے - بعض اشعار کے مفہوم کو تصاویر کے روپ میں بھی ظاھر کیا ھے کتاب بہت اچھے کاغذ پر نہایت نفیس چھپی ھے اور مجلد ھے - صفحات ۱۲۸ (فلسکیپ سائز) قیمت ،۶ روپے ۱۲ آنے ھے -

انگلش اردو
پاپولر ڈکشنری

یہ ڈکشنری خاص کر طلبہ ، عام پڑھنے والوں اور انگریزی زبان کے مبتدیوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی- یہ دو قسم کے کاغذ پر طبع کی گئی ھے درجہ اول کے کاغذ پر طبع شدہ کی قیمت چھ روپے آٹھ آنے اور درجہ دوم کی قیمت پانچ روپے آٹھ آنے ھے -

Students' Standard Dictionary

اسٹوڈنٹس اسٹنڈرڈ ڈکشنری

(انگریزی - اردو)

یہ ڈکشنری جناب ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کی برسوں کی محنت کا نتیجہ ھے صاحب موصوف نے اسٹینڈرڈ ڈکشنری میں سے قدیم اور متروک الفاظ خارج کرکے کالجوں کے طالب علموں کے لیے اس لغت کا اختصار کیا جس کو انجمن نے چھپوادیا تھا - یہ لغت اس قدر مقبول ہوئی کہ ھاتھوں ھاتھ فروخت ھوگئی اور اب چوتھی مرتبہ چھپوانی پڑی -

صفحات ۱۵۰۰ قیمت ۱۲ـــ۰ـــ۰ صرف

ملنے کا پتہ

انجمن ترقی اُردو پاکستان اُردو روڈ - کراچی